مکتوباتِ حسنیہ

شیخ المشائخ حضرت مخدوم شاہ حسن علی منعمی قدس سرہ

۱۱۴۳-۱۲۲۴ھ

خانقاہ منعمیہ میتن گھاٹ پٹنہ سیٹی (بہار)

مکتوبات حسنیہ
و
ملفوظات

شیخ المشائخ حضرت مخدوم شاہ حسن علی شعیبی منعمی قدس سرہ

فارسی سے اردو

پروفیسر حافظ رضوان اللہ آروی

باہتمام

جناب سید وسیم حسن صاحب

بی. ایم داس روڈ، پٹنہ

ناشر

خانقاہ منعمیہ، میتن گھاٹ، پٹنہ سیٹی

نام کتاب : مکتوبات حسنیہ وملفوظات

شیخ المشائخ حضرت مخدوم شاہ حسن علی شعیبی منعمی قدس سرہ

مترجم : پروفیسر حافظ رضوان اللہ آروی

صفحات : ۳۰۴

سال اشاعت : ۲۰۱۴ء

تعداد : ۵۰۰

کمپوزینگ : منعمی کمپیوٹر، دریاپور، لنگرٹولی چوراہا، پٹنہ-۴

طباعت : کریٹیو آرٹ، شاہ گنج، پٹنہ-۷

ناشر : خانقاہ منعمیہ، میتن گھاٹ، پٹنہ سیٹی

باہتمام : جناب سید وسیم حسن صاحب، بی. ایم داس روڈ، پٹنہ

قیمت : ۱۵۰ر روپئے Price : Rs. 150/-

ملنے کے پتے :

- خانقاہ منعمیہ، میتن گھاٹ، پٹنہ سیٹی-۸
- بک امپوریم، سبزی باغ، پٹنہ-۴

فہرست

حضرت مخدوم شاہ حسن علی منعمیؒ

اوران کے مکتوبات وملفوظات

از

حضرت سید شاہ شمیم الدین احمد منعمی

سجادہ نشیں، خانقاہ منعمیہ قمریہ، میتن گھاٹ، پٹنہ سیٹی

احوال پرسی واحوال رسانی کا قدیم ترین ذریعہ مکتوب ہے۔ترسیل علم وعرفان کے لئے بھی اس کا استعمال قدیم زمانے سے ہوتا آیا ہے۔بائبل کے رائج الوقت متن میں بھی مکاتیب موجود ہیں اور قرآن کریم میں بھی مکتوب نقل ہوا ہے۔حضور نبی کریم ﷺ نے شاہان زمانہ اور حکام وقت کو تبلیغ ودعوت کے لئے مکاتیب ارسال فرمائے۔صوفیائے کرام اور مشائخ عظام نے بھی مکاتیب کے ذریعہ رشد وہدایت اور تبلیغ ودعوت کا فریضہ انجام دیا ہے۔اس بر صغیر میں قدیم ترین مجموعہ مکاتیب حضرت شیخ شرف الدین بوعلی قلندر پانی پتی (م ۷۲۵ھ) کا ملتا ہے۔ایک لائق اور نیک سیرت امیر عین الدین ماہرو کے رقعات بھی اسی دور کے یادگار ہیں۔۷۴۷ھ میں حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری کے ایک سو مکاتیب کا پہلا مجموعہ مرتب ہوتا ہے اور اس کو وہ شہرہ آفاق مقبولیت حاصل ہوتی ہے جو اس سے پہلے کسی مجموعہ مکاتیب کو حاصل نہیں ہوئی تھی۔پھر حضرت مخدوم جہاں کا دوسرا مجموعہ مرتب ہوتا ہے تو پہلا مجموعہ مکتوبات قدیمہ جسے بعد میں مکتوبات صدی کہا گیا اور نیا مجموعہ مکتوبات جدیدہ کہلایا جسے بعد میں مکتوبات دوصدی کے نام سے شہرت ملتی ہے۔

حضرت مخدوم جہاں کے معاصرین میں مخدوم سید جلال بخاری المعروف بہ جہانیاں جہاں گشت اور حضرت سید محمد گیسو دراز بندہ نواز کے مکتوبات کے مجموعہ بھی ملتے ہیں۔ نویں صدی ہجری میں حضرت مولنا مظفر بلخی (م ۸۰۴ھ) حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی اور حضرت حسام الدین مانکپوری کے مکاتیب کے مجموعے بڑی اہمیت کے حامل ہیں اور ان تینوں پر ابھی داد تحقیق ملنی باقی ہے۔ ان کے بعد حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی کے مکاتیب ربانی وجود میں آئے ہیں اور مخدوم جہاں کے مکاتیب کے بعد سب سے زیادہ شہرت مکتوبات ربانی کو حاصل ہوئی۔

بہار میں حضرت مخدوم جہاں کے بعد ان کے لائق جانشینوں میں حضرت مولینا مظفر بلخی اور حضرت مخدوم حسین بن معز نوشہ توحید بلخی (م ۸۴۴ھ) نے مکاتیب کے ذریعہ خلفاء مریدین و مخلصین کی تربیت کا سلسلہ بڑی خوبصورتی کے ساتھ جاری رکھا۔ افسوس، یہ دونوں مجموعہ مکاتیب ابھی تک تشنہ تحقیق و ترجمہ ہیں۔

حضرت مخدوم حسین نوشہ توحید بلخی کے بعد بہار میں مکاتیب نگاری کا باضابطہ سلسلہ ایک عرصہ دراز کے لئے شاید بند ہی ہوگیا۔ حضرت شیخ قاضن علا شطاری فردوسی (م ۹۰۱ھ) کے مکاتیب کا مجموعہ قرین قیاس ہے کیوں کہ ان کے چار عدد مکاتیب حضرت دیوان سید ابوسعید جعفر محمد قادری (۱۱۱۱ھ) نے نقل فرمائے ہیں جس کا قلمی نسخہ خانقاہ منعمیہ میتن گھاٹ پٹنہ کی لائبریری میں موجود ہے۔

دسویں صدی ہجری کے بعد بارہویں صدی ہجری میں حضرت مخدوم شاہ محمد منعم پاکؒ (م ۱۱۸۵ھ) کے بعض مکاتیب کا پتہ چلتا ہے۔ جن میں سے بعض کا متن بھی موجود ہے لیکن باضابطہ کسی مجموعہ کا تادم تحریر کوئی علم نہیں۔ بارہویں صدی ہجری اور تیرھویں صدی

ہجری کے اوایل میں حضرت مخدوم منعم پاک کے نامور مرید وخلیفہ حضرت مخدوم حسن علی (۱۱۴۳-۱۲۲۴ھ) کے مکاتیب کا مجموعہ سامنے آتا ہے۔حضرت مخدوم حسین بن معز نوشہ توحید بلخی کے بعد بہار میں مرتب ہونا والا یہ پہلا باضابطہ مجموعہ مکاتیب ہے۔اور ساتھ ہی ساتھ سلسلہ فردوسیہ کی مکتوب نگاری کی روایت کا احیا بھی ہے۔

حضرت مخدوم شاہ حسن علی شعیبی شیخ پوروی اپنے زمانے کے علمائے ربانین اور شیوخ کاملین میں نمایاں حیثیت کے مالک ہیں۔آپ کی ولادت اپنے وطن شیخ پورہ بہار میں ۱۱۴۳ھ میں ہوئی والد کی جانب سے آپ کا سلسلہ نسب مشہور فردوسی بزرگ حضرت مخدوم شاہ شعیب فردوسی (م ۸۲۴ھ) سے ملتا ہوا حضرت امام محمد تاج فقیہ سے جاملتا ہے اور اسی طرح آپ ہاشمی النسب ہیں۔ملاحظہ ہو۔

حضرت مخدوم شاہ حسن علی شیخپوروی فردوسی المنعمی ابن شاہ محمد امام ابن شاہ اکرام ابن شاہ ابوالفتح ابن شاہ عبدالرزاق ابن شاہ محمد جلال ابن شاہ محمد فیروز ابن شاہ نظام الدین ابن شاہ مظفر ابن مخدوم شاہ شعیب شیخ پوروی فردوسی ابن شیخ جلال ابن شیخ عبدالعزیز ابن امام محمد تاج فقیہ (از اولاد زبیر بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف)

حضرت مخدوم شاہ حسن علی دو بھائی تھے۔آپ کے چھوٹے بھائی شاہ عالم علی تھے۔حضرت کا بچپن اپنے وطن شیخ پورہ میں ہی اپنے والد ماجد اور خاندان کے بزرگوں کے ساتھ گذرا۔ایام طفولیت سے ہی آپ کا ولی مادرزاد ہونا سب پر ظاہر ہوتا جارہا تھا۔بالکل بچپن کا ایک واقعہ صاحب انوارولایت نے خود حضرت کی زبانی یوں نقل کیا ہے۔

''حضرت مخدوم شعیب علیہ الرحمہ کے مزار مبارک (شیخ پورہ بہار) پر بنظر زیارت ہم جاتے تھے اور اس خیال سے کہ کچھ روپۓ مجکو ملجائیں غلاف مزار کے اندر ہاتھ

دیتے تھے اور واقعی غلاف کے اندر سے کچھ روپئے بھی مل جاتے تھے اور وہ روپئے ہم اپنے ساتھ کے لڑکونکو بانٹ دیتے تھے اتفاقاً میرے والد نے ایک روز خود اپنی آنکھوں سے لڑکونکو روپئے دیتے دیکھ لیا اور یہ خیال کر کے کہ شاید کسی زائر نے نذر چڑھائی ہے جس کو اسنے پوشیدہ اٹھالیا ہے اگر درگاہ کے اور حصہ دارونکو معلوم ہوگیا تو وہ برا بھلا کہیں گے مجھ سے دریافت فرمایا کہ یہ روپئے تم کو کہاں سے ملے ہیں جو لڑکوں کو یوں بے دریغ بانٹ رہے ہو میں نے اصل واقعہ عرض کر دیا آپ نے یہ سن کر نصیحت بزرگانہ کے طور پر فرمایا کہ دیکھو یہ بے ادبی ہے ایسا نہ کیا کرو۔ (۱۱۲-۱۱۳، انوار ولایت) اس واقعہ کو جناب حضور شاہ امین احمد شبات فردوسی المنعمی نے مثنوی روضۃ النعیم میں بھی نظم فرمایا ہے۔

اسی طرح کا ایک واقعہ صاحب کیفیت العارفین نے بھی نقل فرمایا ہے:

”ایک روز جب کہ آپ کی عمر ے سال تھی کہ صرفہ کی تکلیف بہت بڑھ گئی طبیب نے میٹھے کی طرف آپ کی رغبت کو دیکھتے ہوئے احتیاطاً میٹھا کھانے سے منع کر دیا۔ اس کے بعد جب آپ کو میٹھا کھانے کی خواہش ہوتی، اپنے جد اعلیٰ مخدوم شعیب کے مزار مبارک پر حاضر ہوتے اور عرض کرتے۔ دادا حضور مجھے مٹھائی دیجئے۔ فوراً مزار مبارک سے حلوہ کا طشت سامنے آجاتا اور آپ تناول فرماتے۔ ایسا بارہا ہوتا۔ ایک روز کسی خادم نے یہ ماجرا دیکھ لیا۔ اس نے آپ کے والد سے شکایت کی۔ والد نے جب آپ سے پرشش فرمائی تو آپ نے فرمایا کہ مجھے دادا عطا فرماتے ہیں۔ والد نے فرمایا کہ مجھے بھی دیکھاؤ کہ دادا تمہیں کیسے میٹھا دیتے ہیں۔ چنانچہ آپ والد کو لے کر مزار مبارک پر حاضر ہوئے اور اسی طرح سوال فرمایا۔ چنانچہ برابر کی طرح طشت حلوہ سامنے موجود تھا۔ آپ نے اسے لیا خود بھی کھایا اور دوسروں کو بھی کھلایا۔ والد ماجد نے جب یہ حال دیکھا تو فرمایا کہ اگر تمہارے

دادا کی رضا اسی میں ہے تو پھر معاملہ دادا اور پوتے کا ہے''۔

جب آپ کا سن مبارک دس سال ہوا آپ از روئے شرع نماز کے مکلّف ہوئے تو طبیعت میں بچپنے کی وجہ کر نماز سے سستی کا غلبہ تھا۔لیکن یہ سستی جو عام طور پر بچوں میں پائی جاتی ہے اس پر آپ کے ساتھ کیا گذرا خود فرماتے ہیں :

''ایک دفعہ مجھ پر گذرا کہ رات کے وقت میں سویا ہوا تھا کہ ایک بزرگ اسی عالم خواب میں تشریف لائے اور مجھ کو نماز پڑھنے کی بہت تاکید کی یہ دیکھ کر خوف سے میری آنکھ کھل گئی لیکن بوجہ لڑکپن کے پابند نماز نہ ہوا اور خیال کیا کہ اپنی ماں کے پاس سویا کروں تب شاید خوف نہ آئے چنانچہ ایسا ہی کیا تھوڑے دنوں کے بعد پھر وہی بزرگ خواب میں تشریف لائے اور بہت خفا ہوئے کہ نماز نہیں پڑھتا اسکے بعد بھی میں پابند نماز نہیں ہوا اور اب یہ سونچا کہ کوٹھری میں کوار بند کر کے سو رہوں وہاں کیونکر کوئی شخص آ کر مجھ پر خفا ہوگا چنانچہ ایسا ہی کرنے لگا تھوڑے دنوں کے بعد پھر وہی بزرگ تشریف لائے اور بہت خفا ہوئے کہ تو نماز نہیں پڑھیگا اور ایک طمانچہ بھی مجھ کو مارا کہ اس خدشہ سے میری نیند ٹوٹ گئی اور طمانچہ کا نشان میرے کلہ پر موجود تھا اس کے بعد میں نے غسل کیا اور پابند صلوۃ ہوگیا۔پھر ایک عرصہ کے بعد وہی بزرگ خواب میں تشریف لائے اور ایک درود کے پڑھنے کی مجھ کو ہدایت کی۔

پھر ایک زمانہ کے بعد وہی بزرگ خواب میں تشریف لائے اور میرا ہاتھ پکڑ کر ایک باغ میں لے گئے یہاں ایک بزرگ متبرک صورت تشریف رکھتے تھے اور ان کے دونوں پہلو پر دو صاحبزادے نہایت حسین وشکیل کھڑے تھے جن بزرگ کے ساتھ میں گیا تھا انہوں نے مجھ سے کہا کہ ان لوگوں کو سلام کرو میں نے سب کو سلام کیا۔اس کے بعد وہ دونوں صاحبزادے جو بغل میں کھڑے تھے میرا ہاتھ پکڑ کر چمن میں ٹہلنے لگے اور فرمایا کہ

امام شرف الدین نے جو تم کو درود تعلیم کیا ہے اس کی مداومت رکھو تم کو ایسی ہی جگہ ملے گی۔

(انوار ولایت:۱۱۳-۱۱۴)

ایسے واقعات کا ظہور کثرت سے ہوا اور آپ کے ولی ازلی ہونے پر گواہ بنتا گیا۔

اسی دوران ۱۲ برس کی عمر میں ہی آپ تعلیم مزید کی غرض سے پٹنہ آ گئے اور مدراس علمیہ میں طلبا کی جماعت کے ساتھ شریک درس ہو گئے تو یہاں بھی اکثر آپ کی حیرت انگیز صلاحیت کشف وادراک کا پتہ چلنے لگا۔

ایک روز عظیم آباد پٹنہ میں آپ نے اپنے بعض ہم سبق طلباء سے فرمایا کہ آج میرے حصے کا کھانا تم لوگ کھالو میں نہیں کھاؤں گا کیوں کہ میرے لئے آدھی رات کو فلاں بیگم صاحبہ کے یہاں سے پلاؤ وغیرہ پک کر آنے والا ہے۔ اور جسے اس کھانے میں میرا ساتھ دینے کی خواہش ہو تو وہ کھانے کے لئے صبر کرے۔ یہ بات سن کر ایک نوجوان جو آپ سے اپنی بد دلی کی وجہ کر بغاوت رکھتا تھا گستاخی کرتے ہوئے کہنے لگا کہ یہ اپنا کشف ظاہر کر رہے ہیں۔ کھانا وانا تو آنے سے رہا۔ جب آدھی رات گذر گئی تو ایک خادمہ سر پر خوانچہ رکھے مدرسہ آئی اور آواز دینے لگی کہ فلاح بیگم صاحبہ نے حسن علی نام کے طالب علم کے لئے کھانا بھیجا ہے۔ حضرت نے اپنا نام سن کر اس سے خوانچہ لے لیا اور سر پوش ہٹایا تو وہ ساری نعمت موجود تھی۔ جس کا ذکر فرمایا تھا۔ چنانچہ آپ نے خود بھی تناول فرمایا اور ساتھیوں کو بھی کھلایا۔ (کیفیت العارفین:۱۸۹-۱۹۰)

اسی قبیل کا ایک اور واقعہ پٹنہ عظیم آباد میں دوران درس پیش آیا جس سے آپ کی غیر معمولی نگاہ باطن اور وہبی صلاحیتوں کا صاف صاف پتہ چلتا ہے۔

کہتے ہیں کہ ایک روز آپ اپنے استاد سے درس لیتے ہوئے پہلے تو بے شان گمان

مسکرائے اور پھر ہنس پڑے، استاز نے جب حسرت سے آپ کا چہرہ دیکھا تو معصوم چہرے پر کہیں پر بھی نہ تکلف تھا اور نہ غیر سنجیدگی۔ ابھی نگاہ چہرے پر ہی تھی کہ یک بیک آپ کی کیفیت بدلی اور آپ رنجیدہ نظر آئے اور پھر بے ساختہ رونے لگے۔ استاد متعجب اور پریشان ہوئے۔ جب ذرا افاقہ ہوا تو محبت سے پوچھا کہ اس طرح یک بیک ہنسنے اور رونے کی وجہ کیا ہے؟

آپ نے عرض کیا کہ ایک عجیب معاملہ میری نگاہوں نے دیکھا اور وہی اس کا سبب بنا۔ میں نے دیکھا کہ آپ کے گھر پر گائے نے بچھڑا جنا۔ چنانچہ آپ کی اہلیہ و گھر والے خوشی خوشی گائے کے گرداگرد جمع گئے۔ منظر مسرت انگیز تھا میں بھی خوش ہو گیا۔ چند ساعت گذری تھی کہ جہاں پر آپ کی زوجہ کھڑی تھی وہاں سے متصل پرانی خستہ دیوار یکایک گر پڑی اور آپ کی اہلیہ اس کے نیچے دب کر دنیا سے جاتی رہیں۔ اس منظر نے آپ کے گھر بھر کو رلا دیا تو میں بھی رو پڑا۔

استاد نے یہ سن کر حیرت و پریشانی کے ساتھ فرمایا عزیزم میرا گھر یہاں سے کافی دور تقریباً ۱۶ میل کی دوری پر ہے۔ تم نے کیسے دیکھ لیا کہ بتاتے ہو۔ کیا تم غیب جانتے ہو؟ معصوم سے شاگرد نے جواب دیا اگر یقین نہیں تو انتظار کیجئے خبر آیا چاہتی ہے چنانچہ دن گذرتے گذرتے ان کے گھر سے ایک خادمہ پریشان پژمردہ آ ہی گئی کہ ایسا ایسا واقعہ ہو گیا۔ جو کچھ اس نے بیان کیا وہ بعینہ وہی تھا جو کہ آپ فرما چکے تھے۔ (کیفیت العارفین: ۱۹۰)

ان کیفیات و مشاہدات اور تصرفات نے آپ کو ہر قسم کے غل و غش سے پاک رکھا اور پاکیزگی جسم و جان عمر کے ساتھ ساتھ اور بڑھتی گئی۔ عمر ۱۹ سال کے قریب ہوئی تو کتابیں قریب الفراغ تھیں اور دل ایسے اہل اللہ کی نظر کیمیا اثر کے لئے بے چین تھا جو ان صلاحیتوں کو کنارۂ حق لگائے۔ خوش قسمتی سے یہی وہ دور تھا کہ حضرت مخدوم شاہ محمد منعم پاک

بحکم بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ والہ وسلم دہلی سے پٹنہ تشریف لائے اور جامع مسجد حضرت ملا میتن کے احاطہ میں اپنا سجادہ رشد وہدایت بچھایا۔ بارگاہ رسالت کی بشارت کی خوشبو اس تیزی سے پھیلی کہ آپ کی خانقاہ عالم پناہ کی جانب تمام تشنگان علم وعرفان اپنا قبلہ درست کرنے لگے تو آپ بھی بصد شوق خدمت میں حاضر ہوئے۔

حضرت مخدوم منعم پاک کی پٹنہ تشریف آوری کے اثرات ونتائج کا ایک جائزہ واضح کرتا ہے کہ آپ کی پرکشش شخصیت اور سریع التاثیر فیضان نے جہاں عمر رسیدہ شیخ فاضل کو متاثر کیا وہیں مخدوم حسن علی جیسے زیر تعلیم ۱۹ سالہ صاحب کشف طالب علم کی بھی پہلی پسند آپ ہی قرار پائے۔ ۱۱۶۲ھ، ۸۰ سالہ متوکل درویش جس کا نہ کوئی بیت نہ اہل بیت، رشد وہدایت، درس وتدریس کی خدمت پر باوجود اپنی پیرانہ سال کے چاق وچوبند۔ مریدوں کو اولاد اور طالب صادق کو لخت جگر سمجھنے والا ہر پیاسے کے لئے چاہ رلزم کی صفت رکھتا ہے۔ حضرت مخدوم حسن علیؒ صرف شہرۂ فیاضی سن کر حاضر ہوئے یا پھر کوئی غیبی اشارہ یا کشف جو، انہیں غیر معمولی طور پر نصیب تھا، کھینچ لایا تادم تحریر اس سلسلے میں کوئی فیصلہ کن بات کہہ پانا مشکل ہے۔ لیکن حاضر ہوئے تو نام و پتہ بطور تعارف عرض کیا۔ حضرت مخدوم منعم پاکؒ نے نام و پتہ سے آگے بڑھ کر آپ کے طاب صادق اور صلاحیت باطن کو پڑھ لیا اور نہایت محبت اور شفقت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے آغوش تربیت میں یوں لیا کہ مخدوم حسن علیؒ ہمیشہ کے لئے آپ کے ہوگئے۔

حضرت مخدوم منعم پاکؒ کا وطن پچنہ (ضلع شیخ پورہ) تھا اور مخدوم حسن علیؒ کا وطن شیخ پورہ تھا۔ وطنی قربت اکثر نسبی قربت کا بھی بہانہ بنتی ہے۔ گاؤں اور دیہات میں باوجود زوال کے ابھی تک دور وقریب کا رشتہ تو اپنی جگہ صرف ہم وطنی سے بھی رشتہ بزرگی وعزیزی

قائم ہو جاتا ہے اور ہمیشہ نبھتا رہتا ہے۔

اپنے پیر و مرشد حضرت مخدوم منعم پاکؒ سے آپ کی کوئی باضابطہ نسبی یا خونی رشتہ داری نہیں تھی لیکن پیر کے وطن پچنہ اور آپ کے وطن شیخ پورہ کے قرب و جوار میں واقع ہونے کی وجہ کر بزرگوں سے جو عزیزانہ رشتہ بن جاتا ہے اسی رشتہ کے تحت کوئی آپ کو پیر و مرشد کا بھانجہ سمجھتا ہے اور کوئی نواسہ۔

یہی وجہ ہے کہ حضرت مخدوم حسن علیؒ کی حضرت مخدوم منعم پاکؒ سے قریب یا دور کی کسی رشتہ داری کا علم ان دونوں کے سب سے قریب ترین تذکرہ نگار حضرت شاہ حیات اللہ کو نہیں تھا۔ وہ حضرت مخدوم حسن علی کی خدمت اقدس میں ۷ سال حاضر باش رہ کر تعلیم و تربیت اجازت و خلافت سے فیضیاب ہوئے اور ۱۱۹۵ھ میں حجتہ العارفین کے نام سے ایک قیمتی تذکرہ تالیف فرمایا جو سلسلہ ابو العلائیہ کے بزرگوں کے لئے قدیم اور مستند ماخذ کی حیثیت رکھتا ہے۔

جناب حضور حضرت شاہ امین احمد ثبات فردوسی زیب سجادہ حضرت مخدوم جہاںؒ نے مثنوی روضتہ النعیم میں حضرت مخدوم حسن علی کا تفصیلی حال نظم فرمایا ہے لیکن مخدوم منعم پاکؒ سے مخدوم حسن علیؒ کے کسی رشتہ کا کوئی ذکر نہیں فرمایا۔

مرآۃ الکونین کے مصنف غلام نبی فردوسی کو کسی رشتہ کا علم نہیں۔

حضرت مولینا سید شاہ عطا حسین فانی داناپوری ثم گیاوی نے سلسلہ ابو العلائیہ کے مشائخ عظام پر سب سے مبسوط اور وقیع تذکرہ کیفیت العارفین کے نام سے ۱۲۶۲ھ میں تالیف فرمایا، جس میں وہ صرف اتنا فرماتے ہیں:

''چوں آوازہ فیض عام حضرت قطب العالم (مخدوم منعم پاکؒ) از

زبان ہر کس و ناکس بہ گوش ہوش حضرت شیخ المشایخ (مخدوم شاہ حسن علیؒ) رسیدہ بہ مجرد شنیدن ایں حال حاضر خدمت شریف حضرت قطب العالم گردیدند و از پتہ و نشان قریب الوطنی خود مطلع نمودند۔ از انجا کہ بسبب قرب جوار در قرابت قطب العالم ہم بودند۔ حضرت قطب العالم بر شیخ المشایخ شفقت بزرگانہ می فرمودند'' (۱۸۷)

حضرت سید شاہ عطا حسین فانیؔ نے کنز الانساب کے نام سے بہار کے سادات و شیوخ و مشاہیر کے نسب نامے اور قرابت داریاں جمع فرمائیں۔ اس میں بھی حضرت مخدوم منعم پاکؒ سے آپ کی کسی نسبی رشتہ داری کا کوئی تذکرہ نہیں۔

صاحب اخبار الاولیا قاضی محمد اسمعیل قدیمی، جن کے والد کے اپنے نانا قاضی امام بخش مخدوم حسن علیؒ کے نامور مریدین میں سے تھے، حضرت مخدوم منعم پاک سے آپ کے کسی رشتے کا ذکر نہیں کرتے۔

مولوی حسیب اللہ صاحب عمادی بھی تذکرۃ الصالحین میں اسی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

''اور آپ سے بہ سبب قرب و جوار کے کوئی قرابت بھی تھی''

تذکرۃ الابرار میں حضرت شاہ محمد واجد نوآبادی نے قرب و جوار کے اس رشتہ کو ایک نام دیتے ہوئے یہ لکھا کہ آپ اس رشتہ سے نواسہ لگتے تھے اور مولینا قمر الہدیٰ شاکری کے نزدیک بھانجہ لگتے تھے۔

حضرت مخدوم حسن علیؒ، جب مخدوم منعم پاکؒ کی صحبت میں حاضر ہوئے تو قریب الفراغ تھے۔ چند منتہی کتابیں زیر درس تھی چنانچہ دوسال کے عرصہ تک حضرت مخدوم منعم

پاکؒ نے انہیں اپنے زیرِ درس رکھا اور اس مدت میں مخدوم حسن علیؒ نے کتابیں بھی تمام کیں اور تربیت وصحبت میں رہ کر علم طریقت کی طاب کو بھی بالغ فرمایا۔ دو سال بعد ۲۱ برس کی عمر میں آپ نے اپنے ہاتھوں سے حضرت مخدوم منعم پاکؒ کے دست مبارک کو بہ نیت بیعت بھی پکڑنا چاہا تو حضرت مخدومؒ نے بھی بڑی شفقت سے قبول فرمایا۔ اس لمحہ ایک خاص بات ہوئی جس کی طرف صاحب روضۃ النعیم اور صاحب انوار ولایت نے اشارہ فرمایا ہے اور وہ یہ کہ حضرت مخدوم منعم پاکؒ چوں کہ خود بیعتا قادری تھے اس لئے اگر کوئی اشارۂ روحانی یا خواہش مرید کا معاملہ نہ ہوتا تو عام طور پر بیعت سلسلہ قادریہ میں ہی لیتے تھے اس لئے اس روز بھی اسی نیت سے حضرت مخدوم حسن علیؒ کے ہاتھوں پر اپنا ہاتھ رکھا لیکن اسی وقت حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحیٰ منیریؒ قدس سرہٗ کی روح مبارک بصورت مثالی ظاہر ہوئی اور بے پناہ شفقت اور بے نظیر مرحمت کا اظہار کرتے ہوئے حضرت مخدوم منعم پاکؒ کے ید برکت پر اپنا دست مبارک رکھا اور یوں فرمایا میرے سلسلے میں، چنانچہ مخدوم حسن علیؒ سلسلہ فردوسیہ میں یوں داخل ہوئے کہ ان کے ہاتھوں پر مخدوم منعم پاکؒ کا ہاتھ اور مخدوم منعم پاکؒ کے ہاتھ پر مخدوم جہاں کا ہاتھ تھا۔ سبحان اللہ، ذالک فضل اللہ۔

۲۱ برس کی عمر میں بیعت ہوئے اور پھر ۲۱ برس مزید حضرت مخدوم منعم پاکؒ کی خدمت میں حاضر رہ کر ہر طرح راہ سلوک کرتے رہے اس درمیان اسباق طریقت، مجاہدات اور اشغال کا سلسلہ چلتا رہا۔ حضرت مخدوم منعم پاک زیر تربیت خاص مریدین کو مختلف ذمہ واریاں بھی بخشا کرتے تھے۔ مثلاً درس وتدریس، نیابت، خط وکتابت، ابتدائی مریدوں کو توجہ دینا یا اشغال کی تربیت دینا۔ حضرت مخدوم حسن علیؒ بھی اپنے پیر ومرشد کے حکم سے ان ذمّہ داریوں کو وقتاً فوقتاً ادا فرماتے تھے۔

ایک بار حضرت مخدوم منعم پاک کی خدمت میں ایک پریشان حال ضرورت مند حاضر ہوا اور مہاراجہ کلیان سنگھ عاشق کی خدمت میں سفارش فرمانے کی گزارش کرنے لگا تو حضرت مخدوم نے اس پر رحم فرماتے ہوئے حضرت مخدوم حسن علی کو مہاراجہ کے یہاں اس کی سفارش کے لئے اپنی جانب سے بھیجا۔

لکھنؤ کے شاہ مدن نے حضرت مخدوم منعم پاک سے ارادت ظاہر کی اور تلقین کی درخواست کی تو آپ نے حضرت مخدوم حسن علی کو ان کی تلقین کے لئے لکھنؤ بھیجا۔

(بحر زخّار، ص:۲۰۷۳)

اسی طرح شیخ فتح علی ندولوی کا بیان شیخ طالب علی نے ملفوظات حضرت شاہ نعمت اللہ پھلواروی میں یوں نقل کیا ہے:

> ''جبکہ میں ۱۴ سال کا تھا حضرت منعم پاک قدس سرہٗ کی خانقاہ میں متعلم تھا، کبھی حضرت سے اور کبھی حضرت کے خلیفہ مخدوم شاہ حسن علیؒ قدس سرہٗ سے سبق لیا کرتا تھا'' (۲۳۷، اعیان وطن)

حضرت مخدوم منعم پاکؒ کی اجازت وایما سے آپ کا قیام احاطۂ مسجد میر تقیؒ میں رہتا تھا اور حضرت جسے آپ کی خدمت میں بھیجتے اسے علم شریعت یا طریقت، توجہ یا معانقہ سے یہیں نوازتے تھے۔ حضرت مخدوم منعم پاکؒ کے وصال ۱۱؍رجب ۱۱۸۵ھ کے بعد آپ نے یہاں کا قیام ترک کر کے تھوڑی دوری پر خواجہ کلاں گھاٹ کے قریب ایک مکان لے لیا اور وہیں سکونت اختیار فرمائی۔

رنگت آپ کی سرخ وسفید تھی اور جسم مبارک کی نزاکت واضح تھی جس پر نظافت کا غلبہ تھا۔ ایک روز بازار میں کسی ضرورت سے تشریف رکھتے تھے کہ ایک مرید کی نظر آپ پر

پڑی وہ بے ساختہ قدم بوسی کے لئے آپ کے قدموں پر اس طرح گر پڑا کہ اس روز سے پیروں میں تکلیف اور دقت رہنے لگی جس کی وجہ کر اُٹھتے وقت کسی کی مدد کی ضرورت پڑنے لگی ۔ البتہ جب کبھی رقت وشورش اور وجد و حال کی غیر معمولی کیفیت طاری ہوتی تو آپ خود سے حیرت انگیز طور پر کھڑے ہو جاتے اور تا دیر کھڑے رہتے ۔

چہرۂ انور میں ایک خاص کشش اور رعب تھا اور آپ سیکڑوں کی بھیڑ میں بھی بارونق اور بارعب شخصیت سے پہچانے جاتے ۔

حضرت مخدوم شاہ یحییٰ علی نوآبادی (م ۱۲۶۴ھ) تلاش مرشد کامل میں بے تاب ہو کر اپنے جد اعلیٰ حضرت شاہ احمد ابدال مظفر پوری ثم عظیم آبادی کے مزار مبارک پر اس نیت سے چلہ کش ہوئے کہ

''مجھے اپنے تصرف باطنی سے کامل پیر و مرشد کا اشارہ فرمایئے بلکہ ان کی زیارت کرا دیجئے تا کہ میں انہیں صحیح صحیح تلاش سکوں'' ۔

چنانچہ انہیں بشارت و زیارت نصیب ہوئی لیکن اس چہرۂ انور والی شخصیت کی تلاش میں جب کامیابی نہ ملی تو انہوں نے اپنے پھوپھا حضرت سید شاہ غلام حسین دانا پوری (المتوفی ۱۲۵۴ھ) سے اپنی پریشانی اور جس چہرے کو دیکھا تھا اس کی تفصیل بیان کی تو حضرت انہیں لے کر سیدھے حضرت مخدوم حسن علیؒ کے پاس پہنچے اور جیسے ہی مخدوم یحییٰ علی نے آپ کا دیدار کیا فوراً یہ کہتے ہوئے قدموں میں گر پڑے کہ یہی تو ہیں، یہی تو ہیں ۔

آپ کے مزاج میں بذلہ سنجی اور حاضر جوابی کا عنصر نمایاں تھا۔ عموماً خاموش رہتے لیکن اگر کوئی اپنے بڑبولے پن یا طنز کے ذریعہ کوئی غلط پیغام دینا چاہتا تو آپ اسے کبھی گوارا نہ فرماتے اور مسکت اور احسن جواب بروقت اور برجستہ عطا فرماتے ۔ چنانچہ ایک بار

اپنے پیر و مرشد کے حکم کے مطابق ایک ضرورت مند کی حاجت روائی کی سفارش کرنے کے لئے راجہ کلیان سنگھ عاشق کے دولت کدہ پر تشریف لے گئے تو اس وقت راجہ موصوف کے مصاحبوں میں مشہور شاعر اور کسی کی ہنسی و مذاق اڑانے میں اپنی شہرت رکھنے والے اشرف علی خاں فغاں (م ۱۱۸۶ھ) بھی موجود تھے۔ آپ جب راجہ موصوف کے ساتھ محو گفتگو ہوئے تو فغاں کی رگ شرارت پھڑکی اور تمسخر اڑانے کی عادت عود کرائی تو اس نے بیجا طور پر آپ کو اپنی جانب متوجہ کراتے ہوئے پوچھا کہ

''مذہب شما چیست؟'' (مذہب آپ کا؟)

اس وقت مخدوم حسن علی کی عمر مشکل سے ۳۰ سے ۴۰ کے درمیان رہی ہوگی لیکن آپ نے فوراً اس کی نیت تاڑ لی اور الجھنے کے بجائے لفظ مذہب کے لغوی معنی (راستہ) کا فائدہ اٹھاتے ہوئے خود اسے الجھا دیا اور برجستہ فرمایا:

''از مسجد میر تقی تا ایں جا'' (مسجد میر تقی سے یہاں تک)

لیکن فغاںؔ اپنی جبلّت سے باز آنے والے نہیں تھے انہوں نے پھر پوچھا:

''مشرب شما چیست؟'' (آپ کا مشرب؟)

مشرب یعنی مسلک، مکتبہ فکر لیکن پانی پینے کی جگہ اور ظرف اس کا لغوی معنی ہے چنانچہ پھر اس کا فائدہ اٹھاتے ہوئے بے تکلفی سے فرمایا'' گاہ آب چاہ گہے آب دریا'' (کبھی کنویں کا اور کبھی دریا کا) فغاں کی حاضر جوابی اور ضحّا کی مشہور اور محبوب تھی لیکن آج تو بولتی بند تھی چنانچہ کھسیانی ہنسی ہنستے ہوئے جھلا گیا اور پوچھ بیٹھا:

شما رافضی یا خارجی (تم رافضی ہو یا خارجی)

مخدوم حسن علیؒ نے آج نامور بڑبولے کو پوری طرح شکست دیتے ہوئے زیرلب

مسکراہٹ کے ساتھ حیرت کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا:

''حسن علی را رافضی گویا خارجی (حسن علی کو جو رافضی کہے یا سمجھے تو وہی خارجی ہے)

راجہ موصوف حضرت مخدوم منعم پاک کے بڑے عقیدت مندوں میں سے تھے۔ اور وہ ان کی نیابت کرنے والے کے لئے بھی پر خلوص تھے۔

وہ ناپسندیدگی کے ساتھ فغاں اور آپ کے مکالمہ کو سن اور دیکھ رہے تھے۔ اب ان کی باری تھی انہوں نے فغاں کی سرزنش کرتے ہوئے فرمایا۔

''خاں صاحب آپ کو اللہ والوں کے معاملہ میں تو کچھ شرم و ادب ہونا ہی چاہئے۔ حضرت کے بلیغ جوابات سے اس بات کی تائید ہو جاتی ہے کہ اللہ والوں کے قلب پر ہر لحظہ اللہ کی جانب سے بے پناہ فیض برستا رہتا ہے''۔

حضرت مخدوم حسن علی بڑے صابر و شاکر اور بے پناہ توکل و قناعت کی صلاحیت والے بزرگ تھے لیکن اگر کوئی بات شان حق تعالیٰ یا شان اولیا کے خلاف ہوتی تو کبھی برداشت نہ فرماتے اور احقاق حق میں کوئی مصلحت گوارا نہیں کرتے۔

آپ کی ذات ستودہ صفات کا جمال ظاہر تھا لیکن جلال اس پر غالب تھا۔

روزانہ کا معمول یہ تھا کہ چاشت کے قریب ایک وقت معین تھا جس میں آپ کبھی خشکہ و دال اور کبھی خشکہ و قلیہ تناول فرماتے، بس ہو گیا۔ فقیر کو صرف ایک غذا کافی ہے لیکن اگر کسی وجہ سے مقررہ وقت پر کھانے کا معمول پورا نہیں ہو پاتا تو پھر دوسرے دن اسی وقت کھانا تناول فرماتے یعنی کسی اور وقت خلاف معمول تناول نہیں فرماتے اور اگر دوسرے دن بھی کسی کی وجہ سے یہ وقت کٹ جاتا اور جو ایک غذا تناول فرماتے تھے وہ بھی تناول نہ فرما پاتے تو اس سے فرماتے۔

''فقیر سے ملنے کا وقت دوسرا ہے''

ایک بار اجمیر شریف کا سفر فرمایا تو زادراہ کے طور پر کچھ بھی ہمراہ لینا گوارہ نہ فرمایا محض توکل اور فتوت کا توشہ لئے اس روحانی سفر کو مکمل فرمایا جس میں نہ تو شہرت کو پسند فرمایا اور اور نہ لوگوں کے اژدہام کو۔ راستہ میں مکن پور میں حضرت شاہ بدیع الدین مدار کے روضۂ اطہر پر بھی حاضری دی۔ اثنائے سفر میں کہیں صوفی نما بہروپیوں کی اصلاح فرماتے اور کہیں لوگوں کو دیو و پری و بدروح کے ظلم و عتاب سے بھی نجات دلاتے۔ اجمیر شریف میں حضرت خواجہ کے فیضان اور نگاہ خاص سے خوب خوب مالا مال ہوئے۔

آپ کی توجہ بے پناہ پر تاثیر تھی سامنے والا تو مکیف اور متاثر ہوتا ہی جو سیکڑوں میل دور ہوتا وہ بھی آپ کی عطا و سخا سے یوں مالا مال ہوتا جیسے کہ حضور میں موجود ہو۔ اپنے مریدوں کی طرف جہاں رہتے وہیں سے نظر کرم اور توجہ فرماتے۔ مشکلیں دور فرماتے۔ مسئلے حل فرماتے، عقدہ کھول دیتے، بگڑیاں بنا دیتے، راہ صواب دکھا دیتے، یہی وجہ ہے کہ جید علمائے کرام اور ماہرین علوم متداولہ بھی آپ کی چوکھٹ پر گدائی اور خادمی کی تمنّا لئے مریدوں اور مسترشدوں کی صف میں نظر آتے۔

کرامات اور خرق عادات سے عام طور پر پرہیز فرماتے لیکن جب کرامات اولیا کے حق ہونے کا اثبات ضروری ہو جاتا اور اس کی عملی دلیل کی ضرورت پڑتی تو بطور خدمت دین کچھ ظاہر ہو جاتا۔

ایک روز حضرت مخدوم جہاں کے مجاہدات پر آپ کی مجلس میں گفتگو ہونے لگی۔ حضرت نے ان کے کیفیت فنائیہ کا تذکرہ فرماتے ہوئے بہیا کے ویرانے میں مخدوم جہاں کی غیر معمولی محویّت کی طرف اشارہ فرمایا تو آپ کو لگا کہ مثال کو زندگی کی ضرورت ہے چنانچہ آپ نے فرمایا کہ:

''اگر مخدوم شاہ شرف الدین کو کیفیت فنا ئیہ بارہ برسوں تک تھی تو
دوسرے کے لئے بھی ہوگی۔''

جب رات آئی تو آپ کے تمام حاضر ومریدین نے عشاء بجماعت پڑھی۔ حضرت مخدوم شاہ حسن علی قدس سرہٗ بھی بنفس نفیس شریک جماعت تھے۔ پہلی رکعت میں ہی آپ پر کیفیت فنا ئیہ کا غلبہ ہوا۔ جماعت تمام ہوئی اور جملہ مصلّین دھیرے دھیرے چلے گئے یہاں تک کہ نماز فجر کی جماعت تک حضرت اسی طرح حالت قیام میں محو ومستغرق تھے جیسا کہ نماز عشاء کی پہلی رکعت میں کھڑے ہوئے تھے۔ حال یہ تھا کہ جس طرح میت بے حس وکت لیٹی ہوتی ہے نہ کسی کی آمد سے کوئی غرق اور نہ کسی کی رفت سے کوئی مطلب فرق بس اتنا تھا کہ میت لیٹی ہوتی ہے اور آپ کھڑے تھے۔ انتہا یہ کہ سانسوں کی آمد ورفت بھی نا قابل دید ومحسوس تھی۔ (کیفیت العارفین، ص:۱۸۹)

ایک روز آپ کا ایک معتقد جو اولاد سے محروم تھا اپنی محرومی کی دوری کے لئے آپ کی خدمت میں گرگڑایا اور اس کے بار بار التجا کرنے پر آپ نے فرمایا کہ جاؤ ایک گوشے میں اپنی اہلیہ کو بیٹھاؤ جہاں کوئی مرد یا عورت کا داخلہ نہ ہو میں توجہ کے لئے آتا ہوں۔ پھر جب حضرت مخدوم اس مکان میں تشریف لے گئے تو اس خاتون کو وضو کرنے کا حکم دیا اور جب وہ وضو کر کے حاضر آئی تو حضرت نے اسے اپنے سامنے نماز میں بیٹھنے کی طرح بیٹھنے کا حکم دیا اور اس پر توجہ فر مائی۔ اس دوران اس خاتون کی چھوٹی بہن جس کی عمر ابھی مشکل سے 9 یا دس سال ہوگی اپنے تجسس کی بنا پر دیوار کے ایک روشن دان سے جھانک کر اس گوشے میں دیکھنے لگی۔

چنانچہ چند دنوں بعد جب اس خاتون میں بفضلہٖ تعالیٰ حمل کے آثار ظاہر ہوئے تو وہیں حیرت انگیز طور پر اس کی چھوٹی بہن میں بھی حمل کے آثار ظاہر ہونے لگے۔ دھیرے

دھیرے جب یہ شک پختہ ہوا تو خوشی وغم ایک ساتھ محسوس ہونے لگا بے اولاد کو اولاد کی امید قوی ہوئی اس کی خوشی تھی لیکن کمسن کنواری دوشیزہ کو حمل کے آثار پختہ ہو جائیں اس سے زیادہ رنج و پریشانی و بدنامی اور کیا ہو سکتی تھی۔ اس خاتون کا شوہر اور اس لڑکی کا بہنوئی بدحواس حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور سارا ماجرہ سنایا۔ حضرت نے فرمایا میں نے تم سے کہا تھا جب تمہاری زوجہ پر میں توجہ ڈالوں تو وہاں کسی کا گذر نہ ہو، یقیناً یہ وہاں آئی ہوگی اور کسی ذریعہ سے جھانکی ہوگی۔

اب ایک ہی ترکیب ہے کہ اسی طرح گوشے میں اس لڑکی کو باوضو بیٹھاؤ میں توجہ سلبی دونگا لیکن خبردار اس جگہ اپنی حاملہ زوجہ کو مت آنے دینا۔

چنانچہ ان لوگوں نے اسی طرح اہتمام کیا۔ حضرت تشریف لے گئے اور توجہ سلبی ڈالی اور واضح حمل ایسا غائب ہوا جیسے کہ تھا ہی نہیں۔ چند مہینے بعد اس کی زوجہ کو ولادت ہوئی اور وہ بفضلہٖ تعالیٰ ایک بیٹے کا باپ بنا۔

(کیفیت العارفین، ص:۱۹۰) (روضۃ النعیم، ص:۱۰۰) (مرأۃ الکونین، ص:۴۴۳)

ایک بار مولانا شاہ عبدالغنی پھلواروی اپنے ایک دوست میر اکبر علی کی دعوت پر عظیم آباد پٹنہ کے محلّہ دوندی بازار میں ان کے دولت کدے پر تشریف لائے۔ میر اکبر علی صاحب بھی حضرت مخدوم منعم پاکؒ کے تربیت یافتہ تھے اور اسی نسبت سے انہوں نے حضرت مخدوم حسن علی کو بھی مدعو فرمایا تھا چنانچہ آپ بھی تشریف لے گئے۔ دوران دعوت و گفتگو مولانا عبدالغنی بول پڑے کہ ''میں ابوالعلائیوں کی نسبت و تاثیر دیکھ چکا ہوں'' یہ سنتے ہی حضرت مخدوم حسن علیؒ پر ایک حالت طاری ہوئی اور آپ بغل کی ایک کوٹھری میں تشریف لے گئے اور اندر سے دروازہ بند فرمایا اور بند کمرے سے ایسی توجہ فرمائی کہ مولانا عبدالغنی پھلواروی پر بھی ایک ایسی حالت طاری ہوئی کہ کیفیت و شورش میں کبھی ہاتھ پیٹتے اور منھ

پیٹتے اور یہاں تک کہ اپنے لباس کو پارہ پارہ کرڈالا۔ پھر دھیرے دھیرے جب اس کیفیت میں فاقہ ہوا تو حضرت بھی دروازہ کھول کر کوٹھری سے برآمد ہوئے۔ مولانا عبدالغنی دوڑ کر قدموں میں گر پڑے۔ معافی کے خواستگار ہوئے اور اسی وقت داخل سلسلہ ہو گئے۔

(حاشیہ حجۃ العارفین قلمی، ص:۴)

ایک بار جب آپ شاہ مدن کو تلقین فرمانے کے لئے حضرت مخدوم منعم پاک کے حکم سے لکھنؤ تشریف لے جارہے تھے تو راستے میں بریلی سے گذرتے ہوئے شاہ لعل نقشبندی کا تذکرہ سنا۔ اور ان سے ملنے کے لئے آپ ان کی قیام گاہ تشریف لے گئے۔ شاہ لعل نے ملاقات کے دوران آپ کا سلسلہ پوچھا۔ جب انہیں معلوم ہوا کہ آپ کا سلسلہ سیدنا امیر ابولعلا سے جاملتا ہے تو کہنے لگے۔ وہ تو خلاف شرع تھے۔ حضرت مخدوم حسن علی نے حیرت سے پوچھا کہ کس رو سے خلافت شرع تھے تو انہوں نے سماع کو خلاف شرع بتایا۔

آپ نے فرمایا: جس خاندان کو آپ خلاف شرع فرمارہے ہیں میں اسی خانوادہ کا ادنی غلام ہوں اور اگر میں توجہ کروں تو آپ کے ہاتھ سے تسبیح گر پڑے۔ پھر اگر آپ میری توجہ شیطانی حرکت سمجھتے ہوں تو لاحول واستغفار پڑھ کر دیکھ لیں اور اگر آپ مجھ پر توجہ فرمائیں اور میری تسبیح کو میرے ہاتھ سے جدا کردیں تو میں مرید ہو جاؤں۔ شاہ لعل یہ سن کر بڑی معذرت سے پیش آئے اور عاجزی وانکساری فرمانے لگے۔

بہاری نام کا ایک ہندو معتقد پٹنہ کا ساہوکار تھا اور برابر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوتا اور بڑے اخلاص سے صحبت میں بیٹھتا تھا۔ اس طرح چند برس گزر گئے ایک روز اس کا انتقال ہو گیا۔ اس کے گھر والے اور پڑوسی لاش کو جلانے اور آخری رسوم ادا کرنے کے لئے لب دریا لے گئے، لیکن ہزار جتن کیا کہ اس کی نعش جل جائے لیکن جب نہیں جلا

سکےتو بڑے سراسمیہ ہوئے کسی نے اس پریشانی میں یہ مشورہ دیا کہ بہاری برابر حضرت کی خدمت میں جاتا تھا۔ حضرت سے اس سلسلہ میں رجوع کرو۔ اس کے گھر والے حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پریشانی بیان کی ۔ حضرت نے فرمایا کہ ''اس کا دل مومن ہے اسی کی برکت سے اس کا جسم بھی نہیں جل پا رہا ہے۔'' گھر والے حضرت کے آگے رونے دھونے لگے کہ ہمارے یہاں کسی مردہ کا نہیں جلنا بڑی خراب بات ہے اور ہماری اس قدر بدنامی ہو جائے گی کہ ہمارا جینا مشکل ہو جائے گا۔ حضرت کوئی ترکیب فرمائیے۔ بالآخر حضرت نے فرمایا۔ اچھا تو جاؤ اس کے پاس جاکر میرا پیغام بآواز بلند پہنچاؤ۔

''میری امانت کو احتیاط سے رکھو اور تم اپنے گھر والوں کی پیروی کرو'' اس آواز کا بلند ہونا تھا گویا اس کا سننا تھا کہ لب دریا لٹائے ہوئے مردے کا پیٹ شق ہوا اور قلب باہر آیا اور گنگا کی لہروں میں جا پڑا اور اس کے بعد آگ دی گئی اور تب لاش جل گئی۔

حضرت بچپن سے کشف کی غیر معمولی صلاحیت کے مالک تھے۔ راہ سلوک کی کامیاب تکمیل نے اس کشف کو کامل و اکمل بنا دیا تھا۔ اظہار کشف سے پرہیز اور اجتناب آپ کے کشف کو اور حسین بنا دیتا تھا۔ ہمیشہ صحبت میں بیٹھنے والوں کو یہ احساس ہوتا کہ حضرت کی بلند نگاہی پتہ نہیں کہاں تک دیکھ رہی ہے۔

ایک روز آپ کے مرید و خلیفہ حضرت سید شاہ سلطان احمد دانا پوری (ابن حضرت سید شاہ غلام حسین دانا پوری) خدمت میں حاضر تھے کہ آپ نے فرمایا:

''عزیزم اپنا رومال زمین پر پھیلاؤ کہ ایک شخص اس فقیر کے پاس خوشۂ انگور ہدیہ لے کر آ رہا ہے''

حسب حکم حضرت سلطان نے رومال پھیلایا۔ چند ساعت گذری تھی کہ جیسا

آپ نے فرمایا تھا ویسا ہی ایک شخص نذر اور تحفہ میں انگور کا خوشہ لئے حاضر آیا اور بچھے ہوئے رومال پر آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ جب مجلس برخواست ہوئی تو خلوت میں آپ نے حضرت سلطان سے فرمایا:

''عزیزم! اللہ تعالیٰ نے اس فقیر کے لئے دیوار اور دوری کے حجاب کو اٹھا دیا ہے اور مجھے دور کو بھی سامنے کی طرح دیکھایا جاتا ہے۔''

حضرت شاہ حیات اللہ منعمی، حجۃ العارفین میں فرماتے ہیں:

''آں حضرت را مکاشفہ بسیار بود چنانچہ اکثر مردم از احوال ماضی و حال و مستقبل مطلع می فرمودند'' (ص:۴۰، قلمی)

ایک روز حضرت مخدوم شاہ حسن علی کی خدمت میں خدام نے عرض کیا کہ حضرت قطب العالم سیدنا مخدوم منعم پاکؒ کا عرس آ پہنچا اور ہماری تحویل میں ایک درہم بھی نہیں ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا:

''کچھ غیب سے آئے گا اور کچھ ایک شخص کے ذریعہ پہنچے گا''

پھر آپ حضرت سید شاہ سلطان احمد دانا پوریؒ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا:

بسم اللہ پڑھو اور بستر کی چادر جھاڑ کر دیکھو کچھ نظر آتا ہے تو اسے لے لو حضرت سلطان نے ویسا ہی کیا۔ دو اشرفی ملی۔ حضرت کے سامنے پیش کیا تو حضرت نے اسے عرس کے مہتمم کے حوالے کر دیا۔ اسی روز مغرب کے وقت قاضی امام بخش تشریف لائے اور دو سو روپیہ عرس کے لئے نذر پیش فرمایا۔

حضرت مخدوم شاہ حسن علی قدس سرہ کا وصال ۸۱ برس کی عمر شریف میں ۲۸ ربیع الاوّل کو بدھ کے دن نماز عصر کے وقت خواجہ کلاں پٹنہ سیٹی میں اپنی خانقاہ کے اندر ہوا وقت

وصال کی کیفت اور آپ کے ملفوظات اعلیٰ حضرت سید شاہ قمر الدین حسین منعمی قدس سرہٗ کے مرتبہ ترجمہ مکتوبات کی اس اشاعت کے ساتھ شامل ہیں۔

آپ کے سال وصال کا خوبصورت مادہ مخدوم شاہ حسن علی ہے۔
(۱۲۲۴ھ)

جمعرات ۲۹ ربیع الاول کو صبح میں اپنی خانقاہ کے سامنے آپ کی تدفین عمل میں آئی۔ مزار مبارک ایک عرصہ تک کھلے آسمان کے نیچے مرجع خاص و عام رہا۔ پھر رئیس بہار شریف حضرت شاہ عبد الکریم عرف شاہ دمڑی صاحب منعمی ابو العلائی (جناب حضور سید شاہ امین احمد فردوسی بہاری کے سگے خالہ زاد بھائی) نے عقیدت ومحبت کا ثبوت دیتے ہوئے آپ کے روضۂ مبارک کی تعمیر فرمائی اور تب سے وہی روضہ محل عقیدت ہے۔

متقدمین کا فرمودہ قطعہ تاریخ روضۂ مبارک کے دروازہ کے اوپر سیاہ پتھر پر کندہ نصب ہے:

کرد آرام در ریاض بہشت   شاہ حسن علی کہ بود ولی
سال تاریخ رحلتش ھاتف   گفت مخدوم شاہ حسن علی

آپ نے اپنی جانشینی کے لئے اپنے مرید وخلیفہ اور منظور نظر حضرت حکیم شاہ فرحت اللہ المخاطب بہ حسن دوست کریم چکی قدس سرہٗ کا انتخاب فرمایا تھا لیکن آپ کے وصال کے بعد خود حضرت حکیم صاحب قدس سرہٗ نے کمال عاجزی وانکساری کا اظہار فرماتے ہوئے حضرت مخدوم شاہ حسن علی قدس سرہٗ کے برادر زادے حضرت شاہ جلال الدین شعیبی کو خرقہ و تبرکات پہنا کر آپ کے سجادے پر بیٹھایا۔ حضرت شاہ جلال الدین قدس سرہٗ اپنے چچا حضرت مخدوم حسن علی کے ہی مرید ومجاز تھے اور حضرت مخدوم نے خلافت عطا فرما کر تربیت و تکمیل کے لئے حضرت حکیم صاحب کے حوالہ کر دیا تھا۔ چنانچہ آپ حضرت حکیم صاحب سے بھی استرشاد کا شرف رکھتے تھے۔ حضرت شاہ جلال الدین نے کوئی اولاد نہیں چھوڑی اور آپ

کا مزار مبارک اپنے مرشد و چچا حضرت مخدوم شاہ حسن علی قدس سرہٗ سے متصل اس طرح ہے کہ حضرت مخدوم کے سینہ اقدس کے پاس آپ کا سر مبارک ہے۔ حضرت شاہ جلال الدین کے وصال کے بعد ان کے بھانجے حضرت شاہ مہدی علی کو سجادہ نشیں کیا گیا انہیں بیعت وارشا کا شرف اپنے ماموں حضرت شاہ جلال الدین سے حاصل تھا۔

حضرت شاہ مہدی علی کا وصال ہوا تو ان کے سگے چھوٹے بھائی حضرت شاہ واعظ علی کو سجادۂ متبرکہ کی خدمت حوالہ ہوئی۔ ان دونوں بھائیوں کے مزارات حضرت مخدوم شاہ حسن علی قدس سرہٗ کے روضۂ متبرکہ کے اندر بالترتیب دائیں اور بائیں گوشے ہیں۔ شاہ واعظ علی صاحب کو بھی کوئی اولاد نہ تھی چنانچہ آپ کے بعد آپ کے نواسے شاہ احمد علی (ابن شاہ طہارت حسین (۱۳۲۲ھ) سجادہ نشیں ہوئے اور وہ بھی لاولد وفات پا گئے تو ان کے چھوٹے بھائی شاہ ضامن علی سجادہ نشیں ہوئے۔ حضرت شاہ ضامن علی کے وصال کے بعد جب گدی خالی ہوگئی اور انتظام و انصرام کا مسئلہ پیدا ہوگیا تو آپ کے خاندانی عزیزوں میں کوئی نہ تھا جسے یہ خدمت سونپی جائے۔ چنانچہ حضرت جناب حضور سید شاہ محمد سجاد فردوسی، سجادہ نشیں خانقاہ معظم حضرت مخدوم جہاں، بہار شریف، حضرت سید شاہ ابوالبرکات قادری منعمی اسلام پوری سجادہ نشیں خانقاہ قادریہ اسلام پور، حضرت سید شاہ نجم الدین فردوسی، سجادہ نشیں، خانقاہ شعیبیہ شیخ پورہ اور حضرت شاہ علی شطاری، سجادہ نشیں خانقاہ حضرت جنداہا نے حضرت سید شاہ تقی الدین حسین منعمی ابوالعلائی سجادہ نشیں خانقاہ منعمیہ قمریہ، میتن گھاٹ، پٹنہ سیٹی کہ مشورہ سے مرحوم سجادہ نشیں کے سسرالی عزیز حضرت شاہ علی رحیم کو خدمت سجادگی کے لئے منتخب کیا اور انہیں داخل سلسلہ کرانے کے لئے حضرت سید شاہ ولی منعمی صفی پوری سے گزارش کی گئی جو ان دنوں قبل تقسیم ہند فرقہ وارانہ فسادات کی وجہ کر صفی پور سے ہجرت کر کے صدر گلی پٹنہ سیٹی

میں مقیم تھے۔ چنانچہ حضرت سید شاہ ولی منعمی صفی پوری (سجادہ نشیں خانقاہ حضرت مخدوم شاہ یحیٰ علی منعمی صفی پوریؒ) سے حضرت سید شاہ علی رحیم بیعت ہوئے اور انہیں سے اجازت و خلافت بھی پائی اور آپ کو حضرت مخدوم شاہ حسن علی قدس سرہٗ کے سجادہ پر بٹھایا گیا۔ حضرت شاہ علی رحیم کے بعد ان کے صاحبزادے جناب سید شاہ حسن علی حسنی سجادہ نشیں ہوئے اور اب ان کے صاحبزادے سید شاہ شبیر علی حسنی منعمی موجودہ سجادہ نشیں ہیں۔

حضرت مخدوم شاہ حسن علیؒ کے نامور خلفاء حسب ذیل ہیں:

۱. حضرت مولینا حکیم شاہ فرحت اللہ المخاطب بہ حسن دوست کریم چکی - (م ۹ رشعبان ۱۲۲۴ھ)
۲. حضرت مولینا شاہ عبدالمغنی پھلواروی - (م ۲۸ ررمضان ۱۲۳۳ھ)
۳. حضرت مولینا شاہ عبدالغنی پھلواروی - (م ۲۴ رشعبان ۱۲۷۲ھ)
۴. حضرت مولینا شاہ عمادالدین حسین باطن چک مجاہدی - (م ۱۲۷۳ھ)
۵. حضرت مخدوم سید شاہ یحیٰ علی صفی پوری - (م ۱۸ رذیقعدہ ۱۲۶۴ھ)
۶. حضرت مولینا شاہ حیات اللہ
۷. حضرت سید شاہ سلطان احمد داناپوری - (شہید ۱۲۴۱ھ)
۸. حضرت شیخ فہیم اللہ
۹. حضرت میر وارث علی

آپ کے مریدین میں قاضی امام بخش (ابن قاضی حسن رضا خاں ولد ملا عابد الملقب بہ فقاہت خاں بڑے نامور اور جاں نثار ہوئے۔ انہیں اجازت بھی حاصل تھی لیکن ارشاد کا سلسلہ جاری نہیں فرمایا۔

حضرت مخدوم شاہ حسن علی منعمی قدس سرہٗ کی شخصیت یکتائے روزگار گذری ہے۔ نہ صرف یہ کہ عوام وخواص سبھی کو آپ سے اعتقاد تھا بلکہ بطور خاص جید علمائے کرام آپ سے فیض

روحانی اور تعلیم عرفانی کے طلبگار و امیدوار تھے۔ آپ کی ذات بابرکت میں شان توکل کے ساتھ ساتھ کیفیت استغنا کا بھی غلبہ تھا۔ استغراق آپ کا خاص رنگ تھا اور جس پر آپ توجہ خاص فرماتے اسے دولت استغراق سے مالا مال فرماتے۔ یہی وجہ ہے کہ خاندانی پیر زادے اور دوسری بارگاہوں سے شرف بیعت رکھنے والے بھی اپنی تکمیل کی خاطر اور علم طریقت و معرفت میں معتبر درک و رسوخ حاصل کرنے کے لئے آپ کی چوکھٹ تک کھنچے چلے آتے تھے۔

بڑے حکیم صاحب حضرت شاہ فرحت اللہ کریم چکی، حضرت مولانا عبد المغنی اور ان کے بیٹے حضرت شاہ عبد الغنی پھلواروی، حضرت سید شاہ سلطان احمد داناپوری اور حضرت سید شاہ یحییٰ علی صفی پوری سبھی پیر زادے اور قدیم بزرگوں سے متعلق اور وابستہ تھے اور باجود ان نسبتوں کے آپ کی بارگاہ میں حاضر آئے اور شب و روز کی محنت کو برداشت کر کے کامل و مکمل اور کندن بن گئے۔

آپ سے جن کرامات کا صدور ہوا وہ سبھی دراصل ایمان کو پختہ کرنے والی ہیں۔ قرآن کریم اور احادیث مبارکہ میں توحید، رسالت آخرت اور فضائل اولیاء کے سلسلے میں جو باتیں آئی ہیں ان کا ثبوت، ان کی دلیل، آپ کے ہر عمل اور آب کی ہر تحریر سے برآمد ہوتی ہے۔ عظیم آباد بلکہ بہار آپ کے وجود کی برکت سے متبرک ہوا اور ہے۔

حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری کی تعلیمات اور افکار کا واضح ترین اثر آپ کی تحریر میں صاف جھلکتا ہے۔ بلکہ بعض مقامات پر تو آپ کا بیان شرح مکتوبات صدی کا لطف دیتا ہوا نظر آتا ہے۔ مکتوبات کا مطالعہ اس شراب دو آتشہ کا نشہ بخشتا ہوا نظر آتا جس میں فردوسی مئے، بوالعلائی مئے کے ساتھ مل کر غضب ڈھا رہی ہے۔

مکتوبات کے مطالعہ سے آپ کے کامیاب ترین شیخ اور غیر معمولی مرشد کی صفت سے مالا مال ہونے کی صلاحیت آشکار ہوتی ہے۔

کامیاب شیخ میں دھوپ کی تمازت بھی ہوتی ہے اور ٹھنڈی چھاؤں کی شفقت بھی ۔حضرت مخدوم حسن علی کے مکتوبات میں یہ صفت بتمام و کمال ہویدا ہے۔آپ کے مکتوبات جہاں آپ کا مریدوں پر شیر کی نگاہ رکھنا ظاہر کرتے ہیں۔وہیں سونے کے نوالہ کھلانے کی بھی گواہی دیتے ہیں۔مکتوبات میں وہ بروقت ٹوکتے ہوئے بھی نظر آتے ہیں اور حوصلہ بڑھاتے ہوئے منزل پر پہنچے بغیر پیٹھ ٹھونکتے ہوئے بھی نظر آتے ہیں۔

تواضع اور خاکساری کی عمدہ ترین مثالیں آپ کے مکتوبات میں جابجایوں بکھری ہوئی ہیں جیسے مہینے کی ابتدائی یا آخری راتوں میں صاف موسم کے آسمان میں بکھرے ہوئے تارے۔

مکتوبات کی زبان، اس قدر پیاری اور شستہ ہے کہ ادبیت کے ہر پہلو سے اسے شہکار کہا جاسکتا ہے۔کم الفاظ جامع انداز، چست تراکیب فصیح و بلیغ پیرایہ بیان، جابجا خوبصورت اشعار اور اس پر لطف یہ کہ بے حجابی کا داغ نہ لگے،اس کے لئے پردہ داری کی نزاکت۔سبحان اللہ۔

متن مکتوبات کے تقابلی مطالعہ سے یہ پتہ چلتا ہے کہ کوئی بڑا فرق عام طور پر نہیں ہے نسخہ منعمیہ ونسخہ بلخیہ کا متن زیادہ صحیح و درست ہے جبکہ نسخہ اسلام پور میں کچھ تن اسانی ہے جسے نسخہ منعمیہ ونسخہ بلخیہ کے ساتھ تقابل کے نتیجے میں دور کیا جاسکتا ہے۔لیکن نسخہ اسلام پور میں بعض مکاتیب ایسے ہیں جن کی کوئی دوسری نقل موجود نہیں ، جو ہے سو ہے۔

نسخہ رام ساگر گیا کا نسخہ اگر مل گیا ہوتا تو ممکن ہے اس میں بھی کچھ مکتوبات ایسے مل جاتے جو کسی اور مجموعے میں شامل نہ ہوں گے۔

حضرت مولینا سید شاہ عطا حسین فانیؔ منعمی داناپوری ثم گیاوی نے کیفیت العارفین میں ایک موضوع پر چند مکاتیب کا خلاصہ یوں نقل کیا ہے۔ملاحظہ ہو: بڑے حکیم صاحب نے آپ کی خدمت میں لکھا " مریضے کہ نزد عاجز بہر معالجہ می آیند از علاج من نمیر ند چناں ارشاد کنند کہ

ہمہ شفایابند" حضرت نے جواب تحریر فرمایا" درلوح محفوظ بہ بیں اگر زندگانی او باشد علاج بکن و در صورت ثانی ازاں احتراز بکن" یہ بہت بڑی سند تھی لیکن کمال تک جانے والے کے لئے امتحان بھی چنانچہ مرید صادق نے عرض کیا" حضرت !برہمن نیم کہ تقویم دیدہ عمل کنم" چنانچہ حضرت نے تب جا کر یہ جواب عطا فرمایا" عزیز اہر کرا زندگی باشد پیش تو آید و ہر کہ بمیر دنز دتو نہ رسد"۔

مکتوبات میں الٰہیات، عرفانیات، اخلاقیات بنیادی موضوعات ہیں۔لیکن ان تینوں عناوین کے تحت عظمت انسانی، عروج انسانی اور اسرار انسانی کی جلوہ سامانیاں بہر جانمایاں ہیں۔ معراجِ بندہ، خدائی ہے یا بندگی؟ یہ وہ سوال ہے جس کا جواب ہر مکتوب دیتا ہوا نظر آرہا ہے۔

مکتوبات کے چار نسخے میرے سامنے ہیں:

۱. نسخہ منعمیہ (خانقاہ منعمیہ ،میتن گھاٹ، پٹنہ سیٹی)

۲. نسخہ بلخیہ (خانقاہ بلخیہ ،رائے پورہ ،فتوحہ، پٹنہ)

۳. نسخہ اسلامپور (خانقاہ قادریہ، اسلام پور، پٹنہ)

۴. نسخہ مجیبیہ (خانقاہ مجیبیہ ،پھلواری شریف)

ایک پانچویں نسخے کا بھی علم ہے لیکن وہاں تک رسائی ناممکن ہے کیوں کہ یہ نسخہ تادم تحریر جن کی ملک ہے خود انہیں دستیاب نہیں ہو پا رہا ہے۔خانقاہ رام ساگر گیا کے بعض قلمی نسخوں کی تفصیل چھپ چکی ہے جس میں اس غائب نسخے کے مشمولات اس طرح درج ہیں:

ق ۲۷ (درمیان میں ۸ اوراق کرم خوردہ جس کی وجہ کر مکتوبات کا صحیح شمار نہ ہو سکا قیاس اغلب ہے کہ 60 سے زیادہ مکاتیب ہیں جن میں ایک ایک شیخ سعادت علی و شیخ بدیع الدین کے نام ہے۔بقیہ سبھی حکیم شاہ فرحت اللہ کے نام ہیں (خانقاہ منعمیہ ابوالعلائیہ، گیا کے چند اہم مخطوطات از عطا خورشید)

۱. نسخہ منعمیہ

خانقاہ منعمیہ، میتن گھاٹ، پٹنہ سیٹی کا نسخہ ۵۵ صفات پر مشتمل ہے اور بجا بجا سے کرم خوردہ اور خستہ ہے۔ مکتوبات کی ترتیب اور گنتی بعینہ کتب خانہ بلخیہ والے نسخے سے ملتی جلتی ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ دونوں کسی ایک ہی نسخے سے نقل کیا گیا ہے۔ اس نسخے کی کتابت حضرت سید شاہ عزیز الدین حسین منعمی قدس سرہٗ (۷ویں سجادہ نشیں، خانقاہ منعمیہ، میتن گھاٹ) نے فرمائی ہے۔ نسخہ بلخیہ سے فرق صرف اتنا ہے کہ اس نسخے میں ملفوظات و وفات نامہ بھی ہے جو نسخہ بلخیہ میں نہیں ہے۔ ملفوظات اور وفات نامہ کی سرخی اس طرح لگائی گئی ہے:

''ملفوظات حضرت مخدوم شاہ حسن علی قدس سرہٗ مرتبہ اعلیٰ حضرت''

۲. نسخہ بلخیہ

خانقاہ بلخیہ فردوسیہ رائے پورہ فتوحہ کا نسخہ بھی جا بجا کرم خوردہ ہے لیکن اچھی حالت میں ہے۔ کل صفحات ۱۴۱ ہیں۔ ہر صفحے میں ۱۹ سطریں ہیں۔ کل مکتوبات کی تعداد ۷۵ ہے جس میں:

بنام حضرت حکیم شاہ فرحت اللہ - ۷۴

بنام حضرت شاہ عبد المغنی پھلواروی - ۱

۳. نسخہ اسلام پور

خانقاہ قادریہ اسلام پور پٹنہ کا نسخہ سب سے ضخیم ہے اور اس کے کاتب محمد عبد الرحمٰن اشرف پوری ہیں۔ سن کتابت یا نقل درج نہیں ہے۔ کل اوراق ۸۳ ہیں اور ہر صفحے میں ۱۸ سطریں ہیں، مکتوبات کے ساتھ ساتھ ملفوظات و وفات نامہ بھی اس نسخے میں موجود ہے، مکتوبات کی تعداد مکتوب الیہ کی بنیاد پر اس طرح ہے:

بنام حضرت حکیم شاہ فرحت اللہ کریم چکی - ۱۰۴

بنام حضرت مولانا شاہ عماد الدین حسین - ۱۹

بنام حضرت شاہ عبد المغنی پھلواروی - ۱

بنام حضرت صوفی شاہ محمد دائم - ۱

بنام حضرت سید شاہ سلطان احمد داناپوری - ۱

بنام حضرت بدیع الدین - ۱

بنام حضرت شیخ سعادت علی - ۱

۴. نسخہ مجیبیہ

خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف کا نسخہ صرف ۱۸ مکتوبات پر مشتمل ہے اور سارے مکاتیب حضرت مولانا شاہ عماد الدین حسین چک مجاہد ویشالوی کے نام لکھیں گئے ہیں۔ اس میں ۲۰ صفحات ہیں اور ہر صفحے میں ۱۱ سطریں ہیں۔ کوئی ترقیمہ یا سن کتابت درج نہیں ہے۔

ان مکاتیب کے خطی نسخوں پر ایک نظر ڈالنے سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت مخدوم شاہ حسن علیؒ کے مکاتیب کا باضابطہ مرتب کوئی ایک شخصیت نہیں ہے بلکہ جسے جتنا مکتوب مل سکا اسے اس نے اپنی ترتیب سے نقل کر کے محفوظ کر لیا۔ اسی لئے ہر نسخہ جدا جدا ہے۔

کون سا مکتوب کس مجموعے میں کہاں پر ہے اور کون سا مکتوب کس نسخہ میں اکیلا ہے جس کی کوئی دوسری نقل تادم تحریر نہ مل سکی۔ یہ ایک الگ تحقیق کا موضوع ہے۔ فارسی متن پر بحث کرتے ہوئے کبھی اس پر تفصیلی نظر ڈالی جائے گی۔ انشاء اللہ

اس فارسی مجموعہ مکتوبات میں ایک مکتوب ایسا بھی ہے جس کی زبان اردو ہے۔ اب تک اس سے پرانا اردو مکتوب شمال مشرقی ہندوستان میں کسی کا دریافت نہیں ہوا ہے اس لئے اس کو فوقیت حاصل ہے۔ جہاں تک اردو اشعار، اردو الفاظ کا معاملہ ہے تو وہ تو جابجا

اس مجموعہ مکتوبات میں ہیں ہی۔

کسی بھی نسخے میں مکتوبات کے مرتب کا نام درج نہیں۔ملفوظات مع وفات نامہ صرف دو نسخوں میں یعنی نسخۂ منعمیہ اور نسخۂ اسلام پور میں موجود ہے۔نسخۂ منعمیہ کے مطابق ملفوظات کے مرتب اعلیٰ حضرت سید شاہ قمرالدین حسینی منعمی قدس سرہٗ (م۱۲۵۵ھ) ہیں۔انہیں حضرت مخدوم شاہ حسن علی کی صحبت میں بیٹھنے اور استرشاد حاصل کرنے کا شرف بھی حاصل تھا اور حضرت کے دو خلفاء حضرت حکیم شاہ فرحت اللہ کریم چکی اور مخدوم سید شاہ یحییٰ علی صفی پوری سے فائدہ و تربیت نیز اجازت وخلافت بھی حاصل تھی۔اعلیٰ حضرت نے اپنے پیر خواجہ ابوالبرکات ابوالعلائی اور اپنے مرشد حکیم شاہ فرحت اللہ کریم چکی کے ملفوظات بھی جمع فرمائے ہیں۔

پروفیسر حافظ رضوان اللہ آروی، زبان فارسی کے استاد اور سنجیدہ قلم کار ہیں۔ مقالات ہوں یا سفر نامہ،تذکرہ ہو یا تعارف متانت سے بھرپور،معیاری تحقیقی انداز تحریر ان کی شناخت ہے۔میں ان کا شکر گزار ہوں کہ انہوں نے مکتوبات حضرت مخدوم حسن علی کا ترجمہ انجام دیا۔اللہ تعالےٰ اسے قبول فرمائے اور مفید فرمائے اور اس کا بہترین اجر ان کو دونوں جہاں میں عطا فرمائے۔بہت بہتر اور سب سے اچھے کی تلاش میں اگر آدمی کام کرنا چھوڑ دے تو بیکار محض ہو جائے گا۔خامیاں ہی بہتری کا پیش خیمہ ہوتی ہیں اور جسے خامی کے بجائے بہتری ہی سوجھتی ہے اس کا انجام بہرحال خامی ہوتی ہے۔

بڑی محنت اور کاوش کے ساتھ انہوں نے قرأت، متن اور ترجمہ کا کام انجام دیا۔ ان کی مشکلات کا اندازہ کیجیے کہ جس خط کے جواب میں مرشد نے یہ خط لکھا وہ ندارد، بات اشاروں میں جواب حوالوں میں، مکتوبات کا خطی نسخہ شکستہ حروف میں اور بعض مکتوب کے متن کی تحقیق کے لئے کوئی دوسرا نسخہ موجود نہیں۔اور ان سب کے علاوہ راہ سلوک کو طئے کرنے والا مرید صادق اور اس راہ کو طئے کرانے والے مرشد کامل کی گفتگو کو جسے دوسروں کو

دکھانے سے منع کیا گیا ہو، پردہ داری و رازداری کا خاص خیال رکھا گیا ہو، اسے دوسری زبان میں کما حقہ پیش کرنا جوئے شیر لانے سے کم نہیں ۔ پھر بھی ہمیں احساس ہے کہ عدیم الفرصتی اور دوسرے مسائل کی وجہ کر ممکن ہے کہ کچھ خامیاں رہ گئی ہوں ۔ چنانچہ ہر سنجیدہ قاری سے ہماری درخواست ہے کہ وہ اپنی رائے اور نیک مشوروں سے ہمیں ضرور نوازیں ۔ ہم اس کی دوسری اشاعت میں ہر مخلص مشورے کا لحاظ رکھیں گے۔

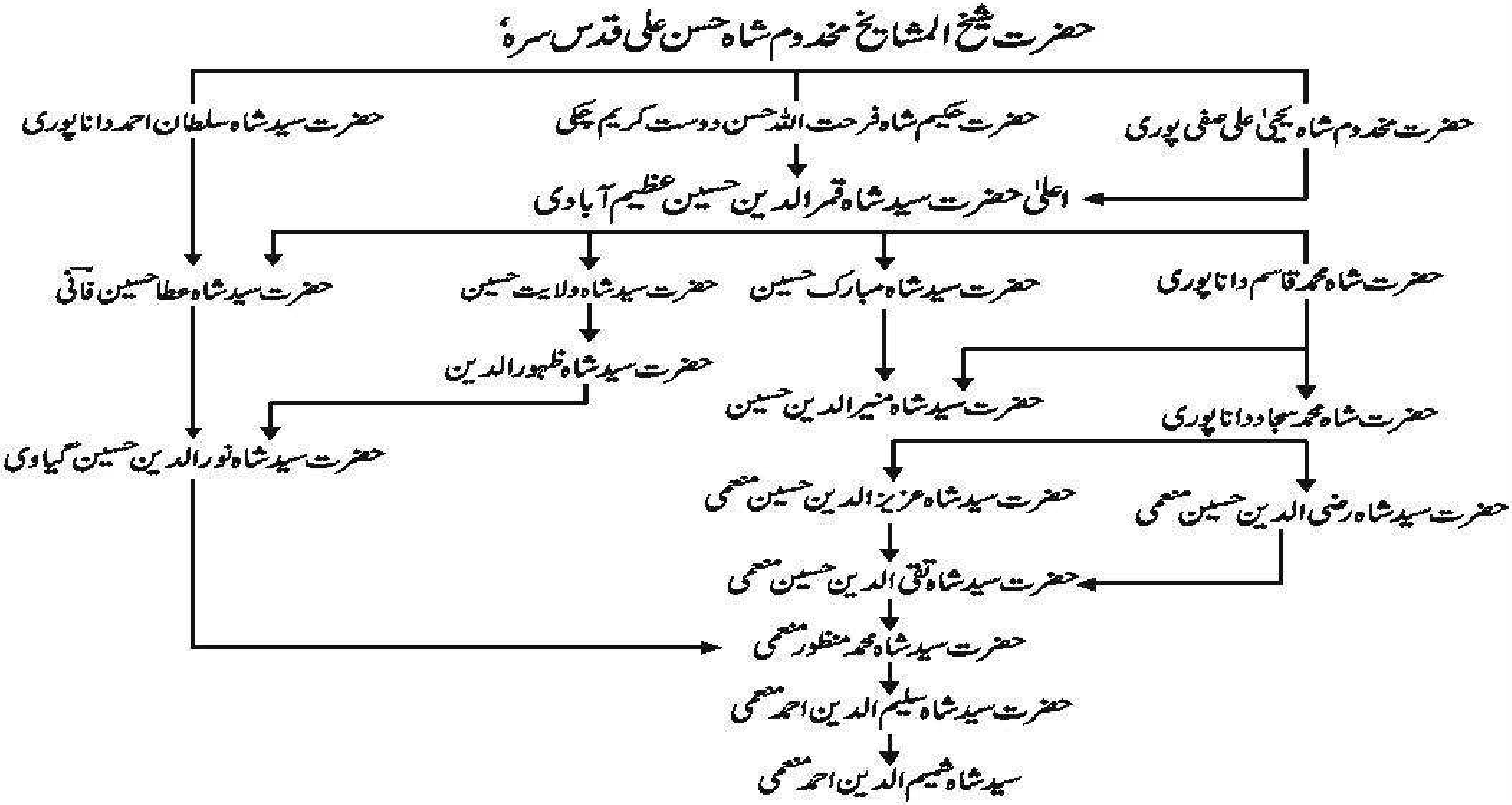
میں ان مکتوبات کی اشاعت کے لئے برادر گرامی وقار پروفیسر احمد بدر، کریم سیٹی کالج جمشید پور، بزرگ پروفیسر کاظم ہاشمی، سکریٹری جامعہ منعمیہ و منعمیہ ایجوکیشنل ویلفیر ٹرسٹ، مولینا وجیہ القمر مصباحی، استاذ، جامعہ منعمیہ، میتن گھاٹ، محمد آصف احمد سلمہ، عتیق الرحمٰن سلمہ، برادرم شہاب احمد و شکیل عظیمی سلمہما، محمد معروف سلمہ، سید جنید الرحمٰن، شہباز خان اور دوسرے معتقدین و مخلصین خانقاہ کا مشکور ہوں کہ ان کے تعاون کے بغیر اس عظیم مجموعہ کو سامنے لانا محال تھا۔

میں اس مجموعہ کے ترتیب کے لئے سجادہ نشینان و ذمہ داران خانقاہ بلخیہ رائے پورہ فتوحہ، خانقاہ قادریہ اسلام پور پٹنہ، خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف اور خانقاہ منعمیہ ابوالعلائیہ رام ساگر، گیا کا بھی شکرگزار ہوں کہ ان کا تعاون ان مکتوبات کی اشاعت میں جا بجا نمایاں ہے۔

حضرت مخدوم حسن علی قدس سرہٗ کے مقبرے کی تعمیر کا شرف حضرت سید شاہ عبدالکریم عرف شاہ دمڑی صاحب بہاری منعمی رحمۃ اللہ علیہ کو حاصل ہوا تھا اور حضرت مخدوم حسن علی قدس سرہٗ گراں قدر مکتوبات اور ملفوظات کی طباعت و اشاعت کا شرف بھی ان کے لائق و فائق پوتے اور ہمارے کرم فرما و بزرگ جناب سید وسیم حسن صاحب، بی.ایم.داس روڈ، پٹنہ کی قسمت میں تھا۔ اللہ تعالیٰ ان کی اس عظیم خدمت کو قبول فرمائیں اور دونوں جہان میں اس کا اجر عطا فرمائے۔

آمین یارب العالمین

خانقاہ منعمیہ، میتن گھاٹ میں فیضان حسنیہ منعمیہ



عرضِ مترجم

پروفیسر حافظ رضوان اللہ آروی

اچانک موبائل کی گھنٹی بج اٹھی ۔نام دیکھا،حضرت مولانا سید شاہ شمیم احمد منعمی ۔ کچھ مسرّت اور کچھ حیرت کہ اُس طرف ایک عالم شہیر اور اِس طرف ایک گمنام فقیر۔مودب ہوکر بیٹھ گیا اور احترام کے ساتھ فون اٹھایا۔

''جی ارشاد''۔

''آپ نے حضرت مخدوم شاہ حسن علی قدس سرہٗ کا نام سنا ہے؟''

''جی نہیں''۔اپنی جہالت اور لاعلمی کا اعتراف۔

''حضرت مخدوم شاہ حسن علی قدس سرہٗ کی شخصیت......ایسی تھی''۔

''بہار کے صوفیا کے درمیان ان کا مقام ومرتبہ...... یہ تھا''۔

''تصوف کے باب میں ان کی گرانقدر تصنیفات...... یہ ہیں''۔

''بزرگان پھلواری سے ان کے تعلقات وروابط......اس طرح تھے''۔

وغیرہ وغیرہ۔

چند الفاظ میں اختصار اور جامعیت کے ساتھ،حضرت مخدوم کی ذات گرامی اور ان کی تصنیفات کے حوالے سے آپ کے مراتب ودرجاتِ عالیہ کا بیان کیا جاتا ہے اور پھر یہ ارشاد ہوتا ہے کہ ان کے فارسی مکاتیب کا ایک نادرونایاب مجموعہ خانقاہ منعمیہ کے کتب خانے میں محفوظ ہے اور اب تک تشنۂ طبع۔آپ کو اس کا ترجمہ کرنا ہے اور اسی ترجمہ کی

طباعت ہوگی ۔میں کہ ازلی نا اہل اور بے علم ۔ یہ سنتے ہی لرز اٹھا۔

''حضرت ! آپ خود فارسی کے عالم اور عربی کے دانشور اور اس پر مستزاد تصوّف کے رمز آشنا۔اس نوعیت کی کتابوں کا ترجمہ آپ خود کر چکے ہیں۔آپ کے یہ ترجمے چھپ بھی چکے ہیں اور میری اِن گنہگار آنکھوں نے آپ کے اِن تراجم سے استفادہ بھی کیا ہے۔ تو، جس کام کے لیے آپ خود منتخب روزگار، اُس کام کے لیے میرا انتخاب کیوں؟''

کہنے لگے: ''فرصت کی کمی ہے اور فراغت نصیب نہیں ۔بس! یہ کام کرڈالیے۔ میں مخطوطہ کی کاپی آپ کو بھیج رہا ہوں''۔

میں نے پھر انکار کرنے کی جرأت کی، لیکن......ٹھیک اُسی لمحہ، ان کے ساتھ میری قدیم رفاقت اور تقریباً ربع صدی پر محیط، ذاتی تعلقات کی دھوپ چھاؤں آنکھوں میں پھر گئی اور جانے کیوں یہ خیال بھی آیا کہ یہ حکم، میرے رفیق قدیم اور ہمدم دیرینہ کی طرف سے ہی نہیں ہے بلکہ حضرت مخدوم منعم پاکؒ کے وارث و امین کی طرف سے بھی ہے............میرے اندر انکار کی جرأت دم توڑ گئی اور ہر چند کہ تسلیم میرا شیوہ نہیں، ان کے سامنے میں نے سر تسلیم خم کر دیا۔

یادش بخیر! وہ غالباً 1980ء کے آس پاس کا زمانہ تھا، جب خدا بخش لائبریری میں ایک خوبرو نوجوان سے میری ملاقات ہوئی تھی۔ دبلا پتلا سڈول جسم، سرو قد، سفید رخساروں پر سیاہ ریش، جیسے سیاہ بادلوں سے جھانکتا چاند۔چشم سرمہ سا، شرم و حیا سے لبریز۔لب تبسم آشنا اور چہرہ اخلاق حسنہ کا آئینہ۔کبھی مشرقی جامہ زیب تن اور کبھی مغربی لباس میں ملبوس۔ وہ بظاہر تنہا ہوتے لیکن ایک انفرادیت ہمیشہ ان کے ساتھ چلتی ہوئی نظر آتی ۔نظر بر قدم اور کتاب در بغل۔ مجھے آج تک اِس بات پر حیرت ہے کہ جس عمر میں نگاہیں پھسلنے کے

امکانات زیادہ ہوتے ہیں، اس عمر میں ان کی نظریں زمین میں پیوست کیوں رہتی تھیں؟ اور شباب کے جن ایام میں لوگ کتابی چہروں کو پڑھنا زیادہ پسند کرتے ہیں، اُن ایام میں وہ قدیم مخطوطات کیوں پڑھتے رہتے تھے:

اى تُرا فطرت ضمير پاك دار

مخصوص وقت، مخصوص نشست خاموشی کے ساتھ مطالعہ میں غرق۔ اس وقت ان کا سکوت دیکھ کر میں یہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ مستقبل میں ان کی طلاقت لسانی کا عالم کیا ہوگا۔ جب کوئی مخاطب کرتا تو سر اٹھاتے اور دوسرے ہی لمحہ ان کا وجود اخلاق مجسّم بن جاتا۔ نہایت خندہ پیشانی سے ملتے۔ مسکراتے ہوئے ہر بات کا جواب دیتے اور ملنے والا، ان سے قریب، بے حد قریب محسوس کرتا۔ ایک صالح نوجوان کا تصوّر کس طرح ایک مجسم پیکر میں ڈھل جاتا ہے، یہ میں نے شاہ شمیم منعمی صاحب کی ذات میں دیکھا:

هم ادب هم جمال باهم داشت

خدابخش لائبریری میں ایک حلقۂ یاراں تھا جس میں وہ بریشم کی طرح نرم ہوتے تھے، لیکن قدرت کو ان کی دوسری مومنانہ صفت کو بھی منصۂ شہود پر لانا منظور تھا کہ کچھ ہی دنوں بعد اسی لائبریری میں رزم حق و باطل بھی چھڑ گئی اور تب میں نے پہلی بار انہیں فولاد صفت دیکھا۔ ایک نا قابل شکست انسان۔ ایک نا قابل تسخیر وجود۔ حالانکہ وہ چاہتے تو اس وقت، صاحب اقتدار کا ساتھ دے کر مادّی فوائد حاصل کر سکتے تھے، جس کی ریس میں اس زمانے میں سب شامل تھے 'صوفیِ باصفا' بھی، 'علماءِ کرام' بھی، 'باریش بزرگانِ دین' بھی اور 'خطیبِ شہر' بھی:

مرے قبیلے میں نکلے سبھی فروختنی

لیکن وہ جو میں نے عرض کیا کہ شاہ شمیم صاحب کے ساتھ ہمیشہ ایک انفرادیت

ساتھ چلتی تھی، سو، وہ انفرادیت یہاں بھی نظر آئی ۔انہوں نے اس راستہ کو ترک کیا جو اقتدار اور مفادات کی دہلیز تک جاتا تھا اور اس کے بالکل مخالف سمت چل کر، مجھ جیسے کمزور اور ناتواں کا ہاتھ تھام لیا:

چوں مصلحت اندیش دور است ز درویشی

حالانکہ انہیں اِس بات کا بخوبی احساس تھا کہ اِس راہِ پُر خار میں سوائے زیاں کے ان کا فائدہ کچھ بھی نہیں ۔لیکن وہ اپنی کھلی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے کہ:

لہو لہان تھا میں اور عدل کی میزان
جھکی تھی جانب قاتل کہ راج اس کا تھا

اگر چہ اقبال نے کہا ہے کہ

گلہ از سختی ایام بگذار

تاہم یہ کہے بغیر نہیں رہا جاتا کہ وہ زمانہ میری پریشان حالی و درماندگی کا زمانہ تھا۔رستہ بھی کٹھن دھوپ کی شدت بھی بہت تھی ۔اور مجھ سے دوستی کا دم بھرنے والے ایک ایک کر کے میرا ساتھ چھوڑ رہے تھے۔تمام وعدوں کو فراموش کر کے اور تمام اصولوں کو بالائے طاق رکھ کر:

پھر اس طرح ہوا مجھے مقتل میں چھوڑ کر
سب چارہ ساز جانب دربار آ گئے

زندگی کی اس کڑی دھوپ میں شاہ شمیم صاحب مجھ پر سایہ فگن رہے:

وہ تھا میرے قریب تو میں سائباں میں تھا

وہ میرے شکستہ حوصلوں کو سنبھالتے رہے اور اس حقیقت کا احساس بار بار کراتے رہے کہ زندگی تو کسی طور گذر رہی جائے گی لیکن ٹوٹ کر گزرے تو اچھی بات ہے، جھک کر

گزرے تو اچھی بات نہیں۔

وہ عجیب وغریب مشاہدہ تھا جب ایک ہی وقت میں، ایک طرف میں کرداروں کا زوال بھی دیکھ رہا تھا اور دوسری طرف ایک کردار کے عزم وثبات کا بھی نظارہ کر رہا تھا۔ کیا یہ صرف اس لئے تھا کہ انسانیت پر میرا اعتماد اور ایقان بحال رہے......؟

اسی زمانے کا ایک اور قصہ سنیے۔ شاہ شمیم صاحب کے کردار کا ایک اور رُخ۔ حالات کے ہاتھوں مجبور ہو کر ایک ایسے ادارے سے میری عارضی وابستگی ہوگئی جو اپنے مادّی مفادات کی خاطر، اقتدار پر قابض کچھ ایسے افراد کی حمایت کر رہا تھا، جن کی مخالفت، اصولوں کی بنیاد پر شاہ شمیم صاحب نے کی تھی۔ اُس ادارے سے میری وابستگی کی خبر انہیں ہوئی تو انہوں نے مجھے فون کیا۔ گلے شکوے کے تمام امکانات موجود، میں خود شکایتوں کے دفتر کا منتظر، لیکن ہوا کیا؟ صرف ایک جملہ۔ ایک دعائیہ جملہ ''آپ جہاں بھی رہیے خوش رہیے۔'' میری آنکھوں میں نمی کی لکیر کھنچ گئی۔ میں نے دوسرے ہی دن اُس ادارے کو الوداع کہا اور پھر کبھی اُدھر کا رُخ نہیں کیا۔

بلند کردار آسمانوں کی طرح اور وسیع ظرف، فضائے بسیط کی مانند، پھر زندگی کے نشیب وفراز کا ایک طویل دور۔ میں عظیم آباد کو ترک کرنے پر مجبور اور وہ حضرت مخدوم منعم پاکؒ کے سجادہ پر مامور۔ وہ بلند سے بلند تر اور میں پست سے پست تر۔ دن گذرتے رہے۔ ان کی سرگرمیوں کا دائرہ اور ان کا حلقۂ اثر وسیع سے وسیع تر ہوتا رہا۔ ان کی ذات مرجع خلائق بنتی گئی اور فرصت وفراغ کے لمحات کم سے کم تر ہوتے گئے۔ لیکن یہ دور افتادہ، ان کے گوشۂ قلب میں کہیں نہ کہیں موجود رہا۔

فون سے رابطہ کرتے رہے۔ اپنی سرگرمیوں کی اطلاع دیتے رہے۔ 'سلسلہ' کی

مطبوعات کے ساتھ اپنی تصنیفات سے بھی نوازتے رہے۔ رسالہ 'مخدوم' ارسال فرماتے رہے اور اس درمیان کبھی لمحۂ وصال میسر آتا تو وہ بالکل بھول جاتے کے وہ کس منصب بلند پر فائز ہیں۔ وہ صرف ایک رفیق ہوتے۔ ایک دوست، بلکہ میزبان کی سطح پر اُتر آتے۔ ایک مخلص ذات۔ ایک مہربان وجود۔ بہت دور اور بہت دیر تک ساتھ نبھانے کے رسم کہنہ کا پابندو اسیر:

وفاداری بشرط استواری اصل ایماں ہے

شاہ شمیم صاحب کے یہاں اس 'استوار وفاداری' کی متنوع مثالوں میں سے صرف ایک نمونہ دیکھئے۔ پچھلے دنوں ریاستی حکومت نے اردو مشاورتی کمیٹی کی ازسرنو تشکیل کی۔ اور اس میں ایک کام صحیح کیا اور ایک کام غلط۔ صحیح کام یہ کیا کہ شاہ شمیم صاحب کو کمیٹی کا رکن بنایا اور غلط کام یہ کیا کہ رضوان اللہ آروی کو بھی اس کے ارکان میں شامل کر دیا۔ میں کہ مصلحت سے کوسوں دور اور اپنی تحریروں سے لوگوں کو دشمن بنانے پر مجبور۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ:

کسی بستی میں ہوگی سچ کی حرمت

ہمارے شہر میں باطل بڑا ہے

میں نے سچ کا علم بلند کرنے کی غلطی کر ڈالی۔ پھر کیا تھا:

ایک طوفاں زیرِ پا اور اک قیامت سر پہ ہے

فوراً شاہ شمیم صاحب کا فون آیا۔

"گھبرایئے گا نہیں۔ میں آپ کے ساتھ ہوں"۔

"مجھے معلوم ہے"۔ میں نے عرض کیا۔ "لیکن آخر یہ سلسلہ کب تک چلے گا؟"

"کیسا سلسلہ؟" انہوں نے دریافت کیا۔

''یہی کہ میں کوئے ملامت کو جاتا رہوں اور آپ مجھے پکڑ کر سوئے حرم لاتے رہیں''۔

''ہاہاہاہا''! ایک زوردار قہقہہ لگایا اور فون رکھ دیا۔

اور جناب!''میں آپ کے ساتھ ہوں''۔ یہ صرف زبانی جمع خرچ نہیں تھا۔ چند ہی دنوں کے بعد مشاورتی کمیٹی کی دوسری میٹنگ میں وہ واقعی میرے ساتھ تھے۔ ایک لمحہ کے لئے بھی مجھ سے جدا اور نہ مجھ سے غافل۔ وہ خود مدّ مقابل اور میں ان کی پشت پر۔ صحیح معنوں میں پشت پناہ۔ میٹنگ کی پوری کاروائی میں وہ اور صرف وہ چھائے رہے۔ برسات کے بادل کی طرح۔ اور ان کی سخن طرازیاں میرے لیے ڈھال کا کام کرتی رہیں۔ اب کسی کو میری طرف دیکھنے کی فرصت تھی اور نہ میرے بارے میں کچھ سوچنے کی۔ میٹنگ کے خاتمہ کے بعد وہ مجھے ساتھ لے کر باہر آئے تو ایک سرکاری اہلکار نے اپنے افسر اعلیٰ کو یوں مخاطب کیا۔

''دیکھ لیجیے سر! کس کا تحفظ کس کو حاصل ہے''۔

افسر نے تفہیمی انداز میں اپنے سر کو جنبش دی اور شاہ شمیم صاحب ان تمام باتوں سے بے نیاز مجھے لے کر اپنی کار کی طرف بڑھ گئے:

چارہ گریوں تو بہت ہیں مگر اے جانِ فرازؔ
جز تیرے اور کوئی زخم نہ جانے میرے

یادوں کے اس طویل سلسلے کا ایک آخری منظر نامہ...... پچھلے دنوں کی بات ہے خدابخش لائبریری میں مولانا جلال الدین رومؔی پر سمینار کا موقع تھا۔ شاہ شمیم صاحب مقالہ نگاروں کی صف میں تشریف فرما اور میں ان کے بغل میں اپنے نام کی تختی دیکھ کر حیران و پریشان۔ مجھ پر نگاہ پڑتے ہی ان کی آنکھوں میں چمک آ گئی۔ قریب بلایا۔ اپنے پہلو میں

جگہ دی اور مسرّت آمیز لہجہ میں مجھ سے سرگوشی کی۔ ''خدابخش لائبریری کا یہی وہ مقام ہے۔آج سے بیس برس پہلے کا منظر یاد کیجیۓ اور آج وہ دن بھی آیا جب آپ کو عزّت کے ساتھ بلا کر اسی مقام پر بٹھایا گیا''۔حالانکہ یہ میرے لئے کوئی انکشاف نہیں تھا۔لیکن ان کی زبانی یہ جملہ سن کر میں بری طرح چونک پڑا اور صاف محسوس ہوا جیسے یہ حقیقت ابھی اور اسی لمحہ مجھ پر منکشف ہو رہی ہو۔ اللہ رب العزت کے اس احسان عظیم کے احساس سے میں بیگانہ تھا جس سے انہوں نے بروقت مجھے خبردار کیا۔پھر تو بے ساختہ میری آنکھیں، اپنے ہاتھوں کی لکیروں سے الجھ گئیں......

شاہ شمیم صاحب کی ذات گرامی اس وقت بھی مجھ سے قریب تھی جب وہ خود مجھ سے قریب تھے اور آج بھی ان کا قُرب مجھے اپنے آس پاس ہی محسوس ہوتا ہے جب وہ مجھ سے دور ہیں۔میرے لیے وہ ان لوگوں میں ہیں جن سے بہت کم ملاقات ہوتی ہے لیکن جو بہت یاد آتے ہیں۔

تو صاحبو! گذشتہ بیس برسوں کی بساط پر پھیلی ہوئی ان کی مہربانیاں ایک طرف اور دوسری طرف ان کا صرف ایک حکم۔''ترجمہ کردو''۔میں نے سر جھکا دیا اور انہوں نے 'مکتوبات حسنیہ' کے نسخوں کی فوٹو کاپی ایک مخصوص قاصد کے معرفت مجھے ارسال کردی۔یہ بھی کتنی عجیب بات ہے کہ آج جب لوگ اپنے مخطوطات کے سایہ سے بھی لوگوں کو دور رکھنے کی کوشش کرتے ہیں کہ مبادا، میرا کریڈٹ کوئی اور لے جائے، شاہ شمیم صاحب کا یہ فراخدلانہ مظاہرہ، ان کے قلب صاف اور ہر قسم کے تحفّظات وتعصّبات سے ان کے پاک ہونے کا پتہ دیتا ہے۔

مکتوبات کا مطالعہ شروع کیا تو اپنی نا اہلی اور عدم صلاحیت آئینہ بن کر سامنے آ گئی۔ فارسی کے ساتھ عربی عبارتوں کی آمیزش، جس سے میں بالکل نابلد۔پھر تصوف ومعرفت کے

رموز ونکات پر دقیق مباحث اوران سب پر مستزاد، ایک ایک لفظ میں معنی کاایک جہان پنہاں، جس کوترجمہ میں آشکار کرنا اور معنی کی تہ در تہ پرتوں کوکھولنا، کم ازکم مجھ جیسے کوتہ قلم اور کور باطن کے لیے ممکن نہیں تھا۔

''مجھ سے نہیں ہوگا''۔ دل نے بے ساختہ آواز دی۔ اور میں نے فوراً یہ آواز شاہ شمیم صاحب تک پہنچا دی۔

''آپ شروع کیجیے اللہ مدد کرے گا''۔

''لیکن'' میں نے عرض کیا''۔ میں عربی زبان سے بالکل ناواقف اور مکتوبات میں آیات قرآنی اور احادیث نبوی ﷺ......

''وہ آپ میرے لیے چھوڑ دیجیے''۔

''اکثر عبارتیں میری سمجھ سے باہر......''

''وہ بھی میرے لیے چھوڑ دیجیے''۔

''بعض بیانات اِس قدر مجمل کہ ترجمہ میں اِس کی وضاحت مشکل...''

''وہ بھی میرے لیے چھوڑ دیجیے''۔

''سب کچھ آپ ہی کے لیے چھوڑ دوں تو پھر میرے لیے بچا کیا؟''

''ہاہاہاہا'' قہقہہ لگا کر بولے۔''جو کچھ اور جتنا آسانی کے ساتھ آپ کر سکیں''۔

ارشاد کی تعمیل ہوئی۔ کام شروع کیا۔ لیکن اپنی نگاہ بے بصیرت جو الفاظ کی ظاہری سطح تک محدود رہی اور معنی کی تہ تک کبھی نہیں پہنچ سکی۔ ظاہر ہے ایسی صورت میں ترجمہ کے ساتھ انصاف ہونے کا سوال ہی نہیں تھا۔ ہر صفحہ پر دس/بیس سوالیہ نشان لگا کر اپنی نارسائی کا اعلان کرتا رہا۔ جملے بے ربط، عبارت نامکمل، مفہوم غیر واضح اور عربی عبارت بلا ترجمہ، ندامت اور

معذرت کے ساتھ یہ ٹوٹا پھوٹا ناقص ترجمہ شاہ شمیم صاحب کی خدمت میں قسطوں میں بھیجنا شروع کیا اور دوسری طرف ان کا ظرف عالی ایک بار پھر میری دستگیری کو تیار۔انہوں نے میری اُن خوبیوں کی تعریف کی جو فرضی تھیں لیکن اُن خامیوں کی پردہ پوشی کی جو حقیقی تھیں۔انہوں نے نہ صرف جملوں کو باربط بنایا، نامکمل عبارتوں کی تکمیل کی، مطالب ومفاہیم کو واضح کیا اور عربی عبارتوں کا ترجمہ کیا بلکہ حضرت مخدوم حسن علیؒ قدس سرہ کے بیانات کی روح میں اُتر کر، اردو ترجمہ کی ایسی قلب ماہیت کی کہ پھر یہ ترجمہ میرا نہ رہ کر، دراصل ان کا ترجمہ ہوگیا۔

''جناب! اب یہ میرا ترجمہ نہیں ہے''۔ میں نے عرض کیا۔''لہٰذا اب اس پر بحیثیت ترجمہ نگار میرا نام بھی نہیں ہونا چاہیئے''۔

''نہیں''۔انہوں نے فرمایا۔''نام تو آپ ہی کا ہوگا''۔

''لیکن ترجمہ کی موجودہ شکل میری نہیں......''۔

''کچھ بھی ہو، لیکن نام تو آپ ہی کا ہوگا''۔ یہ کہہ کر گویا انہوں نے اپنی جانب سے بات ختم کردی۔

مجھے ہمیشہ اِس بات پر حیرت رہے گی کہ ترجمہ میں، میرے سیئات کو حسنات میں بدلنے کے لیے انہوں نے جتنی دل سوزی کے ساتھ محنت کی اور جتنا وقت صرف کیا اس سے کم وقت میں وہ خود بہترین ترجمہ کرسکتے تھے۔لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا............کیا یہ دوست نوازی کا کوئی نیا طرز ہے؟ یا پھر میرے اعمال کے نامۂ سادہ کو بھرنے کی ایک کوشش؟ یا پھر علمی دنیا میں ایک بے اعتبار کو معتبر بنانے کی خواہش وکاوش؟ کچھ بھی ہو، لیکن قارئین! دورحاضر میں دوسروں کا کام اپنے نام سے چھاپنے کی مثالیں تو عام ہیں، لیکن خود کام کرکے دوسرے کا نام دینے کی یہ پہلی مثال ہے۔ ہر چند کہ:

یہ اعتراف بھی شامل مرے گناہ میں ہے

لیکن میں نے اس کا اعلان ضروری سمجھا تا کہ سندر ہے اور وثیقہ نویسوں کی زبان میں 'بوقت ضرورت کام آوے'۔

صوفیا کے مکاتیب میں، 'مکتوبات صدی' اور 'مکتوبات امام ربّانی' کو جو شہرت اور مقبولیت حاصل ہوئی وہ کسی اور کے حصے میں نہیں آئی۔ اور اس میں شک نہیں کہ مکاتیب کے ان دونوں مجموعوں کو اپنے تعقل اور وجدان اور اپنے لکھنے والے کے اخلاص و روحانیت کے سبب اِس کا استحقاق بھی حاصل تھا۔ تعقل اور وجدان، اِن دونوں مکاتیب کی الگ الگ انفرادیت اور خصوصیت ہوسکتی ہے لیکن ان دونوں کا حسین امتزاج دیکھنا ہو تو حضرت مخدوم شاہ حسن علیؒ کے مکاتیب کا مجموعہ 'مکتوبات حسنیہ' کو دیکھا جاسکتا ہے۔ جس کے سطور اور بین السطور دونوں میں وجدان و تعقل شریعت و طریقت اور صحو و سکر، ایک دوسرے کے متوازی چلتے نظر آتے ہیں۔ بالکل شانہ بشانہ جب ان پر طریقت کا غلبہ ہوتا ہے تو وہ حضرت مخدوم جہاںؒ سے قریب تر نظر آتے ہیں اور جب شریعت کا استیلا ہوتا ہے تو پھر وہ امام ربانی مجدد الف ثانیؒ کے نزدیک تر دکھائی دیتے ہیں۔ خاص طور پر ان کے فکر و اسلوب پر حضرت مخدوم جہاںؒ کے فکر و اسلوب کے نشانات بہت نمایاں ہیں اور کئی بنیادی موضوعات ان دونوں کے درمیان قدر مشترک کی حیثیت رکھتے ہیں۔ مثلاً اپنی ذات کی نفی پر زور اور اصرار اور اللہ کی عظیم قدرت کے سامنے انسان کی عظیم بے بسی کا احساس و ادراک۔

گدارا ھر دو عالم دھند گداست

یہ خود حضرت مخدوم شاہ حسن علیؒ کا بیان ہے کہ فقیر کو دونوں جہان بھی دے دیا جائے تو وہ فقیر ہی رہے گا۔ واضح رہے کہ قرآن کریم میں بھی کئی مقامات پر انسان کو 'گدا' اور

'فقیر' سے تعبیر کیا گیا ہے۔ غنی تو صرف اللہ کی ذات پاک ہے۔ اقبالؔ نے بھی کہا ہے:

تو غنی از هر دو عالم من فقیر

لیکن اِس باب میں حضرت مخدوم شاہ حسن علیؒ کا امتیاز یہ ہے کہ وہ 'فقیر' کو اپنے جذبات و احساسات کا ایک جزو لاینفک بنانا چاہتے ہیں اور اپنے لباس وجود کو چاک کر کے پھینک دینا چاہتے ہیں کہ اِس کے بعد ہی دیدار جمال الٰہی سے مشرف ہوا جا سکتا ہے جو کسی بھی مومن کی معراج ہے:

لباس هستیِ خود را کسی که پاره کند
سزد کـه نور جمـال تـرا نظـاره کند

'مکتوبات حسنیہ' میں اشعار کی کثرت بھی مکتوبات صدی کی یاد دلاتی ہے اور دلچسپ بات یہ ہے کہ کسی بھی شعر کے ساتھ مکتوبات صدی ہی کی مانند، شاعر کا نام درج نہیں۔ تحقیق کے بعد کچھ اشعار کے خالق کا نام معلوم ہو سکتا ہے لیکن بقیہ اشعار کس کے کھاتے میں جائیں گے، یہ تحقیق کا ایک الگ موضوع ہے۔ لیکن اشعار کی یہ کثرت، جہاں ایک طرف فارسی کے وسیع شعری سرمایہ سے مکتوب نگار کی آگہی کا پتہ دیتا ہے، وہیں دوسری طرف ان اشعار کے برمحل استعمال نے مکاتیب کی اثر خیزی میں بھی بے پناہ اضافہ کر دیا ہے اور اثر کی یہ شدّت اس وقت دوچند ہو جاتی ہے جب حضرت مخدومؒ مکمل مکتوب 'صحانہ نظم' میں تحریر فرماتے ہیں۔ مثال کے طور پر مکتوب-3 کو دیکھا جا سکتا ہے۔

حضرت مخدوم شاہ حسن علیؒ کے مکاتیب، اگرچہ فردِ واحد کے نام ہے لیکن انفرادی نوعیت کے یہ ضوابط اپنے شرعی، روحانی اور عرفانی موضوعات کے سبب، اجتماعی افادیت سے خالی نہیں۔ اِن مکاتیب میں ایک الہامی کیفیت نمایاں ہے اور الہام و وجدان کی اِس

کیفیت میں مکتوب نگار کو یہ احساس بھی نہیں ہوتا کہ وہ بعض مثالوں اور اشعار کی تکرار کرتے چلے جا رہے ہیں۔ مثالوں اور اشعار کی یہ تکرار حضرت مخدوم جہاںؒ کے یہاں بھی ہے۔ لیکن ایک عجیب بات یہ ہے کہ عام تحریروں میں جہاں تکرار سے بوریت ہوتی ہے وہاں صوفیا کے مکاتیب میں، تکرار میں بھی ایک تازگی اور نئے پن کا احساس ہوتا ہے:

ہر لحظہ نیا طور نئی برقِ تجلّی

حضرت مخدوم شاہ حسن علیؒ شریعت مطہرہ کے ایک جید عالم دین بھی تھے اور اپنے بزرگوں کی روحانی وراثت کے امین بھی،

در کفی جام شریعت در کفی سندان عشق

روح کی حقیقت، ذات باری تعالیٰ کا ادراک اور نور نبویؐ کا مخرج و منبع وغیرہ جیسے نازک موضوعات پر، مکتوب نگار کے دقیق علمی مباحث سے، ان کی علمی حیثیت مسلّم اور ثابت ہو جاتی ہے لیکن انھوں نے عرفان کو علم پر اور عارفوں کو علماء پر ہمیشہ ترجیح دی۔ چنانچہ اس حقیقت کو بیان کرنے کے بعد کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنے اہل و عیال کو چھوڑ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ روانہ ہو گئے لیکن حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ ملاقات کے لیے تشریف نہیں لے گئے اس کا سبب کیا ہے؟

حضرت مخدومؒ صرف اتنا کہہ کر گذر جاتے ہیں کہ یہ اہل دل اور عارف جانتے ہیں:

صدیق زن و فرزند را گذاشته همراه محمد علیه السلام رفت اویس (قرنیؓ) نرفت۔ چه سبب، عارفان دانند. (مکتوب:59)

چونکہ تصوف حضرت مخدومؒ کا نظری علم بھی تھا اور عملی تجربہ بھی لہٰذا انھوں نے

اپنے علم کے زعم میں صوفیا کے مراتب و درجات کی نفی کبھی نہیں کی بلکہ بعض صوفیا کے بظاہر خلاف شریعت بیانات پر اُن کی گرفت کرنے کی بجائے ان کی توجیہ کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ انہیں معذور سمجھا جانا چاہیے اور ان کا معاملہ اللہ کے حوالہ کر دینا چاہیے۔ خاص طور پر حضرت منصور حلاج ؒ کے بارے میں تو وہ یہاں تک کہتے ہیں کہ جن لوگوں نے ان کے خلاف فتوے صادر کئے اور انہیں شہید کیا، کل قیامت کے دن انہیں پتہ چلے گا جب اس سلسلے میں اُن سے باز پُرس ہوگی:

چنانکه در حق منصور کردند۔ خون چنین بزرگی کردن لایق نبود. حواله دیوانگی میکردند۔ فردا پرسش خواهد بود۔ معلوم بُود.

صوفی و مُلّا کی آویزش سے کوسوں دور، میانہ روی، رواداری، اعتدال پسندی اور صوفیا کے وجدانی کیفیات کے پاس ولحاظ اور آداب واحترام نے حضرت مخدومؒ کی شخصیت کو دلگداز بنا دیا ہے اور دل کی اِسی گداختگی کے سبب، ان کے مکاتیب میں دلسوزی کی زیریں لہریں کروٹیں لیتی نظر آتی ہیں۔ خاص طور پر ان مقامات پر جب وہ اللہ کی کبریائی کے سامنے، اپنی عجز وانکساری کا اظہار کرتے ہیں:

اولیاء الله رایارانه که عرض کنند۔ دیگران را که میپرسد۔ اوناز بنده را نیاز۔ او را کبریائی مارا عجز و انکساری۔ مقام مشکل است۔ نادانی باشد که دم زند که ما خواهم کرد۔ ماچه طاقت داریم۔ کیستم که دم زنم۔ اگر خودی آید هیچ نمانده بجز فضل اوپناهی نیست۔ پیغمبران علیہم السلام درین مقام خون

جگر می خوردند۔ عبادت باید کرد و عجز باید
خواست۔ (مکتوب:84)

خود کلامی کی کیفیت، رواں دواں اسلوب اور سادگی میں جذب کی بے پناہ شدّت کی ایسی مثالیں 'مکتوبات حسنیہ' میں بکھری پڑی ہیں۔ اور چونکہ یہ کیفیت صرف علم سے حاصل نہیں ہوتی بلکہ اِس کے لیے بزرگوں کی صحبت اور تربیت بھی ضروری ہے۔ لٰہذا حضرت مخدومؒ پیروں اور مرشدوں کے اعراس میں حاضری کو نماز کی طرح فرض قرار دیتے ہیں:

در عرس پیران حاضر شدن فرض چون
نماز فرض۔ عاشقانرا این هم فریضه۔ حیله
نباید کرد۔ (مکتوب:62)

لیکن اس مقام پر حضرت مخدومؒ اُن عاشقوں کو مسترد بھی کرتے ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ ہم تو نماز اسی وقت ادا کریں گے جب ہمیں حضرت ابوبکر صدیقؓ جیسا صدق حاصل ہو جائے گا۔ ایک جاہل صوفی، آسانی کے ساتھ شیطان کے اس فریب کا شکار ہو سکتا تھا لیکن حضرت مخدومؒ شیطان کے اس پُر فریب جال کو چاک کرتے ہوے کہتے ہیں کہ نماز ہر حال میں ادا کرنی چاہیے اور ہر نماز کے بعد سو بار استغفار پڑھنا چاہیے۔

بعضے گویند چون صدق ابا بکرؓ نشود نماز
گذارم، منع است۔ بهر حال نماز باید خواند۔
چنانچه باید شد۔ استغفار صدبار بعد هر فریضه
بخواند۔ (مکتوب:59)

نماز کی ادائیگی کے ساتھ وہ سنت نبویﷺ پر بھی عامل ہونے کی تلقین کرتے

ہیں اور ان مقامات پر وہ واضح طور پر امام ربانی مجدالف ثانیؒ کے زیر اثر نظر آتے ہیں۔ لیکن ان کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ صرف اعضاء و جوارح سے نہیں بلکہ وجدانی سطح پر عبادت کے قائل ہیں۔ ان کا خیال یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ جیسے نماز ادا کرتے تھے اگر وہ کیفیت حاصل نہیں ہوتی ہے تو پھر یہ سجدہ کرنا نہیں بلکہ سر کو زمین پر مارنے کے مترادف ہے:

محمد علیہ السلام نماز می خواند۔ اگر آن
بدست نہ آید سر بر زمین زدن شد۔

یہی وجدانی کیفیت جب اپنی انتہا پر پہنچتی ہے تو اپنی ذات کی نفی کی صورت میں نمودار ہوتی ہے۔ اس سلسلے میں حضرت مخدومؒ اس قدر لرزاں اور ترساں نظر آتے ہیں کہ وہ بار بار بلعم باعور اور برصیصا کی مثال دیتے ہیں۔ یہ دونوں اپنے وقت کے ولی تھے لیکن شیطان کے فریب میں آ کر اِن دونوں کا ایمان سلب ہو گیا۔ اس وجہ سے حضرت مخدومؒ بار بار تنبیہ اور خبر دار کرتے ہیں کہ اس راستہ میں کئی اولیاء اللہ مارے گئے ہیں۔ لہٰذا بہت ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے۔

حضرت مخدومؒ کے یہ مکاتیب اپنے اختصار کلام کے ساتھ اپنے علمی ترفع اور معنوی جامعیت کے لیے بھی یاد رکھے جائیں گے۔ تصوف اور عرفان و روحانیت ان کے مکاتیب کے غالب عناصر ضرور ہیں، لیکن ان کو وہ شریعت کا پابند دیکھنا چاہتے ہیں۔ یہ متوازن رویّہ ان کے مکاتیب میں ایک ایسے سادہ و پُر کار اسلوب میں ابھر کر سامنے آیا ہے جس کو انہوں نے شعوری طور پر اور دانستہ وضع نہیں کیا تھا بلکہ 'شعر خود خواہش آن کرد کہ گردد فن ما'۔ مکتوبات صدی کے بعد ولیِ ازلی حضرت مخدوم شاہ حسن علیؒ کے یہ مکاتیب، علم و ادب اور تصوف و روحانیت کا ایک حسین استعارہ بن کر ہمیشہ زندہ رہیں گے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مکتوب: 1

ہمارے عزیز فرحت اللہ سلمہ اللّٰہ تعالیٰ!

فقیر کی جانب سے ترقی ظاہر و باطن کی دعاؤں کے بعد معلوم ہو کہ مجھ کو ایک عظیم سفر درپیش ہے کہ جس میں نہ دن کو آرام ہے اور نہ رات کو قیام۔ مسافروں کو غفلت سے جان کا خطرہ ہوتا ہے جبکہ مجھے ایمان کا خوف ہے۔ حافظ نے ٹھیک ہی کہا ہے:

مرا در منزل جاناں چہ امن و عیش چون ہردم
جرس فریاد می دارد کہ بر بندید محملہا

(مجھے اس جانفزا مقام (دنیا) میں کیا سکون اور کیا خوشی حاصل ہوگی، جبکہ ہر وقت (غیب سے) صدا آرہی ہے کہ اپنا بستر باندھ لو۔)

افسوس صد افسوس! کیا ہی اچھا ہوتا کہ اللہ مجھے پیدا نہ کرتا۔ جیسا کہ حضرت محمد ﷺ نے فرمایا ہے: **یارَبّ محمدٍ لولم یخلُق محمدًا** (اے محمد کے (میرے) رب! کاش تو محمد کو پیدا ہی نہ فرماتا۔)

افسوس ہمارے اور تمہارے احوال پر! ہمارا اور تمہارا غافل ہونا گویا کفر

کے مترادف ہے۔ اس لیے غافل نہ ہوں۔ جس کو خوف ہوتا ہے وہ ہمیشہ ڈرتا اور لرزتا رہتا ہے:

چشمیکہ درو خار خلد چوں خسپد

(اُس آنکھ کو نیند کیسے آ سکتی ہے جس میں کانٹا چبھتا رہتا ہو۔)

جان من، یاد کرتے رہنا ایمان ہے لیکن یہ یاد صرف زبان تک محدود ہے تو کفر محض ہے۔ جیسا کہ امام شرف الدینؒ فرماتے ہیں:

تا کے بزبان خدا پرستی   این شرك بود و بت پرستی

(صرف زبان سے خدا پرستی کب تک، یہ شرک اور بت پرستی ہے۔)

وا ذکر ربک حتٰی نسیت

(اپنے رب کو یاد کرو یہاں تک کہ سب کو بھول جاؤ)

اے فرزند! ایک بے کیف ذات کو بے مثال صفات کے ساتھ ملاحظہ کرنا چاہیے۔ لوگ کہیں گے، جس کو کبھی دیکھا نہ ہو اس کا خیال دل میں کیسے آ سکتا ہے۔ میں اس کا جواب عرض کرتا ہوں:

چو آدم را فرستادیم بیروں

جمال خویش در صحرا نہادیم

(جب آدمؑ کو ہم نے (جنت سے) باہر بھیج دیا تو گویا اپنے

حسن و جمال سے صحرا کو منور کر دیا۔)

اس سے زیادہ قلم میں طاقت نہیں ہے اور مصلحت کا پھندا لٹک رہا ہے۔ مزید یہ کہ رمضان المبارک کا مہینہ آ پہنچا ہے۔ اگر صوموا بوجھك (دیدار الٰہی کے لیے روزہ رکھو) حاصل ہوا تو سبحان اللہ کیا کہنا، ورنہ روزہ، آنکھ، دل، ہاتھ اور زبان سے رکھنا چاہیے۔ بندے کو ایسا ہی ہونا چاہیے، ورنہ وہ بندہ کہلانے کے لائق نہیں۔ جب خود کو پیر دستگیر کی غلامی میں لے آئے ہیں تو پھر اِس دستگیر کو پیش نظر رکھیں جو آپ کے ساتھ ساتھ ہے۔

زیادہ کیا لکھا جائے۔ والدعا۔

مکتوب:2

میری آنکھ کے نور سلمہ اللہ۔

اپنی ہستی کو موہوم جانیں اور اللہ کے سوا کسی دوسرے کو (موجود) نہ سمجھیں۔اور نماز و روزہ جیسے فرائض و سنن کی ادائیگی میں کسی قسم کی کوتاہی نہ کریں ۔وضو کے بغیر ہرگز نہ کھانا کھائیں نہ پانی نوش فرمائیں۔ہر شخص کے گھر میں کھانا کھانے سے اور ایک دن میں دو بار کچھ تناول کرنے سے پرہیز کریں۔تاہم اگر کوئی خاکساری کے ساتھ (دعوت عام میں) بلائے تو چلے جائیں اور اگر کوئی خاص اہتمام کرے تو سعادت جانیں اور تناول فرمائیں۔مجلس سماع میں حاضری کو سعادت سمجھیں اور اگر مناسب وقت اور جگہ میسر نہ ہو اور اخوان طریقت نہ ہوں تو وہاں ترکِ حاضری کو سنت سمجھیں۔اس صورت میں اگر وہاں جانے میں بظاہر فائدہ بھی نظر آئے تب بھی گریز کریں اور مخالف مزاج لوگوں کے ساتھ بھی یہی اصول رکھیں۔اجنبیوں کے ساتھ اپنائیت نہیں برتنی چاہیے لیکن کسی کو یہ احساس بھی نہ ہو کہ اس سے گریز کیا جارہا ہے۔

جو کچھ شریعت میں جائز نہیں ہے اس پر ہرگز عمل نہ کریں اور شریعت کے

خلاف کسی بھی عمل کو اپنے لیے بہتر نہ سمجھیں۔

فقیر نے علم ظاہری کے حصول کی جس قدر تاکید کی تھی اس پر بالکل عمل نہیں کیا گیا حالانکہ رخصت ہوتے وقت کیا کیا وعدے کیے لیکن کیا کیا۔ خیر فقیر کو اس سے کیا مطلب۔ **وما علینا الا البلاغ** (اور ہم لوگ تو اپنی بات پہنچانے ہی کے مکلّف ہیں) اگر آپ کو اس پر غصہ آتا ہے تو اس کا نتیجہ بھی معلوم ہو جائے گا۔ کہنے والے بہت ہیں اور کرنے والے نایاب۔

زیادہ کیا لکھا جائے۔

والدعا۔

مکتوب:3

فرزندعزیز!

گہیکہ طلسم اوست عالم مائیم
زایں کہ صفات اوست آدم مائیم
ای آنکہ توئی طالب اسم اعظم
از ما مگذر کہ اسم اعظم مائیم

(جو کچھ کہ اس کا طلسم ہے ہم وہی جہان ہیں اور جو کچھ کہ اس کی صفات ہیں ہم وہی آدم ہیں ۔تم اسم اعظم کے طالب ہو تو ہمیں نظر انداز نہ کرو کہ ہم ہی اسم اعظم ہیں۔)

اے معنی کو جاننے والے!

از پیش خدا زخدا آمدۂ — نہ از پئے بازی و ھوا آمدۂ
در معرفت و عبادتِ ایزد کوش — کز بہر ھمیں درین سرا آمدۂ

با تو نتواں گفت چرا آمدۂ — با خود تو بگو کہ از بکجا آمدۂ
از بس کہ ببازی و ھوا مشغولی — گویا کہ ببازی و ھوا آمدۂ
جانا تو دریں ملک فنا آمدۂ — در ملک فنای بی بقا آمدۂ

اندر پئے تحصیل نفس آمدۂ — نہ از پئے تحصیل ھوا آمدۂ
از عالم حق بدین سرا آمدۂ — بنگر ز کجا تا بکجا آمدۂ
خالی نہ شوی یک نفس از علم و عمل — تا آنکہ بدانی کہ چرا آمدۂ
تو مظہر مرأت خدا آمدۂ — اینکہ بوجہ کبریا آمدۂ
تا ظن نبری کہ از بہریاری و ھوس — از حضرت حق بدین سرا آمدۂ

(تم اللہ کے پاس سے اللہ کے لیے آئے ہو۔ یہاں لہو ولعب اور ہوا و ہوس کے لیے نہیں آئے ہو۔ اللہ کی عبادت سے اس کی معرفت حاصل کرو۔ اس لیے کہ تم اسی مقصد سے اس دنیا میں آئے ہو۔ کوئی کیا بتائے گا کہ تم یہاں کیوں آئے ہو۔ تم خود سمجھو کہ کہاں سے آئے ہو۔ تم تو اس طرح لہو ولعب اور ہوا و ہوس میں مشغول ہو گویا کہ اسی کے لیے آئے ہو۔ پیارے! تم ایک فانی دنیا میں آئے ہو، ایک ایسی دنیا جو سراسر فانی ہے۔ یہاں آنے کا مقصد نہ صرف سانس لینا ہے نہ صرف اپنی ہوس پوری کرنا۔ کہاں عالم حق اور کہاں یہ دنیا، خود غور کرو کہ کہاں سے کہاں پہنچ گئے۔ علم و عمل سے اپنی ایک سانس کو بھی خالی نہ رکھو یہاں تک کہ تم پر یہ راز کھل جائے کہ یہاں کیوں آئے ہو۔

پیارے! تم صفات خداوندی کے مظہر بن کر اسی کی (پسندیدہ) صورت میں آئے ہو۔ اس لیے یہ نہ سمجھو کہ دوستی یاری اور ہوس نا کی کے لیے حضرت حق کے پاس سے یہاں آئے۔)

مکتوب: 4

میرے عزیز فرزند زاد اللہ عمرہٗ!

لکھنے والے کی طرف سے دعا پہنچے۔لوگ بظاہر علم معرفت الٰہی کے حصول کی خواہش رکھتے ہیں۔زمانہ ہوا،علم ظاہر حاصل کرنے کی تاکید کی گئی تھی (لیکن) توجہ نہیں ہوئی اور نامرادی ہاتھ آئی۔آخر افسوس کے سوا اور کچھ حاصل نہ ہوا۔اب (پھر) علم معرفت الٰہی کی طلب ہوئی ہے۔ارے صاحب! اس کے علم کی نہ حد ہے نہ انتہا۔اس تک پہنچنا بیحد مشکل و دشوار ہے نہیں پہنچ سکتے۔کیسے پہنچیں کہ ہمارے پاس نہ تو علم ہے نہ جہل، نہ طلب ہے نہ ترک، نہ حاصل ہے نہ بے حاصلی۔اور نہ ہم مست ہیں نہ ہوشیار، نہ عالم خودی میں ہیں نہ بے خودی میں اور نہ اس کے ساتھ ہیں نہ اس کے بغیر۔ہمارا حال تو عجیب ہے کہ زندگی برباد کر کے گناہ حاصل کرتے ہیں۔ اگر تم عقل رکھتے ہو تو توجہ سے سنو۔اس راہ کے چلنے والوں کی چال الگ ہے اور ان کا چلن جدا ہے۔وہ (فرشتے) ہر وقت کسی بھی خدمت کے لیے خود کو کمر بستہ رکھتے ہیں (پھر بھی) اُس جناب کی توجہ کے لائق نہیں ٹھہرتے۔

(حصول قرب کے لیے) نماز پڑھنا اچھا ہے لیکن جب تک کوئی شخص

اپنی ذات سے گزر نہیں جاتا اس (اللہ) تک نہیں پہنچتا۔ اس کے بعد تو وہ خود خریدنے کو تیار ہے۔ میں حیران ہوں کہ محمد ﷺ نے ہمارے تمہارے جیسے لوگوں (صحابہ) کو کیسے ایسا کر دیا کہ فرشتے نہ صرف ان کے آگے جھکتے تھے بلکہ اپنی تمام تر پاکیزگی کے باوجود اُن (کے درجے) تک نہیں پہنچ سکتے۔ ہمارا اور تمہارا پہنچنا بھی دشوار ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا کریں کہ ان کی طرح ہو جائیں۔ تو اوّل یہ کہ چالیس روز تک، طہارت اور پاکیزگی کے ساتھ نماز بے قضا ادا کی جائے۔ اس کے بعد نفس کو ذلیل و خوار کیا جائے اور حرام چیزوں پر نگاہ بھی نہیں کی جائے اور کوئی ایسی بات زبان پر نہیں لائی جائے جس کی اجازت شریعت میں نہیں ہے۔ حرام چیزوں کی طرف ہاتھ اور قدم نہیں بڑھایا جائے۔ اس کے بعد جو نعمت حاصل ہوگی، وہ آپ کو خود معلوم ہو جائے گی۔ زیادہ والدعا۔

مکتوب:5

میرے عزیز! اللہ آپ کی عمر دراز کرے:

بہ پیری سعی کن گر در جوانی کار رفت از دست
زرِ گم گشتہ در آتش ز خاکستر شود پیدا

(اگر جوانی ہاتھ سے نکل گئی تو بڑھاپے میں کوشش کیجیے۔
اگر سونا آگ میں گم بھی ہو جائے تو (ڈھونڈنے سے) راکھ
میں سے مل جاتا ہے۔)

اگر تم کہتے ہو کہ میں نے (اس راہ میں) بڑی محنتیں کی ہیں تو (یقین مانو) یہ ساری کوششیں دین کے لیے نہیں دنیا کے لیے کی گئیں۔ بیعت کرنا سنت مؤکدہ ہے اسے ہرگز نہ چھوڑیں۔ خواب وغیرہ کے ذریعہ (بیعت کی) سند نہیں ہے۔ ان کے دل کدورت کی وجہ سے ایسے نہیں رہ گئے ہیں کہ دل والوں کا اثر قبول کرسکیں۔ اس لیے، یہ (کچھ بھی کریں) شاید کوئی فائدہ حاصل نہ کر پائیں۔ خدا نہ کرے ایسا ہو۔ اسی لیے روزانہ اپنا محاسبہ کرتے رہنا چاہیے۔ آئندہ اگر خدا نے چاہا تو صاحب کو نیکی وسعادت کے دروازے پر پہنچائے گا یا خود نیک بختی کو آپ کے دروازے تک لے آئے گا جس شخص کی قسمت میں اللہ نے 'قاف' لکھ

دیا ہے وہ 'با' نہیں ہوسکتا ہے، اور جس کو 'الف' لکھ دیا وہ 'ہا' نہیں ہوسکتا۔ خود ہی فیصلہ کرلیں۔ افسوس صد افسوس! تمام دوست ہاتھ کھینچ چکے۔ اس کے باوجود وہ خبردار نہیں ہیں یہ سخت حیرت اور تعجب کی بات ہے:

نصیحت کن مرا چندانکه خواهی
که نتوان شست از رنگی سیاهی

(آپ جتنا بھی چاہیں نصیحت کرلیں لیکن کسی رنگ سے سیاہی
دھوئی نہیں جاسکتی۔)

رب کے حضور عاقبت اور خاتمہ بخیر ہو۔

مکتوب:6

میرے عزیز سلمہ! دعائیں۔

سرکاری رقم کے نہیں پہنچنے کی اطلاع اور اپنوں کی بے توجہی سے بہت ملال ہوا، تاہم دل مطمئن رہا۔

جس کا کوئی پرسان حال نہ ہو اس پر اللہ تعالیٰ نگاہ کرم کرتا ہے۔ گمان غالب ہے کہ آپ کا کام بھی بخوبی انجام پائے گا۔

دیگر یہ کہ وہ برخوردار گاؤں میں ہیں۔ اگر کسی شخص نے سرکاری رقم خرچ کر دی ہو تو آخر کار اسے سود کے ساتھ لوٹانا ہی ہوگا۔ لیکن شاہ صاحب اور بڑے میاں کو سرکاری رقم کی ادائیگی کی بالکل فکر نہیں ہے۔ چونکہ وہ رقم ادا کرنے سے قاصر تھے بس ''کیا کریں، کیا کریں'' کہتے تھے۔ اب کوئی شخص ان کی طرف توجہ نہیں کرتا۔ حالانکہ ان لوگوں نے ہر شخص کا خیال رکھا ہے۔ آیندہ انہیں یہ کاروبار اپنے بل بوتے پر کرنا چاہیے۔ مزید یہ کہ جب تک حکومت کے بقایہ جات ادا نہ کر دیں، ہرگز یہاں آنے کا ارادہ نہیں کرنا چاہیے۔ اور ہرگز بُرے لوگوں کی صحبت اختیار نہ کریں، ورنہ دین و دنیا دونوں کی بربادی ہے۔

اکثر وضو کے پانی سے استنجا کیا کریں کہ یہ نیکی میں اضافہ کا سبب بنتا ہے۔اور ذکر نفی و اثبات (جلی) کے ساتھ ذکر خفی بھی کیا کریں کہ اس سے بلائیں اور مصیبتیں دور ہوتی ہیں۔اور جو کچھ آپ نے طلب کیا ہے وہ میاں امام الدین کے ہمراہ بھیجا جا رہا ہے۔امید ہے پہنچ جائے گا۔

مکتوب:7

میرے عزیز سلمہ! دعائیں۔

دو تین خط یکے بعد دیگرے پہنچے۔تمام بڑے چھوٹے کی خیریت معلوم ہوئی۔ وہ پاک پروردگار میرے تمام فرزندوں (مریدین) کو اپنے حفظ و امان میں خصوصی توجہ کے ساتھ رکھے۔حیرت ہے کہ اس موضع (کی زمینداری) کو اب تک ان لوگوں نے فروخت نہیں کیا جس سے پریشانی پیش آئے گی۔اچھا ہے کہ اسی ماہ میں بیع ہو رہا ہے۔سرکاری (واجب الادا) رقم،خواہ جیسے بھی ہو حاصل کریں۔حکومت کی باقی رقم کیسے حاصل ہوگی اور اس سلسلے میں ان لوگوں نے کیا سوچا ہے،مطلع فرمائیں تا کہ دل کو اطمینان ہو۔

مزید یہ کہ کوئی معقول آدمی نہیں جا رہا ہے کہ میں اس کے ہاتھ اسمائے وظیفہ بھیج دوں۔اس کے پہنچنے تک ان سے خود کو الگ رکھیں،جن سے میل جول فسادو کفر پیدا کرے۔اس لیے کہ لگا تار میل جول کے بعد الگ ہونا مشکل ہوتا ہے۔

اے جان پدر! بارہ سال کے ایک بچے کو (ہر گھڑی) طبیب کی ضرورت

نہیں ہے۔غرض یہ کہ اس قسم کی حرکتوں پر خود ایسی نگاہ رکھیں کہ حرکات شیطانی والی جگہوں اور شیطانی فطرت والے لوگوں سے دور رہیں۔ یہ جہاد ضروری ہے۔ اگر ہو سکے تو پھر اس پر نگاہ بھی نہ ڈالیں۔محرمات پر بار بار نگاہ کرنے سے عصمت و عفت کی نورانیت ختم ہو جاتی ہے۔

زیادہ کیا عرض کروں، ایک دن آپ خود ہی سمجھ جائیں گے۔

مکتوب:8

اللہ کے راستے پر چلنے والوں سے پوشیدہ نہ رہے کہ ایک روز، میں شدت تکلیف سے، بستر پر آرام کی خاطر گیا تھا۔محمد یٰسین اور دوسرے ساتھ تھے۔ میں نے ان کے سر پر دست شفقت رکھا۔ابھی ایک لمحہ بھی نہ گزرا تھا کہ آواز آئی! فرزندوں سے محبت کرتے ہو؟ میں نے فوراً انہیں باہر بھیج کر دروازہ بند کر دیا۔ پھر تو ایسی حالت ہوگئی کہ تمام لوگ دروازہ کے باہر جمع ہو گئے۔ چونکہ دروازہ بند تھا اس لیے کسی کو حقیقت حال کی خبر نہیں تھی۔اب تک مزاج بحال نہیں ہوا ہے۔

میں لوگوں سے گریز کرتا ہوں لیکن پھر بھی لوگ جمع ہو جاتے ہیں۔خدا فضل فرمائے۔اگر کوئی مکان مل جائے تو میں گوشہ نشین ہو جاؤں ورنہ پھر جنگل کی راہ اختیار کروں۔

بس، رضائے الٰہی سے غافل نہ رہتے ہوئے اپنا خیال رکھیں۔اگر آپ مجھ سے محبت رکھتے ہیں تو بندہ آپ کے ساتھ ہے۔باقی سب خیریت ہے۔والسلام علیکم!

مکتوب:9

میرے عزیز! نورچشم میاں شیخ فرحت اللہ سلمہ اللہ۔

فقیر کی جانب سے دعا پہنچے۔ خط ملا اور حالات سے واقفیت ہوئی۔ اللہ تعالیٰ، سب کو اچھا رکھے۔ ان لوگوں کا یہاں آنے کا ارادہ نہیں ہے۔ اِس وقت غیر لوگ یہاں آرہے ہیں جبکہ اپنے صاحب، دوسری جگہ جاتے ہیں۔ بہت خوب! یہ سب نفس کی شرارت کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ اے بھائی!

علاج نفس کافرِ را به هنگام جوانی کن
که این مارسیه چوں پیر گردد اژدها گردد

(نفس کافر کا علاج جوانی میں کیجیے اس لیے کہ یہ کالا سانپ، بوڑھا ہونے کے بعد اژدھا بن جائے گا۔)

نفس بے فرمان من مارا برسوائی کشید
دوست می دارید نفس مست دشمن وار را

(میرے نافرمان نفس نے ہی مجھے رسوا کیا اور تم اس دشمن صفت نفس کو دوست رکھتے ہو۔)

یہ بھی معلوم ہوا کہ آپ علم الٰہی سیکھنے کے خواہش مند ہیں۔ بھائی! اس علم

معرفت الٰہی کی کوئی حد نہیں ہے۔اس کی انتہا تک پہنچنا بہت مشکل ہے۔اور میرے پاس تو نہ علم ہے نہ جہل، نہ طلب ہے نہ ترک، نہ حاصل نہ بے حاصلی۔نہ مست ہوں نہ ہوشیار، نہ با خود ہوں نہ بے خود۔نہ اس کے ساتھ ہوں نہ اس کے بغیر۔یہ راستہ جانا پہچانا نہیں ہے۔اللہ عاقبت بخیر فرمائے۔

دوسروں کے علاج کی فکر کرنے کی بجائے اپنے علاج کی فکر کریں۔ عقل و دانش والوں کا تو حال یہ ہے کہ وہ اپنی بے بسی اور عاجزی کا ماتم کرتے ہوئے چلے گئے۔آپ صاحب نے کچھ نہیں کیا۔علم ظاہر حاصل کرنے کی کوشش بھی نہیں کی۔علم باطن والوں کو غنیمت سمجھیے کہ وہاں تک پہنچا دیتے ہیں۔خدا مجھ پر اور آپ پر فضل فرمائے۔ہم دونوں کا دل،اسی کے قبضۂ قدرت میں ہے۔

والدعا۔

مکتوب:10

میرے عزیز! دعائیں۔

پچھلا خط ملا جس سے حالات معلوم ہوئے۔ اے صاحب! لباس کے بغیر فرائض کی ادائیگی نہیں ہوسکتی ہے۔ اس لیے نماز سے قبل اس کا اہتمام ضروری ہے اس کے لیے آپ کوشش فرمائیں۔ قبل کے بزرگوں نے تجارت کی ہے، ان لوگوں نے دنیاوی لباس میں عاقبت حاصل کی ہے آج ہم درویشی لباس میں دنیا کو حاصل کررہے ہیں۔ افسوس، صد افسوس! یہ کافر نفس چھوڑتا نہیں ہے:

چناں کافر که مارا درنہا د است
مسلماں کمتر از دستش فتاد است

(ہماری فطرت میں ایک ایسے کافر (نفس) کو رکھ دیا گیا ہے کہ بہت
کم مسلمان ایسے ہوں گے، جو اس کے ہاتھ سے بچ نکلے ہوں۔)

جو چیز کئی بار لکھ دی گئی تھی وہ پہلے ظاہر نہیں ہوئی تعجب ہے۔ لیکن ہر چہ دیر آید درست آید و قیام نماید (جو کچھ دیر سے ہوتا ہے وہ ٹھیک ہی ہوتا ہے اور پائدار ہوتا ہے۔) مشہور مصرع ہے:

ز کار بستہ مینديش دل شکستہ مدار

(جو کام نہیں ہو سکا اس کے بارے میں مت سوچو اور دل چھوٹا مت کرو)

انشاء اللہ حالات موافق ہوں گے۔ واقعہ یہ ہے کہ ان لوگوں کا دل اب تک مطمئن نہیں ہے۔ ہر وقت دنیا میں مشغول رہتے ہیں۔ اور بات تو سنتے ہیں لیکن توجہ نہیں دیتے۔ اب تک ہماری تمہاری محبت غالب نہیں ہے۔ خدا فضل اور عنایت فرمائے۔

میرے عزیز! جس طرح ہمیں دوستوں اور فرزندوں سے محبت ہوتی ہے، اتنی محبت بھی ہمیں (معبودِ حقیقی سے) نہ ہوسکی۔ افسوس صد افسوس:

دلم بہ پلّہ انصاف نیست حیر انم

(میں حیران ہوں کہ میرا دل انصاف کے ترازو میں نہیں ہے۔)

اکثر سنا گیا ہے:

چشمیکہ درو خار خلد چوں خسپد

(اُس آنکھ کو نیند کیسے آسکتی ہے جس میں کانٹا چبھتا رہتا ہو۔)

زیادہ کیا لکھوں۔ واللہ اعلم۔

مکتوب:11

عزیز سعادت مند!

اس خادم درویشاں بلکہ خاکپاے درویشاں کے دل میں ایسا خیال آتا ہے کہ صرف اپنی سعی وکوشش سے کوئی انسان بزرگ نہیں ہوجاتا، بلکہ اس کے لیے صلاحیت اور قابلیت بھی ہونی چاہیے۔ جیسے کہ بارش کا قطرہ ہے، وہ کہیں موتی بنتا ہے اور کہیں کافور اور کسی جگہ ایسے ہی رہ جاتا ہے، اور کسی اور مقام پر کوئی اور شکل اختیار کر لیتا ہے۔ سچ پوچھئے تو قطرہ تو وہی ایک ہے لیکن اس کی خاصیت ظرف کے مطابق بدل جاتی ہے۔ اس میں قطرے کا کوئی قصور نہیں ہے، اور نعمت کو حاصل کرنے کے لیے سچی ارادت شرط ہے۔ اسی لیے بزرگوں نے کہا کہ انسان جو کچھ لے کر آیا ہے وہی اپنے ساتھ لے جائے گا۔

آپ خود انصاف فرمائیں، جس کو خدا اور رسول خدا ﷺ کا خوف نہیں ہو، وہ بھلا مخلوق سے کیا ڈرے گا۔ شروع میں نفس کا فر کا علاج ہی نہیں کیا گیا بلکہ (مرض بڑھانے میں) مدد کی گئی اور یہ اس کا نتیجہ ہے جو ظاہر ہوا۔ چند سال سے یہ فقیر، دنیا داروں سے دنیا داروں کی طرح ملاقات نہیں کرتا ہے۔ مگر فرزندان (مریدوں) پر توجہ دیتا ہے خواہ وہ دھیان دیں یا نہ دیں۔

آپ کے دیدار کی آرزو کے سوا اور کیا لکھا جائے۔

مکتوب:12

میرے عزیز سلمہ! دعا۔

خط ملا اور معلومات حاصل ہوئیں۔شوروغل اور آہ وزاری سے کیا فائدہ۔ خدا فضل فرمائے۔میرے عزیز :

خود بخود آن بت عیّار به برمی آید
نه بزوری نه بزاری نه بزر می آید

(وہ معشوق تو خودبخود پاس آجاتا ہے اس کو زور زبردستی سے، آہ و فریاد سے یا دولت کی لالچ سے نزدیک نہیں لایا جاسکتا۔)

لیکن جو کچھ دیر سے آتا ہے وہ ٹھیک ہوتا ہے اور اپنی خواہش کوئی کام نہیں آتی۔آپ خود انصاف فرمائیں کون شخص یہ نہیں چاہتا کہ اس کے مرض کا علاج ہو جائے۔حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کا احوال آپ نے پڑھا ہی ہوگا جو قران میں درج ہے۔انشاءاللہ تعالیٰ خدا کا فضل ہوگا۔حقیقت یہ ہے کہ محبت (الہٰی) کسی کے چاہنے سے حاصل نہیں ہوتی مگر جس پر اس کا فضل ہوجائے۔محبت جیسی شے تو پہلے ہی کم تھی، اب تو بالکل نایاب ہے۔اس لیے لوگ بلند مقام تک نہیں پہنچ پاتے ہیں۔ہم لوگوں کو جتنی محبت اپنے دوستوں اور فرزندوں کے ساتھ ہے اتنی

محبت بھی اللہ سے نہیں ہے۔ پھر کیسے لوگ اپنے مطلوب اور مقصود تک پہنچ سکتے ہیں۔ ہاں! جس پر اللہ کا فضل ہو جائے۔ اللہ اپنی عنایت اور مہربانی سے محبت میں اضافہ فرمائے۔ زیادہ کیا لکھوں، ہم سب لوگوں کو اللہ اپنی محبت سے نوازے۔

مکتوب:13

عزیز!

اس راہ کے چلنے والے کا طریقہ یہ ہے کہ خود کو مرشد کے تصور میں اس طرح (غرق) کردے کہ غیر کو ان دونوں میں کوئی فرق ہی نہ محسوس ہو۔ اور جو کچھ مرشد کامل کے پاس ہے، مرید اس کی جھلک اپنے اندر پائے۔ خیال سے گذر کر صفات تک اور صفات سے ذات تک پہنچے۔ جب یہ معاملہ ہو تب وہ ولایت کے درجہ تک پہنچتا ہے۔ تمام بزرگوں کا مشاہدہ کرتا ہے بلکہ ان کی صحبت حاصل ہوتی ہے اور اگر مزید ہمت بلند ہوئی تو اس سے بھی گذر کر اعلیٰ درجہ تک جا پہنچتا ہے۔ دوگانہ و فاتحہ پڑھ کر حضرت شرف الدینؒ کے اسم مبارک کی طرف متوجہ ہوں۔ جو بھی چاہیں گے وہ حضرت کی برکت سے حاصل ہوگا۔ اور وہ بھی حضرت نبیّنا محمد ﷺ کے سپرد کر دیں گے۔ اور جو کچھ قسمت میں ہے وہ تمام چیزیں اُس بارگاہ سے حاصل ہوں گی۔

مکتوب:14

میرے عزیز! دعا۔

خط ملا جس سے معلوم ہوا کہ فرزند کی ولادت ہوئی تھی لیکن اس کا انتقال پُر ملال ہوگیا۔ اللہ کی مرضی میں، کسی کا چارہ نہیں۔ اور اس کو خوش قسمتی سمجھیں۔

حدیث میں ہے کہ کل (قیامت کے دن) شیر خوار فرزند، ماں اور باپ کی شفاعت کرے گا۔ اللہ تعالیٰ والدین کو سلامت رکھے نعم البدل حاصل ہوگا، اطمینان رکھیں۔ اور غوث پاکؒ کے نام پر دو رکعت نماز، کہ شاہ صاحب جانتے ہیں، جہاں سمجھ میں نہیں آئے شاہ صاحب سے دریافت کرکے، اپنا معمول بنالیں۔ اس کو 'صلوٰۃ حضور' کہتے ہیں۔ اسے مغرب کی نماز کے بعد پڑھنا چاہیے۔ حضرت کے جمالِ مبارک کی زیارت کا شرف اسی وقت حاصل ہوجائے گا۔ اس کو پڑھنے میں ہرگز غفلت نہ برتیں۔

حضرت کے گیارہ نام ہیں۔ داہنے ہاتھ کی جانب سے گیارہ قدم چلیں اور ہر قدم پر حضرت کا ایک نام لیتے ہوئے قدم اٹھائیں۔ اس کے بعد کھڑے ہو کر سلام پیش کریں اور نہایت انکساری اور خاکساری کے ساتھ یہ تصور کریں کہ میرے حضرت مخدوم تشریف فرما ہیں۔ اس کے بعد داہنے پاؤں کو بائیں پاؤں پر

رکھ کر کھڑے ہوں پھر سورۂ فاتحہ ایک بار، آیت الکرسی ایک بار، قل یا ایہا الکافرون تین بار، سورۂ اخلاص گیارہ بار اور اول و آخر درود پڑھیں۔ اس کے بعد مراقبہ میں بیٹھیں۔ حضرت کی صورت تصور میں رہے۔ حضرت کی روح مبارک کو حاضر سمجھیں۔ اس کے بعد جیسے گئے تھے اسی طرح واپس ہوں، جہاں دو رکعت نماز ادا کی تھی، وہیں پر رہیں۔ ہزار بار آمد و رفت نہ کریں، مقصد حاصل ہوگا۔ اس کے بعد دو رکعت نماز رسول اکرم ﷺ کو ہدیہ (صلوٰۃ ھدیۃ الرسول الاکرم) کریں اور ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد والضحیٰ ایک بار، الم نشرح ایک بار پڑھیں۔ درجات میں انشاء اللہ ترقی ہوگی۔

مکتوب:15

میرے عزیز! دعائے شوق۔

خط ملا اور تمام لوگوں کے حالات معلوم ہوئے۔ روزگار کی صورت جوان کے دل میں آئی ہے وہ اچھی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنا فضل فرمائے:

صلاح بندہ ھما نست کاں صلاح شماست

(جو آپ کا مشورہ ہے، وہی میرا بھی مشورہ ہے)

اگر ممکن ہو تو مہاراجہ بہادر کے دربار میں رسوخ رکھنے والے کسی شخص سے دریافت کریں۔ اللہ تعالیٰ معاملات کو انجام تک پہنچائے گا۔ اور یہ بھی لکھیے کہ موضع کو رکھنا چاہتے ہیں یا لطف علی کے حوالے کرنا چاہتے ہیں۔ دونوں ایک ہی بات ہے۔ بہرصورت بہتر ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنا فضل فرماتا ہے، حضرت محمد ﷺ اور ان کی آل و اصحاب کے طفیل اپنے دوستوں کو لازمی ضرورتوں سے فراغت عطا فرماتا ہے۔

اس دو رکعت والی نماز کے بارے میں، جس کے متعلق لکھا تھا کہ بعض باتیں سمجھ میں آتی ہیں اور بعض چیزیں معلوم ہوتے ہوئے بھی سمجھ سے باہر ہیں

تو (اس سلسلے میں) لکھا جارہا ہے کہ لا الہ الااللہ کا ذکر بہت اچھا ہے۔ ساتھ ہی ھا، ھُوَ اور ھِیَ کا ذکر بھی خوب ہے۔ ھا کا معنیٰ اوست (وہی ہے) اور ھُوَ کا معنیٰ ھمہ اوست (سب کچھ وہی ہے) اور ھِیَ کا معنیٰ ہے باماست (وہ ہمارے ساتھ ہے)۔ جانِ من! وہ ہمارے ساتھ ہے کا یہ معنیٰ نہیں ہے کہ ہم اس کے ساتھ ہیں بلکہ اس سے یہ معنیٰ مراد ہے کہ وہ میرے ساتھ ہے۔ مجھ سے اس کا نام باقی نہیں ہے بلکہ دراصل باقی وہی ہے۔

درویش مخوان مارا جز دوست مداں مارا

(ہم کو درویش نہیں صرف دوست سمجھو)

اس مسمیٰ کے لیے نام و لقب بہتر نہیں۔ ذات بے کیف کو بے مثال صفات کے ساتھ ملاحظہ فرمائیں اور مراقب ہو جائیں اور جو رموز اوپر بیان ہوئے اور آئندہ بیان ہوں گے وہ سب نہ صرف خواب میں بلکہ بیداری میں ظاہر ہوتے جائیں گے۔ اطمینان رکھیں۔

زیادہ کیا لکھا جائے۔ والدعا۔

مکتوب:16

میرے عزیز، نورِ چشم، اللہ آپ کو عمر میں برکت اور ظاہر و باطن میں سکون واطمینان عطا فرمائے۔

خط ملا جس سے آپ کی طبیعت میں افاقہ اور مزاج میں بہتری کی اطلاع ملی۔ بارگاہ خداوندی میں سجدہ شکرہ ادا کیا۔ اللہ تعالیٰ تمام لوگوں کو اسی طرح خوش و خرم رکھے۔ آپ نے لکھا تھا کہ نفس سختی کرتا ہے اور دوسری طرف لے جاتا ہے۔ میرے عزیز! پہلے تو آپ نے نفس کافر کے ساتھ دوستی کر لی۔ جب اتحاد ہو گیا تو آپ اس کے فرمانبردار ہو گئے۔ اب آپ اس طرح کی گفتگو کر رہے ہیں۔ خیر، اگر وہ آپ کو شریعت کے مخالف سمت میں لے جاتا ہے تو آپ خود کو دوسرے کام میں مشغول کر لیں۔ اگر مراقبہ میں کوئی خطرہ محسوس ہو تو ذات (باری) کا تصور کریں، کوئی نقصان نہیں ہو گا۔ سب کی جائے پناہ وہی ہستی ہے۔ جب بھی ایسا کریں گے نفس کافر سے محفوظ رہیں گے اور جذبات الٰہیہ غالب رہیں گے، اور دیگر ساری چیزیں جل جائیں گی۔

میرے عزیز! اگر غلطی سے کسی پر نگاہ پڑ جائے تو دوسری بار اس پر نظر نہیں کرنی چاہیے۔ اور اگر باطن میں کوئی وسوسہ پیدا ہو تو ذات کی طرف متوجہ ہو جانا

چاہیے ،اور جب ذاتِ کی طرف متوجہ ہو گئے تو پھر صفات کی بات کیا۔ اس لیے کہ جہاں ذات ہوتی ہے پھر وہاں کچھ نہیں رہتا۔ لیکن یہ عظیم نعمت ہے اور ہر شخص کو نصیب نہیں ہوتی۔ اگر بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ نعمت سب کو حاصل ہو سکتی ہے تو یہ ان کا وہم و گمان ہے۔ بہت کم لوگ ایسے ہیں جن کی رسائی ذات (باری) تک ہوئی ہے۔ بلکہ سننے والا جانتا ہے کہ اس قسم کا دعویٰ کرنے والے بیشتر لوگ غلط ہیں۔ یہ نعمت انہیں حاصل ہوتی ہے جن پر طلب الٰہی کا جذبہ نہ صرف غالب ہوتا ہے بلکہ ان کی پرورش انہی جذبات کے تحت ہوتی ہے، اور دوسرے کسی کو حاصل نہیں ہوتی۔

یہ حقائق غیروں کے سامنے بیان نہیں کرنے چاہئیں۔ خط پڑھنے کے بعد چاک کر دینا چاہیے تا کہ اس پر غیروں کی نگاہ نہیں پڑے۔

اس (مخصوص) نماز میں ذات (باری) کا ذکر ہزار مرتبہ کرنا چاہیے۔ پہلے تو زبان سے اسم ذات کا لفظ ادا ہو اور جب ذات سامنے آ جائے تو خاموشی اختیار کر لیں۔ یعنی زبان سے بولنے کا ارادہ نہیں کریں۔ اگر کریں گے تو پھر مقصد حاصل نہ ہو گا۔ اس راہ میں کسی کی اتنی طاقت نہیں ہے کہ وہ پاس جا کر لوٹ آئے۔ یہ قدرت ، اللہ کے رسول ﷺ کی ذات مبارک پر ختم ہو گئی۔

مزید یہ کہ اگر کوئی شخص کہے کہ اپنے مرشد کی خدمت میں بندے کی تحریری سفارش کر دیں تو قبول کر لیں لیکن پہلے یہ اطلاع کریں کہ فلاں شخص یہ

چاہتا ہے، میری اجازت ملنے کے بعد ان کی بات پیش کریں، کیونکہ (سلوک کی)
جس منزل کی طرف وہ لوگ گامزن ہیں وہاں اس (ذات) کی صورت کو اپنی
ذات کے ساتھ تصور کریں، تب جا کر کامیابی حاصل ہوگی۔

زیادہ واللہ اعلم۔

مکتوب: 17

میرے عزیز بھائی سلمہ!

دعا کے بعد معلوم ہو کہ خط ملا، دلی مسرت حاصل ہوئی۔ حق تعالیٰ ہمیشہ آپ کو اپنی یاد میں لگائے رکھے، یہاں تک کہ شرف ملاقات حاصل ہو جائے۔

خود کو خودی (انا) سے بچائے رکھنے کی فکر سے ایک لمحہ بھی غافل رہنا اس راہ کے لوگوں کا کام نہیں کیونکہ یہی حجاب ہے۔ قبلہ گاہ خود اپنے بارے میں جو کچھ ارشاد فرمائیں اس پر بجان و دل عمل کریں۔ اور اس میں کسی قسم کی کوتاہی نہ کریں۔ والسلام۔

مکتوب:18

میرے عزیز!

دعا کے بعد معلوم ہو کہ دو خطوط ملے اور ہر ایک میں فریاد اور آہ و زاری تھی۔

میرے عزیز! اس راہ میں تو مردوں کا دل خون ہو گیا ہے۔ عشق و محبت کی آگ عاشق کے دل پر جتنا اثر کرتی ہے، اتنا اثر کافروں کی جان پر غازیوں کی تلوار کا بھی نہیں ہوتا۔ اس راہ میں خون بہانے اور جان دینے کے علاوہ کوئی اور کام نہیں ہے۔ جان کی بازی لگانے والوں نے تو اتنی عبادت کی ہے کہ اس کو دیکھ کر فرشتے بھی حیرت زدہ رہ گئے ہیں۔ آپ کو چاہیے کہ دل اور آنکھوں میں غیر کو بالکل جگہ نہ دیں اور جب ایسا ہو جائے گا تب اللہ کا نور دل میں جگہ بنا لے گا۔ پھر غیر کے لیے دل میں کوئی جگہ ہی نہیں بچے گی۔

نماز وقت پر ادا کرتے رہیں، اللہ کا فضل شامل حال ہوگا۔

میرے فرزند! اللہ کی سنت اسی طرح جاری ہے کہ اس سے محبت کرنے والے خون جگر پیتے رہیں اور محبت کی آگ میں جلتے رہیں۔ محمد ﷺ نے فرمایا ہے ''کاش محمد کا خدا، محمد کو پیدا نہ کرتا''، افسوس ہمارے اور تمہارے حال پر۔

لیکن امید قوی ہے کہ کل قیامت کے دن وہ آپ کو محروم نہیں کرے گا اور آپ کو اپنے دیدار سے مشرف فرمائے گا۔ میری اور آپ کی روح، دوست کے دیدار کے بغیر نہیں نکلے گی۔ حق تعالیٰ اتنا نور دل پر ڈالے گا جو اپنے ساتھ ہمیں بہا لے جائے گا۔

واللہ اعلم۔

مکتوب:19

میرے عزیز!

ترقی ذوق وشوق کی دعا کے بعد عرض ہے کہ خط ملا اور حالات سے واقفیت حاصل ہوئی۔حق تعالیٰ کامل جذبہ عطا فرمائے۔جو کچھ آپ کو پیش آیا وہ بھی معلوم ہوا۔لیکن اگر اسی قسم کا معاملہ دوبارہ پیش آئے تبھی اچھی بات ہے ورنہ یہ اچھی علامت نہیں ہے۔صاحب نے مراقبہ کیا ہوگا۔اگر مراقبہ میں شورش پیدا ہو تو دوبارہ سہ بارہ کریں،اور جب بھی فراغت ہو اور سکر،صحو کے ساتھ ہو تو یہ اچھی علامت ہے اور اگر سکر وصحو، دونوں نہیں ہوں تو پھر یہ اچھی علامت نہیں ہے۔حالت خودرفتگی میں جو کچھ تجربہ ہو،اسے بھی لفظ بلفظ لکھ بھیجیں۔

زیادہ کیا لکھا جائے۔والـــدعـــا۔ اللہ تعالیٰ ذوق وشوق میں اضافہ فرمائے۔

مکتوب:20

مکاشفات کے بیان میں آپ کا دل پسند مکتوب پہنچا اور احوال سے واقفیت ہوئی۔ مجھے نہیں معلوم کہ آپ خود آسمان پر گئے یا آسمان خود آپ کے پاس آ گیا۔

آپ نے سنا ہوگا، حضرت آدمؑ کے گندم کھانے کے پیچھے کیا راز تھا؟ اگر معلوم ہو تو فرمائیں:

ھر کجا غم نیست آنجا زندگانی مشکل است
زین سبب آدم بہ تعجیل از بہشت آمد برون

(جہاں غم نہیں ہے وہاں زندگی گذارنا بہت مشکل ہے۔ اسی وجہ سے حضرت آدمؑ بہت جلد جنت سے باہر آ گئے۔)

گندم کھانے کے پیچھے کیا راز تھا یہ عاملین ظاہر کو معلوم نہیں، یہ صرف عاشق ہی جانتے ہیں اور تخلیق آدم کی حکمت جمال دوست پر فریفتہ کرنا اور ہجر و فراق سے وصال حقیقی تک پہنچانا ہے۔

مکتوب:21

میرے عزیز!

اللہ آپ کی محبت میں اضافہ فرمائے۔ خط ملا اور نگاہ کو منور کر گیا۔ جو کچھ آپ نے دیکھا وہ معلوم ہوا۔

حضرت محمد ﷺ کو جس نے بھی دیکھا، صحیح دیکھا۔ شیطان اور نفس کافر، نبی اور مرشد کی صورت میں نہیں آ سکتا ہے۔ اللہ کا شکر ہے۔ دوسرا خواب بھی معلوم ہوا۔ وہ گناہ جو پہلے سرزد ہوا تھا، اس کا نتیجہ ظاہر ہوا۔ اور جن دوسرے حضرات کو آپ نے دیکھا، ان سب کی نجات حضرت محمد ﷺ کے قدم کی برکت سے ہی ہے۔

سوتے وقت درود شریف پڑھ کر سونا چاہیے اور سابقہ گناہوں پر نادم ہونا چاہیے۔ بدکار لوگوں کے احوال وہ نہیں ہیں جو آپ نے دیکھے اور بہت سے احوال تو ایسے ہیں کہ خدا نہ کرے کہ آپ ان کو کبھی دیکھیں۔ یہ اللہ کی حکمت ہے کہ اس نے آنکھوں کے سامنے ایک پردہ ڈال رکھا ہے ورنہ حقیقت کو دیکھ کر لوگ زندہ نہیں رہتے۔ آئندہ امید ہے کہ آپ اچھے خواب دیکھیں گے۔ لیکن غرور نہیں ہونا چاہیے۔ خیر شرط ہے، ورنہ پھر کوئی جگہ نہیں رہے گی۔ خدا فضل فرمائے۔

اے عزیز!

عـلاج نـفـس کـافـر را بـہنگام جوانی کن
کـہ ایـن مارسیہ چوں پیر گردد اژدھا گردد

(نفس کافر کا علاج جوانی میں کرنا چاہیے، اس لیے کہ یہ کالا سانپ بوڑھا ہونے کے بعد اژدھا بن جاتا ہے۔)

وقت کو غنیمت سمجھتے ہوئے جلد سے جلد اور زیادہ سے زیادہ آخرت کی تیاری کریں ورنہ اس راہ میں ڈاکو بہت ہیں اور اکثر ہمراہ ہوجاتے ہیں۔ خبردار رہیں اور افضل بشر حضرت محمد ﷺ کے فضل سے امید رکھیں۔ آئندہ بھی آپ زیارت سے مشرف ہوں گے، اطمینان رکھیں۔

خط میں لکھا ہوا تھا کہ ہر ایک کو تعویذ پہنچا دی گئی ہے لیکن اس کا اثر ظاہر نہیں ہوا۔ عزت و آبرو، مرشد کے ہاتھ میں ہے۔ ہم نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے سپرد کیا، پیر و مرشد کی نظر عنایت پردۂ غیب سے جلوہ گر ہوکر مقصود تک پہنچائے گی، کیونکہ میرا حبیب میرا راہنما بھی ہے۔ آپ اطمینان رکھیں اور ہرگز کوئی دوسرا خیال دل میں نہ لائیں۔ اور یہ ہرگز خیال نہ کریں کہ یہ کارنامہ ہم نے انجام دیا ہے۔ ہر قسم کا اختیار اسی کے ہاتھ میں ہے۔ وہ کرے یا نہ کرے۔ دے یا نہ دے۔ دینے والا وہی ہے۔ ہم اور آپ تو صرف ایک واسطہ ہیں۔ حق تعالیٰ پر نگاہ رکھیں اور خود کو ایک واسطہ سمجھیں۔ ظاہر میں آپ ہیں لیکن باطن میں وہی ہے۔

یا دوست با دوست

(اے دوست! دوست کے ساتھ ہی رہیں۔)

والدعا۔

مکتوب:22

میرے عزیز!

دعا کے بعد عرض ہے کہ خط ملا اور تمام لوگوں کے حالات معلوم ہوئے۔ آپ نے لکھا ہے کہ قبل کے خطوط میں ہم نے بہت سی باتیں لکھی تھیں لیکن کسی ایک کا بھی جواب نہیں ملا۔ تعجب ہے۔ جناب! ہر ایک خط کا جواب الگ الگ لکھا گیا ہے۔ اب اگر پہنچانے والے نہیں پہنچائیں تو ہم کیا کر سکتے ہیں۔

عزیزم! درود کے بارے میں آپ نے درخواست کی تھی، وہ درود شریف یہاں موجود نہیں ہے، شیخپورہ میں ہے۔ اگر میاں عالم علی صاحب یہاں تشریف لائیں گے تو ان کے ہاتھ بھیج دیا جائے گا۔ اور جب تک یہ درود شریف نہیں پہنچے کوئی اور درود شریف جو وہاں موجود ہو، ہر رات پڑھیں۔ فقیر نے بھی اس کی اجازت دی۔ حق تعالیٰ فضل فرمائے اور مقصود تک پہنچائے۔ دن اور رات درود شریف کا ورد رکھیں اور خواب میں جو کچھ معلوم ہو وہ تحریر فرمائیں۔ اس کا جواب لکھا جائے گا۔ والدعاء۔

مکتوب:23

میرے عزیز!

آپ نے سوال کیا ہے کہ حضرت محمد ﷺ کی زیارت چشم ظاہر سے کرنا چاہتا ہوں۔آپ کی درخواست قبول ہوئی لیکن یہ دوطرح سے ممکن ہے۔ایک صورت تو یہ ہے کہ آپ کا دل صاف و شفاف ہو،تو آپ کو دولتِ دیدار میسر ہوگی، اور دوسری صورت یہ ہے کہ وہ خود تصرف کے ساتھ توجہ فرمائیں تو آپ زیارت سے مشرف ہوں گے۔لیکن جو چیز مجاہدے سے حاصل ہوتی ہے اس میں پائداری ہوتی ہے بشرطیکہ خدا کا فضل شامل حال ہو۔اگر آپ چاہتے ہیں کہ اپنی خواہش کے مطابق آپ کو حاضری نصیب ہو،آپ قبولیت سے سرفراز ہوں اور مقاصد کا حصول بھی ہو جائے تو فقیر کو یہ بات اچھی نہیں لگتی ہے۔بندہ کا طریقہ یہ ہے کہ جس مقام تک بھی رسائی ہو جائے ،خواہ وہ مقام ولی ہو، مقام علی ہو یا مقام نبی ﷺ ہو، اپنی حیثیت نہ بھولیں۔آپ کو جو بھی صورت پسند ہو تحریر فرمائیں۔تعمیل کی جائے گی۔

جان من !ایک روز محمد ﷺ کو میں نے ایک درویش کی صورت میں دیکھا اور فقیری اختیار کر لی۔اور ایک روز حضرت شرف الدین احمد منیریؒ کو ہم نے دنیا

داری سے منع کرتے ہوئے دیکھا تو اسی وقت دنیا داروں کے دروازے کوترک کر کے ،اللہ کے دروازے کواختیار کرلیا۔اب اگر کبھی دنیا داروں کے دروازے سے گذر ہوتا ہےتو انقباض کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔اب دل پر کبھی قرآن ظاہر ہوتا ہےاور کبھی اس کے معنیٰ کا انکشاف ہوتا ہے۔اسی طرح جس قدر قلب مصفّیٰ ہوتا گیا اسی قدر مشاہدہ ہوتا گیا۔آپ بھی اطمینان رکھیں،تمام چیزیں رفتہ رفتہ ظاہر ہو جائیں گی۔ ابھی آپ کا دل دنیا کی طرف مائل ہے۔ اگرچہ آپ اقتدار اور مرتبہ کے خواہش مند نہیں ہیں لیکن بھائیوں اور فرزندوں کی طرف میلان رکھتے ہیں۔ظاہر ہے جب قلب مصفّیٰ ہوجائے گا،تو اہل باطن کا حق آپ کو بھی حاصل ہو جائے گا۔یعنی پیر ومرشد،ولیؒ ،علیؑ اور نبیﷺ کا حق۔

انشاءاللہ جو کچھ صاحبان زہد نے خواب میں دیکھا،اے جان پدر! آپ ان سے زیادہ ظاہر میں دیکھیں گے۔

مکتوب: 24

میرے عزیز!

آپ کے ظاہر و باطن میں (اس راہ کا) شوق اور بھڑکے۔ آپ کے پہلے خط کا جواب تفصیل سے لکھ چکا ہوں۔ اس سے یہ واضح ہو گیا ہوگا کہ اس راہ پر چلنے والوں کا طریقہ یہ ہے کہ وہ سر کٹا دیں اور جان دیدیں لیکن اس قربت کو اور ان مقامات کو ہرگز ظاہر نہ کریں جو انہیں حاصل ہو چکے ہیں۔ اور جو لوگ اس راز کو زبان پر لاتے ہیں وہ (اظہار حقیقت کی تقدیر کے مطابق) راستے سے دور جا پڑے ہیں کیونکہ اس دعویٰ کی کوئی دلیل نہیں۔

الحمدللہ آپ کو بھی، اولیا اللہ سے ملاقات کی لگن ہے۔ اگر محبت سچی ہوگی تو مراد پوری ہوگی اور جو کچھ دیر سے ہوتا ہے وہ ٹھیک ہوتا ہے۔

اے عزیز!

میں نہیں چاہتا کہ خواب میں آپ کو ویسے ہی جمال جہاں آرا دکھایا جائے جیسے کہ اس راہ کے چلنے والوں کو نصیب ہوتا رہتا ہے۔ اگرچہ یہ بالکل صحیح ہے کہ

مَن رَاٰنی فَقَد رَای الحَق

(جس نے مجھے دیکھا اس نے بیشک حق ہی دیکھا)

لیکن لوگ اس کا جو معنی بیان کرتے ہیں وہ ٹھیک نہیں ہے۔ آخر یہ خواب وخیال ہی تو ہے ؎

نہ شبم نہ شب پرستم کہ حدیث خواب گویم
چو غلام آفتابم ہمہ آفتاب جویم

(نہ میں رات ہوں اور نہ رات کا پجاری ہوں، چونکہ میں آفتاب کا
غلام ہوں اس لیے صرف آفتاب ہی کی تلاش وجستجو میں رہتا ہوں۔)

پہلے کے عارِفان بھی اپنی حیرت کے سبب پریشان وسرگرداں رہے ہیں۔ یہاں کسی کو دم مارنے کی مجال نہیں ہے۔ عزیز! یہ ظاہر ہے اور حدیث میں بھی ہے کہ دین اور دنیا ایک ساتھ جمع نہیں ہو سکتے۔ اس سلسلے میں ایک بزرگ نے فرمایا ہے ؎

ترك دنيا گير تا دينت شود   آن بده از دست تا اينت شود

(دنیا کو ترک کر دو تا کہ وہ تمہارے لیے دین بن جائے۔ اُس (دنیا)
کو ہاتھ سے جانے دو تا کہ یہ (دین) تمہیں حاصل ہو جائے)

اگر کوئی شخص یہ دعویٰ کرتا ہے کہ اس نے سونے کی کانٹی کو مٹی میں گاڑا ہے دل میں نہیں۔ اگر وہ شخص اپنے اس دعویٰ میں صادق ہے تو ایسے شخص کے ہاتھ سے اگر ایک کوڑی بھی گر جاتی تو اس کے عوض حق تعالیٰ اُسے پوری دنیا عطا فرما دیتا۔ آپ کے لیے یہ کیسے درست ہوسکتا ہے۔ حق تعالیٰ نے ہر چیز کا وقت

مقرر کررکھا ہے۔

جیسا کہ حضور ﷺ نے اپنے صحابہ سے فرمایا تھا کہ فتح حاصل ہوگی لیکن معاملہ اس کے برعکس ہوا۔ حضرت عمرؓ نے محمد ﷺ کا دامن پکڑ کے پوچھا: آپ اللہ کے بھیجے ہوئے نبی ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: ہاں! حضرت عمرؓ نے پھر پوچھا: آپ نے فرمایا تھا کہ فتح حاصل ہوگی۔ حضرتؐ نے فرمایا: ہاں! حضرت عمرؓ نے پھر کہا: پیغمبر کا جواب وحی کی مانند ہوتا ہے۔ حضرتؐ نے فرمایا: ہاں! حضرت عمرؓ نے پھر دریافت کیا، تو پھر معاملہ الٹا کیسے ہوگیا؟ حضرت محمد ﷺ نے فرمایا: کیا میں نے ایسا کہا تھا کہ فتح، اسی سال یا اسی ماہ ہوگی۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ نے حضرت ﷺ کا گریبان چھوڑ دیا۔ تو جب نبی کریم ﷺ کے ساتھ (وعدے اور وقت مقررہ کا) یہ معاملہ ہے تو پھر دوسروں کے بارے میں کیا کہا جائے۔

والدعا۔

مکتوب:25

میرے عزیز!

دعا کے بعد عرض ہے کہ خط پہنچا اور معلوم ہوا کہ آپ اب تک مٹی کے گھر میں رہتے رہے ہیں جبکہ دل کے مکان میں بیٹھنا چاہیے۔ اور بزرگوں کی شکل و صورت میں آپ نے جو نور دیکھا ہے حقیقت یہ ہے کہ آپ نے خود کو ہی دیکھا ہے۔ کھانے کے متعلق آپ نے لکھا تھا۔ کم غذا نہایت مفید ہے، کم کھانا چاہیے اور نماز کے بعد سو مرتبہ استغفار اور سو مرتبہ درود پڑھنا چاہیے تاکہ نفس کافر کو اپنا کام کرنے کا موقع نہ مل سکے۔ فقیر ہر وقت آپ کے ساتھ ہے۔ آپ سے جدائی کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ ممکن ہے کہ کبھی سکر اور استغراق کی کیفیت بھی سامنے آئے۔ کچھ دیر اس کیفیت میں بھی رہنا چاہیے۔ اور اگر کوئی مذمّت کرتا ہے تو اس کو نہ ایسا کرنے سے روکیں اور نہ ایسا کرنے کے لیے کہیں۔ اگر لوگ یہ امید رکھتے ہیں کہ وہ بھی دیکھیں گے تو خدا سے بعید نہیں کہ ان کی بھی تمنّا پوری ہو جائے۔ والدعا۔

مکتوب: 26

میرے عزیز!

دعا کے بعد معلوم ہو کہ آپ نے وعدہ کیا تھا کہ آپ خود (خط کی) رسید بھیجیں گے۔ ہفتہ تک نہیں پہنچی۔ میر بدیع الدین جا رہے ہیں، ان سے تمام حالات معلوم ہو جائیں گے۔

واضح رہے کہ حضرت عبد اللہ بلبانیؒ فرماتے ہیں کہ وہ شیوخ، جو فنا اور فناء الفناء کی بات کرتے ہیں، وہم میں پڑے ہوئے ہیں۔ ان لوگوں کی تعلیم اسی طریقہ سے ہوئی ہے۔ حیثیت ظاہری و باطنی اور علم و معلوم کو ترک کرنے کے بعد ہی من عرف نفسه فقد عرف ربّه (جس نے اپنے نفس کو پہچانا، اس نے خدا کو پہچانا) کی تفہیم ممکن ہے۔ حضرات شیوخ نے وہم و فہم قیاس و گمان اور علم و معلوم کا نام ہی نفس رکھا ہے، جسے دور رکھنا ہے۔ اور دعویٰ فنا بھی اس سے پاک نہیں ہے، اور ہر چیز کی تعبیر ممکن ہے سوائے اس ذات کے، جو کہ مِن حیث هُوَ هُوَ (جیسی کہ وہ ہے) ہے۔ لیکن صاحب! کسی کے کچھ کہہ دینے پر آپ کب تک نازاں اور فریفتہ ہوں گے۔ جو کچھ اس کی طرف سے ظاہر ہوتا ہے اگر وہ (آپ کو) علم و معلوم سے بے نیاز کر دے تو ٹھیک ہے، اس میں نہ تو کوئی کلام ہے نہ ہی

کوئی نقصان۔

قرآن پاک کی سند قدیم ہے اور حرف و کاغذ حادث اور مخلوق۔ مزید یہ کہ جو مشاہدہ کرایا جاتا ہے وہ دیکھنے اور سننے سے پرے ہوتا ہے۔ آنکھ اور کان کی بھی محتاج نہیں۔ اور جو کچھ بغیر علم کے معلوم ہوتا ہے وہی درست ہے۔ زیادہ کیا لکھا جائے۔ جو کچھ ہونا ہوگا، ہوگا۔

اے عزیز! لوگ حق کو تلاش کرتے ہیں اور فقیر مخلوق کو، اور مخلوق پائی نہیں جاتی۔ سچ ہے کہ وہی ڈھونڈ لیتا ہے جس کو ڈھونڈنا ہے۔

والدعا۔

مکتوب: 27

عزیزم فرحت اللہ کو دعا کے بعد معلوم ہو کہ آپ کا خط ملا۔

اپنے قبلہ کا جو احوال آپ نے لکھا تھا، معلوم ہوا۔ اسی کو لوگ سلطان الاذکار کہتے ہیں۔ خواجہ حافظؒ نے اسی مقام پر فرمایا ہے:

مرا در منزل جاناں چه امن و عیش چون هر دم
جرس فریاد میدارد که بربندید محملها

(مجھے محبوب کی منزل میں امن اور عیش کہاں سے حاصل
ہوگا جبکہ ہر گھڑی یہ اعلان ہے کہ کجاوے باندھ لو۔)

اور حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبندؒ نے فرمایا ہے ؎

رقیب مژدهٔ وصلت اگر نداد چه شد
من از طپیدن دل یافتم که یار رسید

(دربان نے اگر تیرے وصل کی خوشخبری نہیں بھی دی تو کیا
ہوا، میں اپنے دل کی تڑپ سے جان گیا کہ دوست پہنچ گیا۔)

حالانکہ اس مقام کا کمال یہ ہے کہ آدمی کو کسی دوسرے کی خبر ہی نہ ہو۔ یہاں تک کہ خود سے بھی گذر جائے اور کبھی اپنی اور دوسروں کی خبر ہی نہ رکھے۔

اس کی نگاہوں میں کبھی آفتاب کبھی بجلی سما جائے۔ آخر پوری کائنات سے گذر کر اپنے خدا تک پہنچ جائے اور یہ جو لوگ ھَا، اور ھِیَ اور ھُوَ وغیرہ سنتے ہیں تو سمجھنا چاہیے کہ ہر گھاس اور کنکر سے ایسی ہی آوازیں سنی جاتی ہیں۔ تو کیا اس سے بھی گذر جایا جائے یا نہیں۔ اس مقام کا بلند مرتبہ یہ ہے کہ اس سے بھی گذر جایا جائے تب وہ بلند مقام حاصل ہوگا جہاں ہر گھاس اور کنکر سے الگ الگ ذکر الٰہی سنائی دے گا۔ جب یہ مقام حاصل ہو جائے تب سمجھیں کہ ہم صحیح جگہ پر پہنچ گئے ہیں۔ اور اگر یہ حاصل نہیں ہوتا ہے تو پھر یہ اپنا وہم و خیال ہے۔

میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے اور صحت اچھی نہیں ہے۔ مزید کچھ لکھنے کی خواہش ہے لیکن کمزوری غالب ہے اب مزید لکھنے کی طاقت اور قدرت نہیں ہے۔ خط لے کر جانے والے سے معلوم ہو جائے گا۔

والدعا۔

مکتوب: 28

عزیزم فرحت اللہ!

نفس کافر پر فتح حاصل کر کے، اللہ کے ساتھ خوش اور غیر اللہ سے محفوظ رہیں۔

عارفوں کی نماز ایسی ہوتی ہے کہ جب وہ اللہ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں تو پھر ان کا ہوش وحواس باقی نہیں رہتا۔ چنانچہ ایک بزرگ نے فرمایا ہے:

مستان چناں خوش اند کہ گویند روز حشر
ما کیستم شما چہ کسانید این چہ جاست
(مستوں کا حال یہ ہے کہ وہ قیامت کے دن پوچھیں گے
کہ ہم کون ہیں، تم لوگ کون ہو اور یہ کون سی جگہ ہے۔)

اور اس کا تعلق عمل سے نہیں ہے بلکہ غلبۂ حال سے ہے۔ اگر کوئی شخص کہتا ہے کہ وہ ہر وقت بے خبری کی کیفیت میں رہتا ہے اور نماز تو عقل والے پر فرض ہے، مجذوب کے لیے معاف ہے، تو ٹھیک ہے ؎

عاشقان را عشق تشریف آمده　　　عالمان را شرع تکلیف آمده
(عاشقوں کے لیے عشق شرف اور بزرگی کی بات ہے،

اورعلمائے ظاہر کے لیے شریعت تکلیف کی بات ہے۔)

اگر ذات بے کیف کو لا ثانی صفات کے ساتھ ملاحظہ کر سکتے ہوں تو کریں۔ورنہ جب بھی نوازش ہوگی ہو جائے گا۔قلم میں اتنی طاقت نہیں کہ تحریر کیا جائے۔اب وہ منزل نہیں ہے کہ ہر بات لکھ کر بتائی جائے روبرو ہونا ضروری ہے۔

والدعا۔

مکتوب:29

میرے بھائی!

فقیر حسن علی کی جانب سے سلام و دعا پہنچے۔

خلوص کی خوشبو سے بھرا، زبان قلم سے برآمد اخلاص نامہ ملا جس میں منصور حلاج کی کچھ مستی بھی شامل تھی۔ جب اہل شریعت تک یہ باتیں پہنچیں تو ان کے ہوش گم ہو گئے۔ انہوں نے فقیر سے اس کے جواب کا مطالبہ کیا۔ میں نے عرض کیا:

روا باشد انا الحق از درختے   چرا نبود روا از نیک بختے

(ایک درخت سے انا الحق جائز ہے تو پھر ایک نیک بخت سے کیوں جائز نہیں ہوگا)

جو شخص اپنی ذات میں فنا ہو گیا، اُسے خدا کے ساتھ بقا حاصل ہو جاتی ہے۔ وہ انا الحق نہ کہے تو پھر کیا کہے۔ حضرت نبی کریم ﷺ نے انا احمد بلا میم ایک جگہ پر فرمایا اور ایک مرتبہ انا بشر مثلکم یوحیٰ الّی فرمایا۔

اے صاحب! سکر کی کیفیت میں ہاتھوں کو پیمانہ کے ساتھ اور زبان کو سماعت کے ساتھ آشنا نہیں کرنا چاہیے۔ اگر محبت کا غلبہ ہو جائے تو پھر اپنا اختیار نہیں ہے آپ معذور ہیں۔ اگر ممکن ہو تو پہاڑوں اور صحرا کی طرف چلے جائیں۔

کچھ دنوں تک گوشہ نشینی اختیار کرلیں۔ اگرسکر کے باعث نماز، روزہ چھوٹ جائے تو بعد میں ادا کرنے کا ارادہ رکھیں۔

اس تحریر کو، کسی کو نہ دکھائیں۔ اس کو وصیت سمجھیں، کفن کے ساتھ اس کو بھی دفن کر دیں تا کہ راز کھلے نہیں۔ یہ سب دو رکعت نماز اور اسمائے الٰہی کی برکت سے ہے۔ یہ جو لکھا گیا تھا کہ وہ دکھاتے ہیں مگر دیتے نہیں ہیں تو اگر آپ کو سچی محبت ہے تو جو کچھ دیکھا ہے، حاصل بھی ہو جائے گا۔

والدعا۔

مکتوب: 30

میرے عزیز!

دعا کے بعد عرض ہے کہ خط ملا، حالات معلوم ہوئے۔

ساتھ جانے کا جو خیال دل میں آیا ہے وہ بہت اچھا ہے۔ دعائے خیر سے ہرگز گریز نہیں ہے اور نہ ہوگا۔ اپنی معلومات کے مطابق، جو کچھ لکھا گیا، وہ درست ہے۔ لیکن حمید الدین ناگوریؒ کا معاملہ یہ ہے کہ وہ سب کے بارے میں یہی سمجھتے تھے کہ اگر وہ فاسق و فاجر ہو تو اللہ اسے درست فرمادے۔

رغبت ہو یا نہ ہو ملاحظہ ذات میں مصروف رہیں، جب نصیب میں ہوگا رغبت پیدا ہو جائے گی۔ اللہ چاہے گا تو یہ بھی ہو جائے گا۔ اطمینان رکھیں۔ اگر میں لکھنے لگوں تو یہ مناسب نہیں ہوگا۔ وہم و خیال غالب آجائے گا اور یہ اچھی بات نہیں ہے۔ خود بخود ظاہر ہو جائے گا۔ اس کے بعد جو کچھ ظاہر ہو، اس کو لکھیں اور اُس پر نگاہ رکھیں۔ اور کبھی کوئی شخص آئے تو اس کے ہاتھ روانہ فرمائیں۔ پھر یہاں سے جواب لکھا جائے گا۔ انشاءاللہ۔

مکتوب: 31

خلوص کی خوشبو سے بھرا محبت نامہ ملا۔

آپ نے بے رنگی اور بیچونی کا مشاہدہ کیا یہ جان کر روح خوش ہوگئی کہ خیال اپنی ذات سے گذر کر، محبوب حقیقی سے مل گیا۔ دراصل جس چونی اور بیچونی کی کیفیت کا آپ کو مشاہدہ ہوا ہے وہ فناء الفناء اور بقاء البقاء سے عبارت ہے۔ بظاہر لوگوں کو یہ گمان ہوا کہ یہ کوئی اور علم ہے۔

اے عزیز!

توکل اور استقامت، جو اس راہ پر چلنے والوں کا طریقہ ہے، اختیار کریں۔ الحمدللہ، یہ سب اللہ کی عنایت اور مہربانی سے ہے:

هر کجا که سلطان عشق خیمه زدغوغانماندعا م را

(عشق کے بادشاہ نے جہاں بھی خیمہ ڈالا وہاں کوئی ہنگامہ برپا نہیں ہوتا)

خاص طور پر جذب اور اخلاص اس کی نگاہِ کرم سے ہے، جو اپنی طرف مائل کر لیتی ہے:

هر چیز که در کانِ نمک رفت نمک شد

(جو چیز بھی نمک کے کان میں گئی وہ نمک ہوگئی)

اذاتم الفقر ھو اللّٰہ

(جب فقر مکمل ہو گیا تو سوائے اللہ کے کیا بچا)

جو آپ نے سنا ہے، وہ اسی سے عبارت ہے۔ ترقیِ درجات کی دعا کے علاوہ اور کیا لکھا جائے۔

السلام و علیکم و قلبی لدیکم۔

مکتوب:32

میرے عزیز!

خط آیا، جان آئی۔ جلدی نہیں کرنی چاہیے۔ فقیر سے ملاقات کے بغیر ہرگز کسی اور کی طرف جانے کے لیے قدم نہیں بڑھانا چاہیے، اور آپ کا کیا ارادہ ہے یا کیا مقصد ہے، اس کو کہنا چاہیے۔ اگر یہیں سے مقصد حاصل ہو جائے تو پھر کسی اور طرف جانے کی کیا ضرورت ہے۔ بندہ بھی آپ کے ساتھ جائے گا۔ میرے دیدہ و دل آپ ہی ہیں جو محبت مجھے آپ سے ہے کسی سے نہیں ہے۔ آپ کے جانے کے بعد میں کس سے اپنے دیدہ و دل کو روشن کروں گا۔ آپ ہی فرمائیں کیسے تسکین حاصل ہوگی۔ جدائی کی کیفیت سے آپ واقف نہیں ہیں۔ میرے دل پر جو گذر رہی ہے، دشمن کے دل پر بھی نہ گذرے۔ لہٰذا عرض ہے کہ بندہ خود آپ کی طرف آنے کی فکر میں ہے۔ ابھی سخت سردی پڑ رہی ہے ورنہ فوراً روانہ ہو جاتا۔ انشاء اللہ فقیر جلد پہنچتا ہے جب تک بندہ نہیں پہنچے، کسی اور کی طرف جانے کے لیے ہرگز قدم نہیں اٹھائیں۔ ملاقات کے بعد جو آپ کی مرضی ہو، وہ کریں۔

والدعا۔

مکتوب:33

میرے برخوردار!

جان من! اللہ تعالیٰ آپ کو سلامت رکھے!

خط سے آپ کی آمد کی اطلاع ہوئی۔ اگر ماہ رجب میں آئیں تو اچھا ہے کہ ہمارے حضرت مرشد صاحب قبلہ کے فاتحہ میں حاضر رہیں گے۔ اپنی جانب سے مجلس قائم کرنا وہ بھی ایسے لوگوں کے ساتھ جو خلاف طریقہ ہوں منع ہے۔ جان بوجھ کر اور رغبت کے ساتھ ایسی مجلس میں حاضر نہیں ہونا چاہیے اور منکر بھی نہیں ہونا چاہیے کہ منکر سماع کی ہرگز خلاصی نہیں۔

اے بھائی!

اس زمانے میں تو تمام لوگ وجد و حال کرتے ہیں۔ کس کو اتنی فرصت ہے کہ معلوم کرے کہ کون کیا ہے۔ آج کل تو پیروں کی حالت ایسی نہیں ہے مریدوں کی کہاں سے ہوگی۔ اس مقام پر کس کی مجال ہے کہ دم مارے۔ یہ لوگ خود سے بھی کس قدر لاعلم ہیں۔ دل میں بھی انصاف نہیں کرتے ہیں۔ کوئی شخص اگر خود کو لوگوں کے درمیان عالم مشہور کرے تو لوگ بھی اس کو عالم ہی کہیں گے

خواہ وہ جاہل کی خدمت میں کیوں نہ رہا ہو۔

کیا عرض کروں۔اس بات کا کہنا فرض و واجب ہے کہ دستور کے خلاف نہ تو کسی مجلس کا انعقاد کرنا چاہیے اور نہ اسے سننا چاہیے۔

زیادہ کیا لکھا جائے۔ والدعا۔

مکتوب: 34

میرے عزیز!

آپ کا مکتوب میر کریم الدین کی معرفت موصول ہوا۔

جس راہ میں آپ نے قدم رکھا ہے، اس میں کشف وکرامات، زنّاراور رستے کی رکاوٹ (بُت) بن جاتے ہیں۔ اور علم وخبر یا قیاس وگمان سے جو کچھ سامنے آتا ہے وہ گویا درحقیقت نہیں ہے۔ ہرگز اس پر فریفتہ نہیں ہونا چاہیے، بلکہ استغفار پڑھنا چاہیے۔

حسنات الابرار سیئات المقربین

(ابرار کی نیکیاں مقربین کے لیے برائیوں کا درجہ رکھتی ہیں)

جو کچھ ہوا اور ہوتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ ہمیں خبر نہیں ہوتی، جیسا کہ آپ کا کیا ہوا آپ کے سامنے آیا۔ جو ہونا ہے وہ ہوگا۔ دوبارہ لکھا جارہا ہے اسے یاد رکھیں۔

زیادہ کیا لکھا جائے۔ والدعا۔

مکتوب:35

میرے عزیز سلمہ!

ترقی حالات اور تجرید و تفرید و بلندی درجات کی دعا کے بعد کہنا یہ ہے کہ ایسا ہوتا بھی ہے اور نہیں بھی ہوتا۔ اگر خدا نہ کرے وہ نہیں ہوتا ہے جو تھا تو یہ اچھی علامت نہیں ہے۔ ہر حال میں دل کو دوست کی طرف متوجہ رہنا چاہیے، پھر تو اغیار آپ کے قریب بھی ہوں تو بھی خوف کی کوئی بات نہیں۔ اگر چہ ہر ایک کی قسمت، ہر ایک کے ساتھ ہوتی ہے۔ دنیا و دین سے جو کچھ ملنے والا ہے، وہ مل کر رہے گا۔ اطمینان رکھیں۔ علم نہیں ہے تو نہ ہو یقین ہونا چاہیے۔ اس طرح مشکلات کم ہو جاتی ہیں بلکہ ختم ہو جاتی ہیں۔ ہر ایک (ملنے جلنے والے) کا احوال تحریر فرمائیں۔ یہ سب کو معلوم ہے کہ جو کچھ ہمارے پاس تھا وہ ہم نے صاحب کو دیدیا۔ بعض ایسی چیز جو صاحب جانتے ہیں مجھے بالکل معلوم نہیں ہے۔ اور اس کے برعکس بعض ایسی چیز، جو میرے پاس ہے صاحب کے پاس نہیں ہے۔ آپ نے خود حاصل کی ہوگی۔ جو کچھ پیش آتا ہے، اس کو فقیر کے حوالہ کرنے سے کیا فائدہ۔ پہلے ایک چیز حاصل کرلیں پھر دوسرے کی دعا اور تدبیر کریں۔ ظاہر پر نگاہ نہیں کرنی چاہیے۔ البتہ صدق و اخلاص کے ساتھ خدمت بجالائیں اور خود بھی متوجہ رہیں۔

صرف رسم بجا لانے سے بہتر ہے گوشہ گیر رہیں، ورنہ رسم نہ بجا لائیں ۔ چالیس سال گذر گئے ، دنیا والوں کے حالات خوب معلوم ہیں ۔ ان لوگوں کو بالکل محبت نہیں ہے بلکہ یہ لوگ فریب دینے والے ہیں ۔ اگر ان لوگوں کو تصرفات و کرامات بھی دکھائی جائیں ،جن کی حیثیت بت اور زنّار سے زیادہ نہیں ہے،تب بھی یہ لوگ ایمان نہیں لائیں گے، کیا فائدہ؟ فقیر کو اگر دونوں جہان سے نواز دیں تب بھی وہ فقیر ہی رہے گا،اس جملے کا کیا مطلب ہے؟ جو کچھ دل میں آئے لکھیں ۔ میرے عزیز! ہستی و نیستی سے خود کو اوپر رکھنا چاہیے ۔ دین و دنیا سے اوپر اٹھ کر، دوسرا راستہ اختیار کرنا چاہیے ۔ اگر چہ یہ (بظاہر) کلمۂ کفر نظر آتا ہے لیکن (بظاہر نظر آنے والا) اکثر کفر (دراصل) ایمان ہے، جیسا کہ آپ نے سنا ہوگا :

حسنات الابرار سیئات المقربین

(نیکوں کی نیکیاں مقربین کے لیے برائیوں کا درجہ رکھتی ہیں)

جو کچھ خدا کی طرف سے عطا ہو وہی اچھا ہے ۔ اے صاحب! روز ازل میں جو،جس کے قریب تھا وہ اس روز بھی ہوگا ۔ خواہ وہ جتنا بھی سر پٹکے، زیادہ حاصل ہونے والا نہیں ہے ۔ اسی سے نیک بختی اور بد بختی معلوم ہو جاتی ہے ۔ اگر وہ نیک بخت ہے تو نیک بخت ہی کو اس کے دروازے پر بھیجا جائے گا یا پھر کسی نیک بخت کے دروازے پر اس کو لے جایا جائے گا ۔ ورنہ نہیں ۔ والدعا ۔

مکتوب:36

میرے عزیز، نور چشم، میاں شاہ فرحت اللہ سلمہ اللہ تعالیٰ۔

دعائے حیات و ترقی ذوق وشوق کے بعد معلوم ہو کہ میر بدیع الدین کے ہاتھ آپ کا خط ملا اور جو باتیں آپ نے تحریر کی ہیں وہ موصول ہو گئیں۔ جو کچھ آپ نے دیکھا ہے وہ آپ کو حاصل ہوگا۔ کوئی چیز جب تک اپنی ملکیت نہیں ہو جاتی دل کو اطمینان نہیں ہوتا۔ اور ملکیت کا مطلب ہے اسے جب چاہیں موجود پائیں۔ خدا کرے ایسا ہی ہو۔ اس راہ پر چلنے والوں کا طریقہ یہ ہے کہ سب سے پہلے وہ ہر طرح کے تعلق سے خود کو آزاد کر لیتے ہیں اور حق تعالیٰ کے سوا کسی دوسرے کے لیے دل میں جگہ نہیں رکھتے:

مجردان تو از یاد غیر خاموش اند
بخاطریکه توئی دیگراں فراموش اند

(مجرد دوسروں کی یاد سے بے نیاز ہیں۔ جس دل میں تو ہے
وہاں دوسروں کے لیے کوئی جگہ نہیں۔)

مجرد وہ ہیں جو اپنے آپ سے بھی آزاد ہو جاتے ہیں اور ہستی و نیستی کی بھی کوئی خبر نہیں رکھتے۔ میرا تو اس راہ میں کوئی گذر نہیں البتہ بزرگوں کا رہا ہے:

مرد ایں رہ را نشانے دیگر است

(اس راستے کے مرد کی علامت ہی کچھ اور ہے)

اور کسی نے یوں کہا ہے:

مستاں چنان خوش اند کہ گویند روز حشر

ما کیستم، شماچہ کسانید، این چہ جاست

(مستوں کا حال یہ ہے کہ وہ قیامت کے دن پوچھیں گے کہ ہم

کون ہیں، تم لوگ کون ہو اور یہ کون سی جگہ ہے۔)

بزرگوں کے قدم مبارک کے طفیل اللہ تعالیٰ یہ عنایت فرمائے۔ مجھے نہیں معلوم کہ میرے بارے میں کیا لکھا گیا ہے کیونکہ (نوازش کے لیے اس بارگاہ میں) گناہ یا عبادت، سبب نہیں بنتا ہے۔ آدمی کو ہوشیار رہنا چاہیے۔ معلم الملکوت (ابلیس) کا حشر ہم دیکھ چکے ہیں۔ ظاہر ہے عبادت، اس کے کچھ کام نہیں آئی اور حضرت آدم صفی اللہ اور ان کے فرزندان کو دیکھئے کہ نافرمانی کے باوجود کیا ہوئے، کیا ہو رہے ہیں اور کیا ہوں گے۔ اس راہ میں عقل کا کوئی دخل نہیں ہے۔ اس کے لیے دوسری عقل اور دوسرا فہم چاہیے۔ یہ سب اُس کی عنایت ہے، جس کو چاہے عطا فرمادے۔ الاان اولیاء اللہ لا خوف علیھم و لاھم یحزنون۔ قرآن میں ارشاد ربانی ہے کہ ان پر کوئی خوف نہیں ہے، لیکن وہ لوگ ہمیشہ خوفزدہ رہتے تھے۔ اس لیے کہ ان کی نگاہ، حق تعالیٰ کے جلوہ ناز اور شان بے نیازی پر رہتی تھی۔ پھر یہ کہ مجھے نہیں معلوم کہ میری قسمت میں کیا لکھا گیا ہے۔

حضرت محمد ﷺ نے فرمایا ہے یا رب محمد لو لم یخلق محمدا (اے رب محمد! کاش تو محمد کو پیدا نہ کرتا!) افسوس، ہمارے اور تمہارے احوال پر۔ ایک روز جبریل علیہ السلام نے حضور ﷺ سے دریافت کیا کہ کیسے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا خوف میں ہوں۔

کس کے ساتھ اس (اللہ) نے کیا کیا، میں نہیں جانتا اور میرے ساتھ کیا کرے گا، یہ بھی میں نہیں جانتا ہوں۔ پتہ نہیں میری قسمت میں کیا لکھا ہے۔ اگرچہ اللہ کے دوستوں کو نیک بختی اور بدبختی معلوم ہو جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ جس کو چاہے یہ علم عطا فرما دے۔ بندہ، گناہ سے خالی نہیں ہے۔ انبیا تو پناہ میں ہوتے ہیں لیکن ان کی ذُلّت (لغزش) بھی معلوم ہے۔ اس راہ پر چلنے والوں کے لیے کسی غرض کا ہونا ہی گناہ ہے۔ جب بھی گناہ کا صدور ہو جائے تو نماز کے بعد توبہ کرنی چاہیے۔ حضرت فرض نماز پڑھنے کے بعد سو بار استغفار پڑھتے، آپ بھی پڑھیں۔ اس لیے کہ جب بھی دیکھا کہ نماز کا جو حق تھا، وہ ادا نہیں ہوا، تو ان لوگوں نے استغفار کیا ہے۔ ہم پر بھی توبہ کرنا واجب ہے۔

والدعا۔

مکتوب: 37

میرے عزیز نور چشم میاں شاہ فرحت اللہ سلمہٗ

ترقی ذوق وشوق کی دعا کے بعد معلوم ہو کہ ارادت نامہ پہنچا۔

میر خدا بخش اور بندہ رات میں ایک گھڑی، دو گھڑی بیٹھتے ہیں اور باطن میں شورش اور ترقی کا احساس کرتے ہیں، الحمدللہ! اور خود چند دنوں سے میری ایسی کیفیت ہے کہ حضرت نبی ﷺ اور حضرت علیؓ کی ذات مبارکہ سے استفادہ کر رہا ہوں کہ کوہ طور، گویا ید بیضا، معلوم ہوتا ہے۔ حق تعالیٰ اس سے بھی زیادہ ترقی عطا فرمائے۔

میرے عزیز!

طور کا ایک گوشہ تو ہر جگہ موجود ہے لیکن خالق کائنات سے دیکھنے اور دکھانے کا مطالبہ کرنا دونوں حرام ہے۔ معراج اوپر جانے اور نیچے آنے کا نام نہیں ہے بلکہ ایسا سمجھیں کہ یہ ہستی سے گذر جانا ہے۔ ہر وقت رحمانی اور شیطانی نور کا لحاظ رکھیں۔ اگر فرق معلوم نہیں ہو تو اسے بُت اور زنار سمجھیں جس کا ذکر پہلے بھی ہو چکا ہے۔ اور بھائی کا احوال کیا دریافت کرتے ہیں۔ جب ذات پاک کی حدو انتہا نہیں تو پھر ہماری کہاں سے ہوگی۔ کیونکہ:

بقدر بحر باشد وسعت آغوش ساحلہا

(ساحل کے آغوش کی وسعت، سمندر کے ظرف کے مطابق ہوتی ہے۔)

بہر حال مجھے اس راستے میں گذر نہیں ہے۔ اور اس حال و مقام کی کوئی اطلاع نہیں ہے۔ اس لباس حدوث (فانی) کے ساتھ اللہ رب العزت کو (دیکھنا) جو مطلوب ہے وہ ناممکن ہے، یہ یا تو عدم میں ہوگا یا قِدم میں۔ بارش کا وہ قطرہ، جو دریا میں گرتا ہے وہ دریا کے پانی میں مل جاتا ہے، اس میں کوئی فرق نہیں ہوتا واجب السجود کی بات ہی نہ کریں۔ اگر کوئی شخص واجب السجود کہتا ہے تو قبول نہیں کرنا چاہیے۔ مگر اللہ جس کو چاہے اپنی رحمت سے منتخب فرمالے۔ ممکن ہے کہ اس کے علاوہ بھی کوئی جواب ہو، لیکن میری سمجھ میں کوئی دوسرا جواب نہیں آتا۔

والدعا۔

مکتوب:38

میرے عزیز! میاں شاہ فرحت اللہ سلمہٗ

ترقی درجات کی دعا کے بعد عرض ہے کہ گذشتہ اٹھارہ تاریخ کو خیریت نامہ پہنچا۔ انہوں نے توبہ کا جوارادہ کیا ہے، اس کو قبول کرنا چاہیے اور شجرہ لکھ کر دے دینا چاہیے۔ آخر وہ رسالت کے سائے ہی میں پہنچیں گے۔ حق تعالیٰ ہر ایک پر نگاہ کرم فرمائے گا اور اپنی عنایت کے سایہ میں رکھے گا۔ عزیزوں میں سے کوئی بھی دینی و دنیوی دعا کریں گے حق تعالیٰ اس کو قبول کرنے میں تاخیر نہیں کرے گا۔ ہر ایک کی توبہ قبول ہوتی ہے۔ آپ میری طرف سے یا اپنی جانب سے شجرہ دے سکتے ہیں۔ آخر ہم اور آپ ایک ہی تو ہیں۔ ہمارے درمیان دوئی کو دخل نہیں ہے۔ مظفر شرف الدین مظفر، اس کا بیّن ثبوت ہیں۔ جس کا دل، سوز سے بھرا ہوگا وہ عقیدت مندی کے ساتھ آئے گا اور ہر ایک کی مشکل حل ہوجائے گی۔

زیادہ والدعا۔

مکتوب:39

میرے عزیز!

دعائے حیات کے بعد عرض ہے کہ خط ملا جس سے یہ خبر ملی کہ چند افراد توبہ کا ارادہ رکھتے ہیں۔ مرید کا مطلب ہے ارادہ کرلیا۔ تاہم ہاتھ پکڑنا (بیعت کرنا) سنت ہے۔ آپ کا ہاتھ، میرا ہی ہاتھ ہے۔ دستور کے مطابق عمل کریں، شجرہ بھیج دیا گیا ہے۔ بظاہر یہ کفر کی بات نظر آتی ہے:

تا مست منم خدای ساقی است　　　گر صد بدهد هزار باقی ست

(میں جب تک مست ہوں میرا خدا ساقی ہے۔ اگر وہ سینکڑوں عنایت فرمادے تو بھی ہزاروں باقی رہ جائے گا۔)

مولانا روم کا یہ قول مجھے پسند آیا:

ما برون ننگریم و قال را　　　ما درون را بنگریم و حال را

(ہم ظاہر کو نہیں دیکھتے اور زبانی دعووں پر یقین نہیں رکھتے۔ ہم باطن کو دیکھتے ہیں اور کیفیات پر نظر رکھتے ہیں۔)

حق تعالیٰ ملکیت عطا فرمائے گا اور جب بھی وہ چاہے گا دستیاب ہو

جائے گا۔ حدیث بھی آیا ہے **خیر القرون قرنی ثم علیہ ثم علیہ** (سب سے بہتر زمانہ میرا زمانہ ہے، پھر جو اس کے بعد ہے، پھر جو اس کے بعد ہے) ہم لوگ کیسے زمانے میں پہنچ گئے ہیں۔

اے عزیز!

وقت آن آمد کہ ما عریاں شویم

جسم بگذارم سراپا جاں شویم

(اب وہ وقت آ گیا ہے کہ ہم لوگ کھل کر سامنے جائیں۔ جسم

(کے مطالبات) کو ترک کر دیں اور سراپا روح ہو جائیں)

ہم لوگوں نے چاہا تھا کہ مکان مل جائے لیکن

وماتدری نفس بایّ ارضٍ تموت (لقمان:31)

(اور کوئی نہیں جانتا کہ زمین کے کس حصے میں اسے موت آئے گی۔)

مجھ کو یہ علم اس نے نہیں دیا، لہٰذا میں نے اسی پر چھوڑ دیا:

مکانم لامکاں باشد نشانم بی نشاں باشد

(میرا مکان، لامکاں ہوگا، میرا نشان بے نشاں ہوگا)

آج قرآن پاک جو تحریری طور پر دستیاب ہے، اگرچہ ہمارے اور تمہارے ہاتھ سے لکھا ہوا ہے، لیکن اگر قرآن کسی شخص کو کافر قرار دیدے تو وہ کافر ہو جائے گا۔ انسان کے بارے میں کیا کہا جائے جس کو اللہ تعالیٰ نے سجایا سنوارا ہے۔ اس کے بارے میں فرمایا

جعلته‘ فی الارض خلیفة

(میں نے اس کو زمین میں خلیفہ بنایا)

فرشتوں کا مسجود بنایا اور کہا

انا فی انفسکم

(میں تمہارے وجود میں جلوہ گر ہوں)

فرمایا

الانسان سری و انا سره

(انسان میرا راز ہے اور میں اس کا راز ہوں)

فرمایا گڑ، شکر اور قند کو اگر گنّا کہا جائے تو اس میں کیا قباحت ہے۔

زیادہ، والدعا۔

مکتوب:40

میرے عزیز!

دعائے حیات اور ترقی درجات کے بعد معلوم ہو کہ:

چوں محمد ﷺ پاك بود از نارو دود

هـر کجـا رو کـرد وجـه اللـه بود

(چونکہ محمد ﷺ آگ اور دھوئیں سے پاک تھے لہٰذا، آپؐ نے

جس طرف بھی توجہ کی اللہ بھی اسی طرف متوجہ ہو گیا۔)

غور فرمایئے کتنی دلچسپ بات ہے کہ بندہ جو چاہے وہی خدا بھی چاہے۔ بھائی! آدمی کو دیکھنے والی آنکھ، بولنے والی زبان اور سننے والا کان ہونا چاہیے، تو ہر ایک کی جو خصوصیت ہے، وہ حاصل ہو جائے گی اور آپ کو اطلاع بھی نہیں ہوگی۔ اگر خبر ہو گئی تو پھر دوئی بیچ میں آجائے گی اور یہ چیز اچھی نہیں ہے۔

اس راستے کا حجاب، جاننا ہی ہے۔ روزہ نماز سے کیا فائدہ ہوتا ہے، اس کی فوری اطلاع نہیں ہوتی ہے۔ یہ ایک عادت بن جاتی ہے۔ اس کام سے خیر نہیں ہوتا ہے۔ خبر سے اور جان لینے سے کوئی فائدہ اور خیر حاصل نہیں ہوتا۔ مرد وہ ہوتے ہیں جو بغیر دیکھے ہوئے کرتے ہیں، دیکھ کر نہیں کرتے۔ اس کی فکر کرنی ہی

نہیں چاہیے کہ اس کی بارگاہ میں کب آپ کو قبولیت حاصل ہوگی۔ بس متوجہ رہنا چاہیے۔ مقصود حاصل ہوگا۔

زیادہ والدعا۔

مکتوب: 41

میرے عزیز فرحت اللہ سلمہ اللہ تعالیٰ

دعائے ترقیِ درجات کے بعد معلوم ہو کہ خط ملا اور تمام لوگوں کی خیریت معلوم ہوئی۔ صاحبان کی درخواست بھی پہنچی جس سے معلوم ہوا کہ اب تک کسی نے کچھ بھی حاصل نہیں کیا ہے جس کے سبب قلب کی کیفیت منتشر ہے اور کبھی نفس، کبھی جسم اور کبھی دل سب کچھ گردش میں ہے، ان میں سے کچھ کام نہیں آتا ہے۔ جب تک کہ معاملہ روح تک نہ پہنچ جائے بظاہر سب ایک ہی ہے۔ لیکن حیثیت کا تعین مقام و مرتبہ کے مطابق ہوتا ہے۔ شروع میں سب کے ساتھ ویسا ہی ہوتا ہے۔ بلکہ خواب و خیال معلوم ہوتا ہے۔ قدم آگے بڑھاتے رہیں مناسب وقت پر جو کچھ مطلوب ہے وہ سامنے آجائے گا۔ پھر میں جواب لکھوں گا۔ اس کام میں متوجہ اور مصروف رہیں اور اس سے غافل نہ ہوں۔ اللہ کا فضل ہوگا اور ہر ایک کو اس کی صلاحیت کے مطابق ترقی حاصل ہوگی۔ انشاء اللہ۔

مکتوب:42

میرے عزیز!

دعا کے بعد معلوم ہو کہ آج ماہِ رواں کی تین تاریخ ہے۔ خط ملا اور تمام لوگوں کی خیریت اور مصروفیت کے بارے میں اطلاع ملی۔ کسی کو راستہ معلوم ہی نہیں ہے۔ جب مقصد حاصل ہو جائے گا تب مجھے سکون حاصل ہوگا۔ آپ کا مظفر پور جانے کا ارادہ ہے، دوستوں کے ساتھ یا تنہا؟ کچھ لوگ ساتھ ہوں تو بہتر ہے۔

عزیزوں کو نام بنام دعا کہیں۔ تصور شیخ کریں اور جہاں تک ہو سکے سانس پر نگاہ رکھیں۔ جب تک بیخودی اور ہوشیاری دونوں پر قدرت نہیں ہو بہتر نہیں ہے، کیونکہ اس کی حیثیت پھر خواب وخیال سے زیادہ نہیں۔

والدعا۔

مکتوب:43

میرے عزیز فرحت اللہ سلمہ!

جواس دنیا میں (اہل دنیا کے سامنے) دست سوال دراز کرتا ہے وہ آخرت میں بھی اسی حال میں ہوگا۔ کیونکہ فقیر ہروقت ہر کسی سے مانگتا رہتا ہے:

هر که بر خود درِ سوال کشاد
تا بمیرد نیاز مند رود

(کسی شخص نے خود پر سوال کا دروازہ کھول لیا تو وہ مر کر بھی محتاج ہی رہے گا۔)

غنی ،تندرستی اور روزگار کا طالب ہوتا ہے۔ مجھے اس بات کا ہمیشہ اندیشہ رہتا ہے کہ تم کس کی صحبت اختیار کرتے ہو:

هرچه در دنیا خیالت آن بود   تا ابد راه وصالت آن بود

(دنیا میں جس چیز کی دھن ہوتی ہے آخرت میں وہی چیز حاصل ہوتی ہے۔)

ہم کو چاہیے کہ کسی سے دل نہ لگائیں ۔ اللہ کے دوست اپنی ذات اور اپنے وطن سے کنارہ کر لیتے ہیں۔ ہم نے اپنے اوپر فرض کرلیا ہے کہ ہم لوگوں سے کنارہ کش رہیں گے۔ بظاہر اگر دل میں کسی کے لیے کوئی جگہ ہو بھی تو اس کا بھی کوئی اثر نہیں ہوگا۔ لہذا دل کو ہر چیز سے خالی کر لیں پھر جہاں چاہیں رہیں

یوسوس فی صدور النّاس من الجنة و النّاس (جن وانس لوگوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالتے رہتے ہیں) ہاں! اس سے نجات حاصل کرنا ممکن نہیں ہے، میرے عزیز!

ھر کہ از خود می رود واللہ مولیٰ میشود

(جو شخص اپنی ذات سے گذر جاتا ہے خدا کی قسم وہ مولیٰ ہو جاتا ہے)

اور جب تم خود فانی ہو تو پھر کون بچے گا سوائے خدا کے۔ اللہ بس باقی ہوس!

میرے بھائی! جس کو اس نے کچھ بنا دیا اسے کوئی بدل نہیں سکتا۔ محمد ﷺ کو نبوت سے سرفراز فرمایا اور ابو جہل اور ابولہب کو ایمان سے محروم رکھا۔ محمد ﷺ نے بہت کوشش کی لیکن وہ انہیں ایمان کی دولت سے مشرف نہیں کر سکے۔ جبکہ حضرت اویس قرنیؓ کو ایمان کی دولت ملی تھی لیکن اللہ نے ان کی قسمت میں محمد ﷺ سے شرف ملاقات نہیں لکھا تھا:

عاقلان را عقل تکلیف آمدہ عاشقان را عشق تشریف آمدہ

(عقل والوں کے لیے عقل سببِ تکلیف ہوتا ہے۔ جبکہ عاشقوں کے لیے عشق باعثِ مسرت ہوتا ہے۔)

عاشقوں سے جو کچھ ظاہر ہوتا ہے اس پر غور کیجیے۔ کسی نے کہا ہے:

ھرچہ از دیوانہ آید در وجود عفو فرمایند بر دیوانہ زود

(کسی دیوانہ سے اگر بظاہر کوئی قابل گرفت چیز ظاہر ہوتی ہے

تو آپ اس کو معذور سمجھیں۔)

لوگوں نے منصور کی گردن ماردی اوران کو چھٹکارا دلا دیا، وہاں کوئی ایسا شخص نہیں تھا جو انہیں (مقام تجرید سے نکال کر) زوجیت کے مقام تک پہنچا تا۔ افسوس صد افسوس! تمام الفاظ و معانی پر غور فرمائیں اور قلب پر نگاہ رکھیں۔

اس تحریر کے بعد آپ کا خط ملا۔ بارہا میں نے کہا ہے اور لکھا بھی ہے کہ اہل دنیا تو اپنی دنیا داری میں مگن رہتے ہیں (جبکہ اہل عقبیٰ) پیر و مرشد اور خدا و رسول کے حکم پر زر و دولت تو کیا جان کا نذرانہ پیش کرتے ہیں۔ ہم نے پہلے بھی لکھا تھا لیکن اس پر توجہ نہیں دی گئی۔

والدعا۔

مکتوب:44

میرے عزیز شاہ فرحت اللہ سلمہ!

دعا کے بعد معلوم ہو کہ خط ملا، اللہ تعالیٰ سیدھے راستے پر اور ترقی بخشے۔

اگر میں ذات خداوندی کو جاننے کا دعویٰ کروں تو اس سے میرا جہل ثابت ہوگا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی حقیقت سے کما حقہٗ واقف ہونا ممکن نہیں ہے۔ یہ تو ذات کا معاملہ ہوا لیکن اس کی صفات بھی قدیم ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ دو قدیم کا یکجا ہونا منع ہے۔ معتزلہ کہتے ہیں کہ یہ ماہیت ہے اور جمعیت ہے۔ اور جو کچھ دکھائی دیتا ہے اس کا تعلق بصارت سے نہیں بصیرت سے ہے۔ ید اللہ فوق ایدیھم (ان لوگوں کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے) غور فرمائیں، خدا بھی ہاتھ رکھتا ہے؟ سب رکھتا ہے اور کچھ نہیں رکھتا۔ جو کچھ سامنے آئے وہ تحریر فرمائیں۔ جب بھی ملاقات ہوگی، جواب عرض کروں گا۔ آب و دانہ جہاں لے جائے۔ اس میں کوئی کچھ نہیں کر سکتا، والدعا۔

مکتوب:45

میرے عزیز شاہ فرحت اللہ سلمہ!

دعائے ترقی درجات کے بعد معلوم ہو کہ جو کچھ آپ نے دیکھنے، سننے اور موجودہ حالات کے بارے میں لکھا تھا اس کو دل کے مطابق پایا۔ غور فرمائیں۔ جس نے بھی دیکھنے سننے کا دعویٰ کیا وہ دوئی کا شکار ہوا:

دوئ را نیست رہ در حضرت تو
ہمہ عالم توئی و قدرت تو
(تجھ میں دوئ کا گذر نہیں اس لیے کہ جو کچھ ہے وہ تو ہے اور
تیری قدرت ہے۔)

بلکہ اللہ والے اس دعویٰ کو کفر و زنّار اور حجاب سمجھتے ہیں۔ وہ قطرہ، جو دریا میں گر گیا اسے قطرہ کون کہے گا اور اس میں فرق کون کرے گا۔ اتنے ہی پر اکتفا نہ کریں۔ راہ (معرفت) بڑی لمبی ہے اور مجھے نہیں معلوم کہ اُس کی خواہش کیا ہے اورُ اس کا مقصود کون ہے۔ واللہ یختص برحمتہ من یشاء (اللہ اپنی رحمت سے جس کو چاہتا ہے منتخب کر لیتا ہے) کس کے حق میں ہے اور کس کو اس نے منتخب فرمایا ہے۔

بھائی! عبادت، قرب کا سبب نہیں ہے۔ اور گناہ دوری کی وجہ نہیں ہے۔

برصیصا اور بلعم باعور نے کتنی عبادت کی اوران کی کتنی (طویل) عمر تھی۔ لیکن انجام کیا ہوا۔ معلم الملکوت، کیا تھا اور کیا ہوگیا۔ میں حیران ہوں کہ آخر وہ چاہتا کیا ہے اوراسی سے ظاہر ہے کہ مر دان خدا کا کام بہت مشکل کام ہے۔

بھائی! عبادت مثلاً دیکھنا سننا، چلنا، کھڑا ہونا، کھانا اور سونا یا پھر نماز، روزہ کے ساتھ حج کرنا اور مرید کرنا۔ یہ سب گویا عادت بن گئی ہیں۔ اور وہ دن دور نہیں جب یہ سب چیزیں ختم ہو جائیں گی۔ بھائی! دین اور دنیا سے بالاتر ہو کر قدم اٹھانا چاہیے۔ اور ہستی و نیستی سے اوپر اُٹھ کر دوسرا راستہ اختیار کرنا چاہیے۔ اور یہ بھی ایک عظیم کام ہے۔ زمانہ بدل گیا ہے۔ کیا لکھا جائے۔ مظفر پور میں قیام کرنا اور چک مجاہد میں دوبار جانا، مجاہدہ سے کم نہیں ہے، لیکن جائے بغیر چارہ بھی نہیں ہے:

رشتۂ در گردنم افگنده دوست   می بردھرجا که خاطرخواه اوست

(دوست نے میری گردن میں (محبت کی) رسّی ڈال دی ہے
اوراب تو وہ جہاں چاہتا ہے لیے جاتا ہے۔)

والدعا۔

مکتوب: 46

میرے عزیز نورِ چشم میاں فرحت اللہ سلمہ!

دعا کے بعد معلوم ہو کہ خط مورخہ ۱۶/ربیع الثانی موصول ہوا۔ مظہر (سلمہٗ) کو جو کبھی کبھی درد اور پیٹ کی تکلیف ہو جاتی ہے وہی اس ماہ میں بھی معلوم ہوتی ہے۔ حالانکہ جو شخص تکلیف پہنچاتا ہے وہ مجھے معلوم ہے۔ شاہ عبداللہ اور کالے خان جھم جھم کی نیاز کریں۔ کسی سے قرض لے کر بھی اپنی استطاعت کے مطابق پہلے اس کا اہتمام کریں۔ اس کے بعد اپنے گھر سے قرضدار کو ادا کریں، تو درد دفع ہو جائے گا۔

برخوردار! اب تو قبر پیش نظر ہے اللہ تعالیٰ اپنے فضل کے ساتھ وہاں تک پہنچائے۔ افسوس تو یہ ہے کہ آپ اب تک گردش میں مبتلا ہیں ورنہ میں آپ کو ہی اپنا جانشین بناتا۔ دیکھیں اللہ کی کیا مرضی ہے۔ فاتحہ میں حاضر ہونے کی امید نہیں ہے۔ والدعا۔

مکتوب: 47

میرے عزیز میاں فرحت اللہ سلمہ اللہ تعالیٰ

دعائے حیات اور ترقی درجات کے بعد عرض ہے کہ مورخہ گیارہ رجب کو شام کے وقت آپ کا خط موصول ہوا۔ اس وقت قوال حاضر تھا۔ میں نے خط پڑھنا چاہا لیکن نہ پڑھ سکا۔ چند رباعیاں بھی آپ نے لکھی تھیں۔ بھائی! جسم دنیا میں اور دل خدا کے ساتھ رہنا چاہیے۔ غیر کو راہ مت دیجیے۔ ہوشیار رہیے اور اپنے بارے میں کبھی خوش فہمی میں مبتلا نہ ہوئیے، اپنی معلومات پر بھروسہ مت کیجیے بلکہ اس کو استدراج سمجھئے۔ اولیاء اللہ اس راہ میں قتل ہو چکے ہیں۔ بلعم باعور اور برصیصا کیا تھے اور کیا ہو گئے۔ افسوس اپنے احوال پر۔

بات بہت طویل ہے، کتنا لکھوں ویسے تو بہت سے لوگوں نے بہت سی باتیں کہی ہیں، لیکن ارشاد خداوندی کو صحیح اور درست سمجھتا ہوں۔ جواب لکھنا چاہیے تا کہ سکون حاصل ہو لیکن جس شخص کو خود اپنے بارے میں کوئی خوش گمانی نہیں ہے، وہ بھلا کیا لکھے۔ جواب لکھنے کے سبب اور لوگ بھی گمراہی میں پڑ جاتے ہیں۔ لہٰذا بہت سی باتیں نہیں لکھی جا سکتی ہیں۔ لوگ نہیں جانتے ہیں کہ معجزہ دکھانے کی درخواست کرنے اور پھر معجزہ دیکھنے کے بعد بھی لوگ ایمان نہیں

لائے۔ بعض لوگوں نے اسے جادو کا نام دے کر بدنام کیا۔ افسوس ہمارے اور تمہارے احوال پر، بہت پیچیدہ راستہ ہے اور اس کو عبور کرنے کے لیے بہت ہوشیاری کی ضرورت ہے۔ نادان، اللہ تعالیٰ کے لیے علم غیب کہتے ہیں۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ ہمارے تمہارے لیے تو غیب ہوگا لیکن اس کے لیے؟ یہ لوگ کیسی باتیں کرتے ہیں۔ یہ وہم کے شکار ہیں۔ صوفیوں کو ہم نے دیکھا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ ایک یہ اور ایک وہ کیا ہوا۔ خوب، یہ لوگ نہ قریب ہیں اور نہ دور ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ قطرہ دریا میں مل کر دریا بن جاتا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ جب دریا ہوگیا تو علم اور معلوم ایک ہوگیا۔ خود غور فرمائیں، میں زیادہ کیا لکھوں۔

ایک مجرّد (تنہا) آدمی ہی جانتا ہے کہ تجرّد میں زندگی گذارنا کتنا مشکل ہے۔ صرف اہل وعیال سے کنارہ کشی کرلینا ہی تجرّد نہیں ہے۔ خود اپنی ذات سے بھی اس طرح مجرّد ہو جائیں کہ آپ کو اپنے اعضاو جوارح کی حرکات کی بھی خبر نہ ہو۔

والدعا۔

مکتوب:48

میرے عزیز شاہ فرحت اللہ سلمہ!

اس قدر تاکید کے باوجود آپ اجمیر شریف جانے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ حیرت ہے ہماری کمزوری اور بڑھاپے پر بھی آپ کی نگاہ نہیں گئی۔ اجمیر جانے کا ارادہ آپ کر چکے ہیں تو پھر ایک خود پسند آدمی کو کیا لکھا جائے۔ جو دل میں آئے کریں۔ غور فرمائیں میں نے کتنی تاکید کی تھی کہ وقت نہیں ہے کہ سفر کریں۔ بہتر ہے کہ ایک مکان تجویز کریں اور حرکت نہیں کریں۔ اس کا جواب یہ کہ میں جاؤں گا۔ تو پھر ٹھیک ہے آپ کو اختیار ہے۔ جو دل میں آئے کریں۔ میں زیادہ کیا لکھوں۔ راستے میں جو تکلیف ہوگی، وہ میں جانتا ہوں۔ یوسوس فی صدور النّاس من الجنۃ و النّاس (جن وانس میں سے کچھ وہ ہیں جو لوگوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالتے ہیں) جو کچھ کرے۔

والدعا۔

مکتوب: 49

میرے عزیز شاہ فرحت اللہ سلمہ!

اللہ آپ کو جمعیت خاطر اور باطنی ترقی عطا فرمائے۔ یہاں سے ایک خط میں بعض امراض اور دانہ پانی کی وجہ کر قصبہ چھپرہ جانے کی تفصیل درج ہوگی۔

میرے عزیز!

بیزارم ازاں کہنہ خدای کہ تو داری
ہر لحظہ مرا تازہ خدای دگر است

(میں اس قدیم خدا سے بیزار ہوں، جو آپ رکھتے ہیں۔
میرے لیے تو ہر لمحہ ایک نیا خدا موجود ہے۔)

دنیا ایک ہی دستور پر کبھی نہیں رہتی۔ کبھی یوں کبھی یوں ہوتا رہتا ہے۔ سب کچھ ایک طریقہ پر کبھی نہیں رہتا۔ اللہ تعالیٰ شاہد رکھتا ہے اور جو کچھ پیش آتا ہے، اس کو دکھا دیتا ہے۔ اگر وہ قرار پکڑ لیتا ہے تو یہ اچھی بات نہیں ہے۔ بھائی:

مارا بجز این جہاں جہانے دگر است
جز دوزخ و فردوس مکانے دگر است

گــر هــر دوجهــاں رهــندمــا را
گــر وصــل تــو نیســت بــے نــوائــم

(ہمارے لیے اس دنیا کے علاوہ ایک دوسری دنیا ہے۔ دوزخ
اور فردوس کے علاوہ ہمارے لیے ایک دوسرا ہی مقام ہے۔
اگر دونوں جہان بھی مجھے عطا کر دیا جائے۔ لیکن اگر آپ کا
وصال میسر نہیں تو پھر دونوں جہان کا مالک ہوتے ہوئے بھی
میں ایک فقیر سے زیادہ کچھ بھی نہیں)

یاد رہے اگر اللہ تعالیٰ دوزخ اور جنت دونوں عنایت کر کے فرمائے کہ
جس کو چاہو تو کسی کی طرف نگاہ نہیں کرنا چاہیے۔ ہمارا معاملہ تو بس اُسی ایک
ذات کے ساتھ ہے۔ دوسری تمام چیزیں ہیچ ہیں۔

والدعا۔

مکتوب:50

میرے عزیز! شاہ فرحت اللہ سلمہٗ

دعا کے بعد عرض ہے کہ میں نے ہمیشہ کہا ہے اور ایک بار پھر کہہ رہا ہوں کہ زیادہ پریشان نہیں ہونا چاہیے اور ایک جگہ دل جمعی کے ساتھ بیٹھنا چاہیے۔

بہ پیری سعی کن گردر جوانی کار رفت از دست
زر گم گشتہ در آتش ز خاکستر شود پیدا

(اگر جوانی میں کوئی نیک عمل نہیں ہو سکا ہو تو پھر بڑھاپے میں کوشش کیجیے۔ اس لیے کہ آگ میں کھویا ہوا سونا خاکستر سے ظاہر ہو جاتا ہے۔)

ھر کرا اینجا خیالت آن بود تا ابد راہ وصالت آن بود

(جس شخص کو اس جگہ تیرا خیال جیسا ہوگا تو اس کے لیے ابد تک تیرے وصال کا راستہ بھی ویسا ہوگا۔)

بیوی، بچوں کی محبت سے منع نہیں کیا گیا ہے البتہ اس کو محبت الٰہی پر غالب نہیں ہونا چاہیے۔ جیسا کہ لوگ اس کو فرض کی طرح سمجھ لیتے ہیں:

بہر رنگے کہ خواہی جامہ در پوش

کہ من آن جلوۂ قدمی شناسم

(آپ جس رنگ کا بھی کپڑا پہن لیں میں آپ کے قد زیبا کو پہچان لوں گا۔)

والدعا۔

مکتوب: 51

میرے عزیز شاہ فرحت اللہ سلمہٗ

سلام و دعا کے بعد عرض ہے کہ ماہ رواں کی سولہ تاریخ کو خط ملا۔ حالات سے واقفیت ہوئی۔ مجھے معلوم تھا کہ دوست اپنا چہرہ دکھائے گا۔ اللہ حافظ ہے۔ کریم چک سے چھپرہ تک سب لوگ خیریت سے ہیں۔ اپنا احوال جو آپ نے لکھا ہے، وہ سامنے ہے۔ اس راہ میں بڑے خطرات ہیں۔ اکثر لوگ تو تباہ ہو گئے ہیں:

دریں رہ میروی ھشیار تررو تو ناز نازنیناں را چہ دانی

(اس راستے میں بے حد ہشیاری کے ساتھ چلیے اس لیے کہ
آپ کو کیا معلوم کہ نازوالوں کی بے نیازی کیا ہوتی ہے۔)

اللہ تعالیٰ اپنی عنایت زیادہ عطا فرمائے اور ملکیت بخشے کہ جب چاہیں حاضر ہو جائے۔ کھانے پینے کی طرح نہیں کہ عادت ہو جاتی ہے اور جاتی رہتی ہے۔ مجھے اطلاع نہیں کی حضرت اکثر ننگے سر چلے جاتے تھے۔ اس سے آگے روبرو کا معاملہ ہے۔

والدعا۔

مکتوب:52

میرے عزیز!

خط ملا دل کو پسند آیا۔

اسم ذات سے وہی مراد ہے، جس کا نام لیا گیا ہے، اگر میسر ہو۔علم و معلوم کی اس عظیم نعمت کی حامل، صرف رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی ہے۔ باقی جس نے بھی اس راہ میں ہاتھ ڈالا، اس نے گویا گھڑیال کے منہ میں ہاتھ ڈال دیا۔

واجب ممکن نہیں ہوتا ہے اور ممکن واجب نہیں ہوتا ۔ یہ ناممکن ہے۔ پروانہ اگر شمع پر گر پڑے تو اس کو کیا خبر، اسی طرح قطرہ دریا میں گر پڑے تو قطرہ کو کیا اطلاع ۔لی مع اللہ وقت (اللہ کے ساتھ میرا کچھ خاص وقت ہے) کبھی کبھی ایسی کیفیت طاری ہوتی ہے۔ دن رات، سکر کی کیفیت ہوتی ہے۔ کھانا پینا بھی ناگوار ہوتا ہے۔ حالانکہ وہ خود سے ایسا نہیں ہوتا ہے۔ پسند و ناپسند کو، کون پوچھے چاروں مقامات کا اثبات ہی ہوتا ہے۔ اور ہر مقام کی اپنی الگ نوعیت ہے۔ ایک کو دوسرے پر محمول نہ کریں۔ وہ چاروں مقام (جن کا آپ نے ذکر کیا ہے) اسی کے ساتھ مختص ہیں۔ غلط فہمی کا شکار نہ ہوں۔ میرا ایسا کہاں نصیب کہ ان کی طرح بھوکا، پیاسا رہوں۔

جوع مرخاصانِ حق را آمده

(بھوک تو اللہ کے خاص بندوں کے لیے ہی ہے)

قوت جبریل از مطبخ نبود

بود از دیدار خلّاق وجود

(حضرت جبریل کی طاقت مطبخ یا کھانے پینے سے نہیں تھی

بلکہ خالق کائنات کے دیدار کے سبب تھی)

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کھانے پینے سے پاک ہے۔کبھی سکر اور کبھی صحو کی کیفیت ہوتی ہے۔ دل کی دھڑکن سے بھی بیقراری ہو جاتی ہے:

کسانیکہ یزدان پرستی کنند

ز آواز دولاب مستی کنند

(جولوگ اللہ کی پرستش میں غرق رہتے ہیں وہ چرخ یا رہٹ کی

آواز سن کر بھی مست ہو جاتے ہیں۔)

ایسے لوگوں کو تو مکھی کی آواز سے بھی شورش ہو جاتی ہے۔ اور اگر کوئی اسے مار ڈالے تو بھی شورش پیدا ہو جاتی ہے۔کبھی تو ہوا سے شورش آجاتی ہے۔ اگر ایسا ہونے لگے تو سمجھیں کہ حصول مقصد قریب ہے:

در میکدۂ وحدت هشیار نمیگنجد

در عالم بیرنگی جز یار نمیگنجد

(وحدت کے میکدے میں ہشیار کا گذر نہیں ہے۔ بیرنگی کی دنیا

میں دوست کے علاوہ کوئی اور سما ہی نہیں سکتا۔)

وہ علم جو العلم حجاب الاکبر یعنی مطلوب اور طالب کی درمیان بڑا پردا بن جائے وہ علم نہیں ہوگا۔

اگر واقعی علم ہوگا تو اس کو کبھی فنا نہیں ہوگا، علم و معلوم وغیرہ یقین ہے کہ اگر نہیں ہو تو بہتر ہے، ذات میں تو کوئی بحث ہی نہیں ہے۔ اس کے نزول کرتے ہی تمام چیزیں (روشن) ہو جاتی ہیں۔ جب تک اس مقام تک آدمی نہیں پہنچتا ہے، نہ تو کوئی چیز معلوم ہوتی ہے اور نہ دل پر کوئی چیز وارد ہوتی ہے۔

والدعا۔

مکتوب: 53

عزیزم، نورچشم میاں فرحت اللہ سلمہ!

سلام و دعا کے بعد معلوم ہو کہ ذات بے ہمتا کو بے مثال صفات کے ساتھ ملاحظہ کرنا چاہیے۔ جب یہ نعمت ہاتھ آجاتی ہے تو پھر انسان بے خود ہو جاتا ہے۔ فناءِ کلی حاصل ہو جاتی ہے۔ وہ نور نظر آنے لگتا ہے اور اس کو چشم بصیرت سے دیکھا جا سکتا ہے۔ تمام نوری صفات کا علم ہو جاتا ہے اور وہ بھی مبدل ہو جاتا ہے۔ کبھی جمع ہو جاتا ہے اور کبھی جمع الجمع۔ اس کے بعد جب ترقی کی منزل آتی ہے تو علم و معلوم سب غائب ہو جاتا ہے۔ مزید جو کچھ حاصل ہوگا اس کے بارے میں آپ کو لکھا جائے گا۔

اللہ کی رحمت، قلب مصفّا پر نازل ہوتی ہے۔ پھر اس کا پرتو، قلب سے گذر کر اعضاء پر وارد ہوتا ہے۔ وہ چیز، جس کو لوگ خون کا لوتھڑا کہتے ہیں، وہ دراصل قلب ہے ہی نہیں۔ قلب صافی کی وسعت کا تو یہ حال ہے کہ اس کا کوئی کنارہ ہی نہیں:

پرتو حُسنت نگنجد در زمیں و آسماں
در حریم سینہ حیرانم کہ چوں جا کردۂ

(تیرے حسن کا پرتو زمین و آسمان میں بھی نہیں سما سکتا، پھر میں
حیران ہوں کہ اس نے قلب کی مختصر سی چہار دیواری میں کیسے
اپنی جگہ بنالی۔)

وہ سمیع، علیم اور بصیر جس کو چاہے عنایت کر دے۔ بڑے بڑے مرتبے والے اسی ذات کے مرید ہیں۔ اللہ تعالیٰ ذرہ ذرہ میں موجود ہے۔ خدا کرے یہ نعمت اللہ کے فضل وکرم سے موت کے وقت حاصل ہو جائے۔

اے بھائی! ہر وقت ڈرتے رہنا چاہیے۔ معبودیت کی عبدیت ہی نازکا سبب ہے۔ ہر وقت عاجزی کا اظہار کرتے رہیں۔ اگر وہ فخر زمانہ کرتا ہے تو یہ اس کی شان کے مطابق ہے۔

والدعا۔

مکتوب: 54

عزیزی نور چشم شاہ فرحت اللہ سلمہٗ!

سلام ودعا کے بعد معلوم ہو کہ کسی مسلمان کے دل میں اگر ایسا خیال بھی آیا کہ میں دنیا داروں کے پاس جاؤں تو وہ اُس وقت کافر ہوگیا، اگر وہ ارادہ کرکے نہ جائے تو بھی۔ جس کو اللہ نے اپنے در پر بلا لیا پھر اس کو کسی دوسرے در کی گنجائش ہی نہیں ہے۔ فرعون اپنی پوری فوج رکھتا تھا لیکن اس کے باوجود اللہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو محفوظ رکھا۔ ظاہر ہے غیروں کی طرف وہی مائل ہوتا ہے جس نے اللہ کی طرف سے اپنا چہرہ پھیر لیا ہو۔ مگر بعض بندوں نے عقدہ کشائی کے لیے ایسا کیا ہے۔ ظاہر تو وہی ہے جو نظر آتا ہے:

نفس قانع گر گدائی میکند   فی الحقیقت بادشاهی میکند

(قناعت پسند نفس اگر گدائی کرے تو بھی درحقیقت وہ بادشاہی کرتا ہے)

ایک بزرگ، ایک طوائف کو بغل میں لے کر اور اپنے ہاتھ میں منھدی لگا کر بازار میں جا رہے تھے یہ دیکھ کر لوگوں نے ان کو برا بھلا کہنا شروع کر دیا۔ ایک دوسرے بزرگ کی مجلس میں لوگوں نے قصہ بیان کیا تو اہل مجلس نے بھی ان کو برا بھلا کہا۔ لیکن وہ (صاحب مجلس) بزرگ اپنے وقت کے ولی تھے۔ انہوں

نے فرمایا: اس بزرگ نے محض عقدہ کشائی کے لیے ایسی حرکت کی ہے۔ اس قسم کے لوگ اب نایاب ہیں۔ اگر دولت چاہتے ہوتو یہ چیزیں تو راستے میں پڑی ہوئی ہیں:

چناں کافر که مارا در نهاد است　　　مسلماں کمتر از دستش فتاد است

(ایسے کافر نفس کو ہماری فطرت میں رکھ دیا گیا ہے کہ بہت کم
مسلمان اس کے ہاتھ سے بچ کر نکل سکتے ہیں۔)

مجھے نہیں معلوم کہ اللہ کا ارادہ کیا ہے۔ معلم الملکوت کا حال معلوم ہے۔ بلعم باعور اور برصیعاہ کو بھی استدراج ہوگیا۔ مجھے بھی کچھ خبر نہیں:

تا دوست کرا خواهد می کش بکه باشد

(جب دوست ہی کسی کو چاہے گا تو پھر اس کا رجحان کس کی طرف ہوگا۔)

محمد ﷺ نے فرمایا تھا ،یارب محمد لو لم یخلق محمدا تو پھر ہم کو اور تم کو ہزار گنا زیادہ خوف ہونا چاہیے۔ اپنی (دو گز) زمین تو میں ضرور رکھتا ہوں لیکن نہیں معلوم کہاں۔ اس کے ارادے کی خبر کسی کو نہیں ہے۔ میں بظاہر صرف سنت پر عمل کرنا چاہتا ہوں۔ اگر اللہ کی مرضی ہوگی تو مسکن کے بجائے مدفن ہوگا:

هر کرا عشق او بمیراند　　　او خود اندر کفن نمی گنجد
گر هر دو جهان دهند مارا　　　گر وصل تو نیست بی نوایم

(جس شخص کو اس کا عشق موت کی نیند سلا دیتا ہے وہ (مسرت سے)
اپنے کفن کے اندر نہیں سماتا ہے۔ اگر دونوں جہان وہ مجھ کو عنایت کر
دے لیکن اگر تیرا وصال میسر نہیں تو پھر میں بھی فقیر ہوں)

برخوردار! پہلے میں نے اقرار کیا تھا کہ میں پہنچ رہا ہوں۔ دوست کو یہ بات پسند نہیں آئی اور اس نے مجھے سزا دی۔ بہرحال جو کیا اچھا کیا:

گر خون من و جمله عالم تو بریزی
اقرار نمایم که جرم از طرف ماست

(اگر میرا اور تمام عالم کا خون تم بہا دو تو بھی یہی اعتراف کروں گا کہ خطا میری طرف سے ہے)

باخبر دل، جاننے کے باوجود ایسا ہی کرتا ہے، پھر میں اظہار مسرت نہ کروں تو کیا کروں:

جز وصل تو ام حرام بادا　　دولت که بخواهم از خداوند

(تیرے وصل کی دولت کے علاوہ مجھ پر وہ تمام دولت حرام ہو جو میں خدا سے طلب کروں)

وہ اگر سزا دیتا ہے تو میں اس کو رحمت اور شفقت سمجھتا ہوں۔ دوستوں کے ساتھ وہ ایسا ہی کرتا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسے جلیل القدر پیغمبر بھی فریاد کناں رہے۔ پھر بھلا میرا کہاں ایسا نصیب کہ میں اس لائق ہو سکوں۔

والدعا۔

مکتوب:55

میرے فرزند عزیز!

سلام و دعا کے بعد عرض ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے ارشادات عالیہ اور آپ کی سنت کے مطابق زندگی گذارنا چاہیے۔ صرف رسم کے طور پر عبادت کرنے سے کیا فائدہ۔ انسان اسم بامسمیٰ ہو۔ دوست کا کلام دوست ہی کی زبان سے سننا چاہیے۔ دوسرے لوگوں کے ایسا ویسا کہنے سے کیا مطلب؟ ہر وقت (اللہ سے) ڈرتے رہیں:

درین ره میروی هشیار تررو
تو ناز نازنینان را چه دانی

(جس راستے کے آپ مسافر ہیں اس میں بے حد ہشیاری کی
ضرورت ہے۔ آپ کو کیا معلوم کہ نازوالوں کا ناز کیا ہوتا ہے)

میں آپ کے ساتھ اسی طرح ہوں جیسے آپ میرے ساتھ ہیں۔

اے بھائی!

ما که سوئے تو آمدن نتوانم
ما خود چه کسیم پیش من تو آئی

(جب ہم خود آپ کی طرف آنے کی جرأت نہیں کر سکتے ہیں تو

پھر بھلا میری کیا حیثیت ہے کہ آپ میرے پاس آئیں)

اللہ تعالیٰ مزید ذوق وشوق عطا فرمائے اور عشق ومحبت کے جذبہ میں اضافہ فرمائے:

رویش دیدیم و سجدہ کردیم
در مذہب ما ہمیں نماز است

(ہم نے اس کا چہرہ دیکھا اور سجدہ کیا، ہمارے مذہب میں یہی نماز ہے)

نماز سے فراغت کے بعد لوگ سلام علیک کہتے ہیں۔ اُس دنیا سے اس جہان میں آنے کے بعد سلام کہا ہی جاتا ہے۔ یہی طریقہ ہے۔ نماز میں ہزاروں فائدے دیکھے گئے ہیں۔ نماز تو درحقیقت رسول اللہ ﷺ پڑھتے تھے۔ اگر وہ بات حاصل ہو جائے تو کیا کہنا۔ ورنہ پھر نماز کیا ہوئی۔ زمین پر سر مارنا ہوا۔ آپ ہمت رکھیئے۔ میرے لیے بھی دعا کریں:

قطرۂ رحمتِ تو بس است
شستن نامۂ سیاہ مرا

(تیری رحمت کا ایک قطرہ میرے گناہوں کی سیاہی دھونے کے لیے کافی ہے)

والدعا۔

مکتوب:56

میرے عزیز!

بدیع الدین کے معرفت آپ کا شورش سے بھرا ہوا اور ذوق وشوق سے لبریز خط موصول ہوا:

جنونم کو کہ از قید خرد بیرون کشم پارا
کنم زنجیر پائے خویشتن دامان صحرا را

(میرا وہ جنون کہاں ہے جو عقل وخرد کی قید سے مجھ کو باہر کھینچ لائے۔ میں صحرا کے دامن کو اپنے پاؤں کی زنجیر بنا رہا ہوں۔)

میرے عزیز! تو اجد اور وجد، دو الگ الگ چیزیں ہیں۔ انسان کو وقت کے پیچھے نہیں چلنا چاہیئے بلکہ وقت کو اپنے پیچھے چلانا چاہیے:

مستاں چناں خوش اند کہ گویند روز حشر
ما کیستم شماچہ کسانید این چہ جاست

(اللہ کے دوست تو قیامت کے دن اس قدر سرشاری کی کیفیت میں ہوں گے کہ وہ کہیں گے کہ ہم کون ہیں تم لوگ کون ہو اور یہ کون سی جگہ ہے۔)

اگرچہ لی مع اللہ وقت (اللہ کے ساتھ میرا کچھ خاص وقت ہوتا ہے)

آیا ہے۔ مگر اس کا اثر نماز، روزہ کھانے پینے اور پہننے کے وقت یوں سامنے آتا ہے کہ یہ سب چیزیں علم سے گذر کر عادت نظر آتی ہیں۔ حالانکہ مجھے ذاتی طور پر بالکل نہیں معلوم کہ وہ کون ہے اور کیا کرتا ہے۔ خدا کی قسم، ان سب چیزوں کے باوجود خدا تک پہنچنا مشکل ہے۔ پہنچنا اور نہ پہنچنا تو دور کی بات ہے۔ یہ کہنے کی بھی مجال نہیں ہے۔ اور اگر، سکر اور صحو کی کیفیت میں کچھ باتیں زبان سے نکل جائیں تو اس کی گرفت نہیں کرنی چاہیے۔ معذور سمجھنا چاہیے اور دیوانہ سمجھ کر چھوڑ دینا چاہیے:

عاقلان را شرع تکلیف آمده

عاشقاں را عشق تشریف آمده

(عقل والوں کو شریعت بار گراں معلوم ہوتی ہے جب کہ عشق والوں
کے لیے عشق شرف اور سعادت کی بات معلوم ہوتی ہے۔)

خدا کی قسم:

هرچه از دیوانه آید در وجود

عفو فرمایند بر دیوانه زود

(کسی دیوانہ سے کوئی بات ظاہر ہوتی ہے تو اس کو دیوانہ سمجھ کر معاف فرمادیں۔)

بعض باتوں کا جواب آپ نے نہیں دیا ہے۔ اس کا مطلب سمجھ میں نہیں آیا۔ اللہ تعالیٰ فضل فرمائے اور ظاہر سے گذر کر حال کی کیفیت پیدا فرما دے۔ کبھی کبھی یاد کریں۔

والدعا۔

مکتوب:57

میرے عزیز شاہ فرحت اللہ سلمہ! دعائے حیات اور ترقی درجات کے بعد معلوم ہو کہ بہادر حسین چھ ماہ دس روز تک اس دنیا میں فرزندگی گذار کر عالم جاودانی کو روانہ ہوا۔ غم تو غم اور الم تو الم ہی ہوتا ہے۔ صبر کو بھی صبر نہیں آتا ہے۔ کس کو قریب لاؤں کہ تسکین ہو۔ جانے کا وقت تو آ ہی گیا تھا۔ ہم کسی ایسی جگہ کی تلاش میں تھے جہاں دفن ہو سکیں۔ اللہ کی مرضی نہیں تھی۔ اسی پر میں نے چھوڑ دیا۔ میں نہیں جانتا ہوں کہ اس نے کون ماہ، کس دن اور کون وقت مقرر کر رکھا ہے۔ کس کے کاندھے پر جنازہ جائے گا کوئی نہیں جانتا:

روز یکہ نعش بر کف دوستاں شود
روح محمدی کس ما بیکساں شود

(جس دن میرا جنازہ دوستوں کے ہاتھوں میں ہوگا۔ اس دن روح محمدی ﷺ ہم جیسے بیکس اور غریب لوگوں کی ساتھی اور رفیق ہوگی۔)
غمگین نہ ہوں اللہ کی مرضی یہی تھی۔

والدعا۔

مکتوب:58

میرے برخوردار سلمہ!

دعا کے بعد عرض ہے کہ پہلے خط کا جواب لکھ کر بھیج دیا گیا تھا۔ صاحب کا ارادہ ابدال کی طرح ہے۔ دیر کرنے کا سبب آپ نے تحریر فرمایا ہے۔ اس میں دوسرے مطلوب اور مقصود کی شمولیت ہو جاتی ہے۔ مردوں کی ہمت تو کسی اور کام کا تقاضا کرتی ہے۔ ہمت والے ہی مرد کہلانے کا حق رکھتے ہیں اور ایسے ہی لوگ تنہا نہیں رہ کر بھی تنہا رہتے ہیں۔ تعلق حجاب کا سبب بن جاتا ہے۔ لہٰذا بے تعلق ہی رہنا چاہیے۔

میرے عزیز:

تعلقی بدنیا نہ تملقی بعقبیٰ
سرّ این و آن نہ روم بہ سر خدا پرستاں
(نہ دنیا سے تعلق ہو اور نہ عقبیٰ سے۔ خدا پرستوں کے سر میں
یہاں کا وہاں کا خیال نہیں ہوتا)

بنا بنایا کوئی نہیں ہوتا۔ جو کچھ اس نے بنا دیا، ویسا کوئی چاہے بھی تو نہیں بنا سکتا۔ اب تو دل بھی بے اصل ہے اور قلب بھی الٹ گیا ہے وہ سیدھا ہو جاتا

ہے۔ وہ لوگ ہرگز دل تک نہیں پہنچے ہیں، مگر وقت کے پیچھے چلنے سے بہتر ہے کہ وقت کو اپنے پیچھے چلایا جائے۔ آپ ہر وقت چاہتے ہیں کہ حاضری ہو، نہیں ہو سکتی ہے۔ بہت مشکل ہے۔ جس کو جس سے محبت ہوگی وہ اسی کے ساتھ رہیگا۔ یہ قرآن و حدیث میں ہے۔ اللہ نے جو بہتر سمجھا کیا۔ ہم لوگ کیا کر سکتے ہیں۔

والدعا۔

مکتوب: 59

میرے مزاج وفطرت کو پہچاننے والے! شوق بے پایاں کی تشریح، لکڑی کے معمولی قلم سے نہیں ہوسکتی۔ صرف مطلب کی بات ہی قلم سے لکھی جاتی ہے۔ افکار کے ہجوم سے، لوگوں کے جداگانہ مزاج سے اور بے جان و بیکار قسم کے مقاصد کی کثرت سے کچھ لمحہ کے لیے فراغت ضروری ہے۔ اپنے مزاج کی ابھی مجال نہیں ہے۔ خونِ جگر پینے کے علاوہ، دوسرا کوئی چارہ نہیں۔ دیدہ و دل سے قبول کیا جاتا ہے۔ اے صاحب! ہمارا عمل، مختلف صورتیں اختیار کر کے سامنے آتا ہے۔ اللہ کی مرضی ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے:

بر تو دوزخ شده از کثرت عصیاں آتش
ورنه در چشم خلیل است گلستاں آتش
(تجھ پر گناہوں کی کثرت کے سبب دوزخ آگ ہوگئی۔ ورنہ
حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نگاہ میں آگ گلستاں کی مانند ہے۔)

خدا کی قسم جو کچھ مجھ پر دوست کی طرف سے وارد ہوتا ہے وہ میں جانتا ہوں یا دوست۔ ان دنوں اکثر لوگ تحریک دینے والے ہوگئے ہیں۔ ہر ایک اپنی طرف بلاتا ہے اور چاہتا ہے کہ لے جائیں اور تنگ دلی اور ناسمجھی سے ان میں

سے ہر ایک خود کو بزعم خود فرشتوں سے افضل و ابتر سمجھتا ہے۔ اس سلسلے میں خاموشی کے علاوہ اور کیا کیا جا سکتا ہے۔ مختلف قسم کی بیماری ہونے کے باوجود (زعم باطل پر) بھروسہ کئے ہوئے ہیں۔ میں نہیں جانتا ہوں کہ ہزاروں ذلت و خواری کے ساتھ آب و دانہ مجھے کہاں کہاں کھینچے لئے جاتا ہے۔ ہائے افسوس:

رشتہ در گردنم افگندہ دوست
می برد ہرجا کہ خاطر خواہ اوست
قرب او چیست مرا باتوو بعد بدنی
ہمچو در عشق نبی حالت ویس قرنی

(دوست نے میری گردن میں رسی ڈال دی ہے۔ وہ مجھے جہاں چاہتا ہے کھینچے لیے جاتا ہے۔ میرے لیے اس کا قرب کیا ہے۔ جسمانی دوری کے باوجود، تیری نزدیکی جیسی کہ نبی کریم ﷺ کے عشق میں حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کی حالت تھی۔)

دوستوں کے لیے دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہم غریبوں کا خاتمہ مسکینوں اور عاشقوں کے ساتھ فرمائے۔

والسلام۔

مکتوب:60

میرے عزیز!

دعا کے بعد معلوم ہو:

ھم خدا خواھی وھم دنیائی دون

این خیال است و محال است و جنون

(خدا کے بھی طلب گار ہو اور اس حقیر دنیا کے بھی۔ یہ بالکل ناممکن ہے اور ایسا خیال رکھنا بھی پاگل پن ہے۔)

اپنے تعلق کے لوگوں سے ترک تعلق کر لینا مناسب نہیں ہے:

تو رہ از کثرت اسباب بر خود تنگ می سازی

ادا فہمان چو بوئی گل رھا کردند محملھا

(آپ، مسافر وسامان کی کثرت کے سبب، اپنا راستہ خود تنگ کر رہے ہیں۔ معاملہ فہم لوگوں نے تو پھول کی خوشبو کی طرح، اسباب دنیوی کو ترک کر دیا ہے۔)

کسی نے خوب کہا ہے:

مجردان تو از یاد غیر خاموش اند

بخاطر یک توئی دیگران فراموش اند

(جو تیرے ساتھ ہے وہ غیر کی یاد سے بالکل الگ ہے، جس دل میں تو
بستا ہے، پھر اس میں کسی دوسرے کے لیے کوئی جگہ نہیں ہوتی۔)

جو کچھ سامنے آیا ہے، اس سے قدم آگے بڑھانا چاہیے۔ پھر جو کچھ سامنے آئے گا وہ آپ کی ملکیت ہوگی۔ یعنی جس وقت جو چاہیں گے، وہی کیفیت پیدا ہو جائے گی۔ جو کچھ آپ نے دیکھا ہے وہ صحیح ہے۔ لیکن اس پر ناز نہ کریں۔ مزید آگے بڑھنے کی کوشش کریں۔ حالت یا کیفیت ہمیشہ یکساں نہیں رہتی۔ جب اس ذات کی کوئی انتہا نہیں ہے تو پھر ہماری تلاش کی بھی کوئی انتہا نہیں ہونی چاہیے۔ علم اور لاعلمی دونوں سے برَی ہونا چاہیے۔ اگر کسی کو وہ جنت عطا فرما دے تو ایسا نہ ہو کہ وہ اسی پر تصرف کر کے مست ہو جائے۔ ان سب چیزوں سے کوئی مطلب نہ ہو۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ بندہ کبھی مولا نہیں ہوسکتا ہے اور مولا کبھی بندہ نہیں ہوسکتا ہے۔ واجب، ممکن نہیں ہوتا اور ممکن، واجب نہیں ہوتا۔ کسی نے کہا ہے:

ھر کہ از خود میرود واللہ مولیٰ می شود

(جو شخص اپنی ذات سے گذر جاتا ہے، خدا کی قسم وہ مولا ہو جاتا ہے۔)

لیکن مولیٰ کے مرتبۂ علم تک وہ کبھی نہیں پہنچتا۔ جیسے قطرہ، دریا میں مل کر دریا تو ہو جاتا ہے۔ لیکن اسے دریا کا علم کبھی حاصل نہیں ہوتا۔ علم اور جہل، یہ دونوں باتیں اچھی نہیں ہیں۔

والدعا۔

مکتوب: 61

عزیزم شاہ فرحت اللہ سلمہ!

دعائے حیات اور ترقی درجات کے بعد عرض ہے کہ خط ملا اور حالات سے واقفیت ہوئی۔

العلم حجاب الاکبر

(علم بڑی رکاوٹ ہے)

جب تک علم اور معلوم کا وجود رہے گا، دوئی باقی رہے گی :

دوئی را نیست رہ در حضرت تو
ہمہ عالم توئی و قدرتِ تو

(تیرے جناب میں دوئی کے لیے کوئی راستہ ہی نہیں ہے۔
تمام عالم آپ ہیں، آپ کی قدرت ہے)

اس کو دیکھنے اور سننے سے کوئی مطلب نہیں ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کوئی واسطہ نہیں رکھتا پھر عاشق کے لیے واسطہ کہاں سے ہوگا۔ اس جماعت کے لیے کوئی واسطہ نہیں آیا ہے۔ اس کا بندہ (کوئی واسطہ رکھے) یہ ممکن نہیں ہے:

کانرا کہ خبر شد خبرش باز نہ آمد

(جس شخص کو معرفت حاصل ہوگئی، پھر اس کو اپنی خبر کبھی نہیں آئی۔)

حالانکہ اس سے تمام حرکات وسکنات سرزد ہوں گی لیکن خود اس کو خبر نہیں ہوگی۔ اگر دونوں جہان آپ کو دے کر وہ حکم دے کہ آپ جیسے چاہیں استعمال کریں، تو بھی اس کی طرف نگاہ نہیں کرنی چاہیے:

گدا اگر ھر عالم د ھند، باو گدا ست

(فقیر کو دونوں عالم بھی دیدیں، پھر بھی وہ فقیر ہی رہے گا۔)

مریضوں کو پانی دم کر کے دینا چاہئے۔ صحت اور آرام ہوگا۔ خواہ وہ کیسا ہی مرض کیوں نہ ہو۔ اگر مہدی علی خاں آئیں گے تو بہتر ورنہ مظہر (سلمۂ) تشریف لے جائیں گے۔ وہی خصوصیت اپنے گھر موجود ہوگی۔ مولوی صاحب نے (اس حقیقت کو) خوب سمجھ لیا ہے۔ وہ ہر ایک مستحق کو دیتے ہیں۔ اگر دونوں جہاں بھی میں انہیں دیدوں تو بھی وہ کسی غیر مستحق کو نہیں دیں گے۔ اللہ تعالیٰ مزید عطا فرمائے۔ مولوی صاحب سے سلام و دعا کہیں۔ اگر دن میں دنیاوی کاموں میں مصروف ہوں تو کم از کم رات اس کی یاد میں بسر ہونا چاہیے۔ اللہ کی محبت، بہرحال غالب رہے۔

وماعلینا الّا البلاغ

(ہمارے اوپر تو صرف پہنچانے کی ذمہ داری ہے)

مظہر (سلمۂ) دعا کہتے ہیں۔ جو بھی مجھے یاد کرنا ہے، میں اس کے ساتھ ہوں۔ الگ نہیں ہوں۔

مکتوب: 62

عزیزم شاہ فرحت اللہ سلمہ!

دعا کے بعد عرض ہے کہ میرا امام بخش نے مقام کے بعد خط پہنچایا۔ حالات کی اطلاع ہوئی۔ آب و دانہ اتنا ہی ہونا چاہیے کہ حلق تر ہو جائے۔ کھانے یا نہ کھانے کی عادت یکساں ہو۔ بلکہ کھانے سے تکلیف ہو اور نہ کھانے سے آرام۔ مطلب یہ کہ لوگوں کو یہ احساس نہیں ہو کہ آپ نے کھانا نہیں کھایا ہے۔ چہرے کا رنگ بحال ہو اور مشاہدہ کے بغیر معلوم نہ ہو۔ خود سے کوشش نہ کریں۔ جو بھی کیفیت وارد ہوتی ہے، وہ خود سے کوشش کرنے سے نہیں ہوتی ہے۔ اس راستے میں میرا گذر نہیں ہے

ما زندہ بجا نیم بجا نیم بجا نیم
تو معتقد کہ زندہ بہ آبیم و نا نیم

ع

جوع مر خاصان حق را آمدہ

قوت جبریل از مطبخ نبود   بود از دیدار خلاق می جور

(ہم لوگ اپنی جان اور روح سے زندہ ہیں اور آپ کا اعتقاد اس پر

ہے کہ ہم لوگ روٹی اور پانی کی بدولت زندہ ہیں۔ بھوک تو اللہ کے
خاص دوستوں کے لیے ہی ہے۔ حضرت جبریلؑ کی طاقت مطبخ
سے نہیں تھی۔ بلکہ خالق کائنات کے دیدار کی بدولت تھی۔)

دوسروں کو کھلانا بھی گویا خود کھانا ہے۔ ایک شخص سال میں ایک روز کھاتا تھا۔ اس کے بارے میں شور ہو گیا۔ ایک بزرگ آئے اور بادشاہ سے ملاقات کی۔ بادشاہ نے خواہش ظاہر کی کہ وہ فقیر نہ جائے اور افطار کر کے نماز ادا کرے۔ اس لیے کہ یہی طریقہ تھا۔ بزرگ نے انکار کر دیا اور کہا کہ پہلے ہم لوگ نماز ادا کریں اس کے بعد ایک ساتھ کھانا کھائیں۔ بادشاہ نے ایسا ہی کیا۔ اس کے بعد دیکھا تو فقیر مُردہ تھا۔ اس بزرگ نے کہا کہ وہ فقیر ہمارا پیر تھا۔ دیر ہوئی۔ جان دیدی۔

والدعا۔

مکتوب: 63

عزیزم آپ لکھتے ہیں کہ اللہ کے فضل وکرم سے گناہ نیکی سے بدل گیا۔ اے جان پدر! نیکی کے مقام پر بھی گناہ ہے۔ سنو:

حسنات الابرار سیئۃ المقربین

(نیکوکار کی نیکیاں مقربین کے حق میں گناہ ہیں)

آپ لکھتے ہیں کہ میں آزاد اور مشائخ کے ساتھ ہمرنگ ہوں۔ صاحب! یہ رنگ اچھا نہیں ہے۔ اس سے تو بہتر ہے کہ بیرنگ ہی رہیے۔ رنگ میں تو اگر کوئی کاغذ کا ٹکڑا بھی گر جاتا ہے تو وہ رنگین ہو جاتا ہے اور پھر آخر میں صرف پانی رہ جاتا ہے اس کا کیا اعتبار:

یار من چون آب در ہر رنگ شامل میشود
صافی اندر گوہر است و سبزہ در گل میشود

(میرا دوست، پانی کی طرح، ہر رنگ میں شامل ہو جاتا ہے۔
موتی میں وہ صافی اور مٹی میں وہ سبزہ ہو جاتا ہے۔)

میرے بھائی:

لباس ہستئ خود را کسیکہ پارہ کند

سزد کہ نور جمال ترا نظارہ کند

کسیکہ مصحف روی ترا بدید تمام

دگرچہ فال کشاید چہ استخارہ کند

(جو شخص اپنے وجود کے لباس کو چاک کر دیتا ہے وہی اس لائق ہے کہ تیرے نورِ جمال کا نظارہ کرے۔ جس نے تیرے چہرے کی کتاب پورے طور پر دیکھ لی پھر وہ کیا فال کھولے اور کیا استخارہ کرے۔)

چشم میدارم و می بینم همه

گوش میدارم و می شنوم همه

(میرے پاس آنکھ ہے اور میں سب کو دیکھ رہا ہوں۔ میرے پاس کان ہے اور میں سب کچھ سن رہا ہوں۔)

اس جماعت کے لیے کوئی واسطہ ہے اور نہ ہوگا۔

العاقل یکفی الاشارۃ

(عقلمندوں کے لیے اشارہ کافی ہے)

جب بھی آزاد اور مشائخ کے ساتھ شامل ہوں گے محبت میں کمی آئیگی اور فتور ہوگا۔ محبت جہاں کم ہوئی اور پھر یقین میں کمی آئی تو سراسر نقصان ہے۔

والدعا۔

مکتوب: 64

میرے محبّ!

آپ نے فرمایا ہے کہ میرے دل میں ایسا خیال ہے کہ مقدمہ سے فارغ ہونے کے بعد، گھر ہی میں رہوں گا اور اِدھر اُدھر حرکت نہیں کروں گا۔ اللہ رازق ہے، وہ رزق دے گا۔ اے صاحب! نہ علم الیقین حاصل ہے، نہ حق الیقین اور نہ عین الیقین، پھر یہ کیسے ہوگا۔ وہ لوگ بھی ایک دروازے سے دوسرے دروازے کو جاتے رہتے ہیں جو صبر و شکر میں معروف اور مشہور ہیں۔ یہ عزم اور یہ ارادہ کیسی جماعت کے لیے آیا ہے؟ اس کے لیے جس کے پاس پیسہ ہو، وہ بازار میں گھومتا پھرتا ہو اور جو چاہے، خرید کر کھائے۔ ایسی جماعت یا ایسے لوگ، بازار میں ہوں یا جنگل میں ان کے لیے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ لیکن ایک بے مایہ شخص کے لیے ایسا عزم کرنا کیسے مناسب ہوگا۔ جبکہ یہ بھی پتہ نہیں کہ یہ عزم نفس کا ہے یا دل کا۔ اللہ تعالیٰ وسوسوں سے محفوظ رکھے۔

وما علینا الا البلاغ المبین

(ہم تو صرف صاف صاف پہنچانے کے مکلّف ہیں)

میرے بھائی (اگر) عاشق ہوگئے (تو جان لیجئے)۔

ای دل سودات مبارك باد

از ہر دو جہاں رستی ایں کار مبارکباد

(اے دل، تیرا جنون تجھ کو مبارک ہو۔ دونوں جہاں سے تم کو نجات مل گئی۔ یہ کام تجھ کو مبارک ہو۔)

العشق جنون الحق یحرق ماسویٰ اللّٰہ

(حق تعالیٰ کا عشق ایسی چیز ہے جو اللہ کے سوا سب کو فنا کر دیتا ہے)

ہر جا کہ سلطان خیمہ زد غوغا نماند عام را

(جس جگہ بادشاہ نے اپنا خیمہ ڈال دیا پھر وہاں عام لوگوں کا شور وغل باقی نہیں رہتا۔)

بھائی:

گر ہر دو جہاں دہند مارا

گر وصل تو نیست بی نوائیم

(اگر دونوں جہاں ہم کو عنایت کر دیں لیکن اگر تیرا وصال میسر نہیں تو پھر میں ایک بے نوا فقیر ہوں۔)

گدا گر ہمہ عالم باو دہند گداست

(ایک فقیر کو دونوں جہاں بھی مل جائے تو بھی وہ فقیر ہی رہے گا۔)

اس راستے میں آپ نے قدم رکھا ہے۔ تو پھر سب سے پہلے آپ کو چاہیے کہ دین و دنیا سے قدم باہر نکالیں۔ ہستی و نیستی سے گذر کر دوسرا راستہ اختیار کرنا چاہیے:

مارا بجز این جہان جہان دیگر لست　　جز دوزخ و فردوس مکانے دگر لست

شپیر برق زھمراھی ما سوختہ لست　　کیست امروز کند دعوی ھمراھی ما

قلم، قلم شد و کاغذ چون آب میگردد　　بچشم ھر دو جہان را سراب میگردد

ز این و آن من ھر گزخبر نمی دارم　　ز نور و نار من ھر گز خبر نمی دارم

(ہمارے لیے اس دنیا کے علاوہ ایک دوسری ہی دنیا ہے۔ دوزخ اور جنت کے علاوہ ایک دوسرا ہی مقام ہے۔ بجلی کا شہپر میرے ساتھ ہونے کے سبب جل گیا۔ آج ایسا کون ہے جو میری ہمراہی کا دعوی کرے۔ قلم ٹوٹ جاتا ہے اور کاغذ پانی کی طرح ہوجاتا ہے۔ اور نظروں میں دونوں جہان سراب کی مانند دکھائی دیتا ہے۔ یہاں کے بارے میں یا وہاں کے بارے میں مجھے کوئی خبر نہیں ہے۔ نور کے بارے میں یا نار کے بارے میں مجھے کوئی خبر نہیں ہے۔)

اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو ایک قوت عطا فرمائی۔ اس نے شیطان کو بھی گمراہی پھیلانے کی طاقت بخش دی۔ نور تو معلوم بھی ہوجاتا ہے۔ لیکن نور الٰہی اور نور شیطانی میں فرق کرنا بہت مشکل ہے جیسے کہ تاریک رات میں کالی چیونٹی کو دیکھنا مشکل ہے۔ مرشید کامل کے بغیر یہ ممکن نہیں ہے۔ جیسے کہ ہمارے شیخ ہیں جن کو لوگ عینے کہتے ہیں۔ فقیر کے لیے تو وہاں تک براہ راست پہنچنا ممکن ہی نہیں۔ ان تمام باتوں کے باوجود اس کی کبریائی وشان نیازی سے بہت خوف محسوس ہوتا ہے۔

والدعا۔

مکتوب:65

میرے عزیز!

فقرا کے درمیان نام حسن دوست ہو جو بھی عشق و محبت اور ذوق و شوق کے جذبات کا حامل ہو گا میں اس کے ساتھ ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے سب کو، ذوق و شوق اور محبت کے جذبات سے نوازا ہے۔ اللہ مجھ کو بھی یہ جذبہ عطا فرمائے اور آپ کو مزید عطا فرمائے۔

والدعا۔

مکتوب: 66

میرے عزیز!

ایک روز حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ ایک درخت کی شاخ پکڑ کے کھڑے تھے۔ آپ کے مریدین ومتوسلین چار وقت سے فاقہ میں تھے۔ غلّہ فروش کے یہاں بھی اناج نہیں تھا چنانچہ اس نے عرض کیا، ہمارے بچوں میں طاقت نہیں ہے۔ اگر کچھ عنایت ہو جائے تو بچے بھی کھالیں اور باورچی خانہ بھی گرم ہو جائے۔ حضرت بختیار کاکی نے شاخ کو ہلایا تو پچاس اشرفی گر پڑی۔ فرمایا لے جاؤ۔ لوگوں نے عرض کیا کہ اس کو اتنے زیادہ کی ضرورت نہیں تھی۔ فرمایا فقیر کی قسمت میں دربارِ الٰہی سے پچاس اشرفی ہی تھی۔ میں نے اپنے لیے کچھ نہیں لیا۔ آج غلّہ فروش نے طلب کیا تو میں نے لیا اور اس کو دیدیا۔

بھائی اگر اللہ تعالیٰ دونوں جہان کو میرے لیے پیش کر کے کہے کہ جیسے چاہو استعمال کرو تو میں اگر اس کی طرف نگاہ بھی کروں تو اس کا بندہ نہیں رہوں گا۔ یہی نکتہ ہے۔

مکتوب:67

حسن دوست کو دعا پہنچے۔

اللہ سے اللہ کو ہی طلب کرنا چاہیے:

جز وصل توام حرام بادا
دولت کہ بخواہم از خداوند

(تیرے وصال کے سوا کوئی بھی دولت میں خدا سے چاہوں تو
وہ مجھ پر حرام ہو۔)

میں نے پہلے بھی لکھا تھا کہ دعا طلب کرنا عقل سے بعید بات ہے:

غیر حق را ھر کہ بیند ای پسر
کیست در عالم از و گمراہ تر

(اے لڑکے! اُس سے زیادہ گمراہ اور کون ہوسکتا ہے جو اللہ
کے علاوہ کسی اور جانب نگاہ کرے)

غور کریں کہ آپ کہاں پر ہیں۔ اگر پوری دنیا ناراض ہو، لیکن اللہ خوش ہے تو کیا ہوا۔ آپ کے لیے اللہ کی رضامندی بہتر ہے یا لوگوں کی خوشنودی! لوگ صحیح کہتے ہیں کہ جب اس عظیم بلا سے نجات مل جائے تو پھر دنیا سے لازمی طور پر کنارہ کشی اختیار کرلیں نہ کہ اس میں رہنے کے لیے درخواست کریں۔

اے بھائی!

عاشق کو کہاں اتنی طاقت کہ وہ حیران اور بے خود ہو کر سوال کرے کہ وہ معشوق کے درجہ تک کیسے پہنچے گا۔ چاہنے سے کیا ہوتا ہے وہی ہوتا ہے جو اللہ چاہتا ہے۔ اللہ چاہے تو کامل کر دے۔ سب کہتے ہیں کہ اللہ غلط نہیں کرتا اور کامل سے بھی غلطی نہیں ہوتی، مگر اعادہ کرتا ہے۔ ممکن ہے آپ کے دل میں یہ خیال آئے کہ دونوں ایک ہی ہے۔ چاہنے سے کوئی فائدہ نہیں۔ نفس زندہ ہے اور نفس کی پیروی کرنے والے بھی ہیں۔ جو کچھ میں چاہوں گا اللہ تعالیٰ کر دے گا۔ بندہ، مولا ہو جائے گا اور مولا بندہ۔ یہ عقل کے خلاف بات ہے۔

کس قسم کے عشق و محبت میں لوگ ناز کرتے ہیں، نہیں کرنا چاہیے۔ دل کو آپ کہاں لگائے ہوئے ہیں۔ ہم نے خدا کا کون سا کام کیا ہے اور کون سا کام کر رہے ہیں سب لوگ آرام اور اطمینان سے ہیں۔ کسی پر فرض نہیں ہے۔ سب لوگ اپنی مرضی کے مالک ہیں۔ جو کچھ میں چاہتا ہوں وہ دیدے گا یا کر دے گا۔

سبحان اللہ! کیا بندگی ہے کہ بندگی میں خداوندی کر رہے ہیں۔ بندہ کیا جواب لکھے۔

اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ بابا! اولیا کا منظور نظر ہونا آسان ہے۔ جو فقیر نہیں ہوا ہے، وہ بزرگ ہو جاتا ہے! بندہ ہونا مشکل ہے۔ اس سے زیادہ مشکل میں نے تو نہ دیکھا اور نہ سنا۔ سب لوگ دعوی کرتے ہیں کہ ہم بندہ ہیں۔

شاید کوئی ہو۔ دوستوں کے ساتھ یہ کیسی دوستی رکھتے ہیں، مجھے معلوم ہے۔ یہ لوگ خوب دوستی کرتے ہیں۔ بچپن سے ہمارے ساتھ محبت رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس میں مزید اضافہ فرمائے۔ اللہ تعالیٰ سے ہی محبت ہونی چاہیے۔ اس لیے کہ کل قیامت کے دن کوئی اور کام نہ آئے گا۔ مجھے نہیں معلوم کہ وہ کیا چاہتا ہے اور لوگوں کے ساتھ اس کا جو معاملہ رہا ہے اس کو دیکھتے ہوئے خوف محسوس ہوتا ہے۔ اب تو طعام بھی اچھا نہیں لگتا۔ خدا کی قسم میں دن رات میں اب کبھی نہیں کھاتا۔

والدعا۔

مکتوب:68

میرے عزیز!

اللہ کے حکم سے سرکشی نہ کریں کہ دین، ایمان اور توبہ سب سے بڑی نعمت ہے۔ ایک روز قطب الدین (بختیار کاکیؒ) کو خواجہ (غریب نوازؒ) نے یاد فرمایا۔ قطب الدین، نماز میں مصروف تھے اس لیے جواب نہ دے سکے۔ اس وقت فقرا نے قطب الدینؒ کو 'بے پیر' کہا کہ نماز کی قضا تو ہوسکتی ہے، لیکن پیر کے حکم کی قضا نہیں ہے۔ صاحب! ہمیشہ ڈرتے رہیں، تمام چیزیں حاصل ہو جائیں گی۔

یہاں آنے کا مشورہ نہیں دیا جاتا اس لیے کہ ہمارے اور آپ کے درمیان کوئی نہیں ہے۔ صرف باتیں بنانے اور دوسروں پر اعتبار کرنے سے کچھ بھی نہیں ہوگا۔ باقی عمر کو اللہ کی یاد میں بسر کرنا چاہیے تاکہ غیر کے لیے کوئی راستہ نہ ملے۔ اگر چہ اہل وعیال کی فکر اور والدین کی محبت سے منع نہیں کیا گیا ہے، لیکن خدا کی محبت پر ان کو غالب نہیں ہونا چاہیے۔ حالانکہ میں ان سے الگ ہونے کے لیے نہیں کہہ رہا ہوں، میرا مطلب یہ ہے کہ دل میں صرف یہی لوگ

مستقل جگہ نہ بنالیں اور ہمارا کیا ارادہ ہے، اس کے بارے میں ہم پھر لکھیں گے۔ہم کنارے ہیں نہ کوئی سامنے آتا ہےاور نہ کسی کو دل میں جگہ ملتی ہے۔سنت یہ ہے کہ جہاں آپ رہتے ہوں، رہیں آپ کا مدفن بھی ہو۔

باقی اللہ کی جو مرضی۔

مکتوب:69

حسن دوست کو دعا پہنچے۔

ماعرفناک حق معرفتک و ماعبدناک حق عبادتک

(اے رب ہم نے کما حقہ تجھ کو پہچانا ہی نہیں اور نہ ہی تیری کما حقہ عبادت کی)

مخبر صادق ﷺ کا یہ قول بالکل صحیح ہے کہ بندہ ہونا مشکل ہے۔اس کے بندے اور اس کے رسولؐ سے یہ کلام سن کر اولیا اللہ کا پِتہ پانی ہوگیا بھلا میری کیا مجال کہ میں دَم ماروں۔اگر نہ کہوں تو پھر کیا کروں

فاذکرونی اذکرکم

(تم میرا ذکر کرو میں تمہارا ذکر کروں گا)

اتنا زیادہ ذکر کیا جائے کہ مذکور ہو جائے۔ پہلے خیال ہوتا ہے اس کے بعد صفات کا درجہ آتا ہے پھر ذات کا مرتبہ آتا ہے۔

انّ اللّٰہ علی کل شیئ محیط

(اللہ تعالیٰ ہر چیز کو گھیرنے والا ہے)

محیط اور محاط تو اپنی سمجھ میں نہیں آتا لیکن جب تک اس کو دیکھنے کا تعلق ہے تو اس

سلسلے میں تصوف کا دعویٰ کرنے والے کہتے ہیں:

ہرچہ از دیوانہ آید در وجود
عفو فرمایند بر دیوانہ زود

(کسی دیوانے سے کوئی چیز ظہور میں آئے تو اس کو فوراً معاف فرمادیں)

اس کے لیے اجازت ہے اور اس کی باتوں کو دیوانگی پر ہی محمول کرنا چاہیے۔ اس دنیا میں یا اُس دنیا میں اس کو دیکھنا ممکن ہی نہیں۔ واجب الوجود کا دعویٰ ممنوع ہے۔ یہ نعمت یا تو عدم میں میسر ہوگی یا پھر قدم میں۔ اللہ نے محمد ﷺ سے خود کہا:

قل الرّوح من امر ربّی

(اے نبی ﷺ آپ فرمادیجئے کہ روح میرے رب کے حکم سے ہے)

ورنہ عوام کو تسکین دینا بہت مشکل تھا۔ اہل کشف، خوب سمجھتے ہیں۔ جو کہتے ہیں دیدہ کہتے ہیں:

ادعونی استجب لکم

یعنی جو کچھ میں سنوں گا، قبول کرلوں گا۔ جو کچھ آپ چاہتے ہیں میں دوں گا۔

ناممکن چیزوں کی طلب نہیں کرنی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ ممکنات پر قدرت رکھتا ہے نہ کہ محالات پر۔ رات اور دن کو وہ چاہے تو یکجا کردے وہ چاہے تو اپنی طرح پیدا کرے یا نہ کرے۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرح صدق حاصل ہو

جائے گا تب نماز پڑھوں گا، یہ غلط ہے۔ نماز ہر حال میں پڑھنی چاہیے۔

توبہ کرے اور ہر فرض نماز کے بعد سو بار استغفار پڑھے اور پیران و مرشدان کے اعراس میں حاضری کو نماز ہی کی طرح فرض سمجھے کہ عاشقوں پر اعراس میں حاضری فرض کے درجہ میں ہے۔ اس سلسلے میں کوئی بہانہ نہیں کرنا چاہیے۔

مکتوب:70

فقیر اگر حج نہیں کرے یہاں تک کہ نماز بھی نہ پڑھے تو بھی اس پر تنقید نہیں کرنی چاہیے۔آخر کیا وجہ ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اہل وعیال کو چھوڑ کر محمد ﷺ کے ساتھ روانہ ہو گئے اور حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کس سبب سے نہیں گئے۔عرفا اس کا سبب جانتے ہیں۔فرض کے سلسلے میں بعض لوگوں نے لکھا ہے کہ ارادت ہونی چاہیے،صدق ہونا چاہیے اور محبت ہونی چاہیے، اگر یہ سب چیزیں نہیں ہوں گی تو پھر کیسا آرام اور کیسا چین۔(اور اگر یہ تینوں صفت موجود ہے تو حضور اور دور ایک ہے۔)

جب میں حضور میں ہو تو حضوری اور دوری ایک ہی چیز ہے۔

شعر یاد آیا :

پیر یکه نه غائب ونه دور است
پیر انکه همیشه در حضور است
(پیر وہ ہے جس کے حضور میں ہمیشگی ہے وہ نہ تو کبھی غائب ہوتا ہے اور نہ دور)

مکتوب: 71

حسن دوست کو دعا پہنچے۔

شیخ تصور الہ کو تبرک کہتے ہیں:

قطرۂ آب رحمتِ تو بس است

شستنِ نامۂ سیاہ مرا

(تیری رحمت کا ایک قطرہ میرے گناہوں کو دھونے کے لیے کافی ہے)

یارب من له الدنیا و الاخره الهی ارحم علی من لیس له الدنیاء و الاخرة

(اے دنیا و آخرت کے مالک اس پر رحم فرما جو نہ دنیا مالک ہے اور نہ آخرت کا)

اس کے عشق و محبت میں کوئی دخل نہیں ہے۔ یہ آمد کی طرح ہوتا ہے۔ دوست اگر پتھر مارتا ہے تو ہم کو تکلیف ہوتی ہے اور اگر پھول پھینکتا ہے تو ہم خوش ہوتے ہیں۔ پھر عشق اور محبت کہاں رہی۔ محبت کا مطلب تو یہ ہے کہ دوست کی جانب سے جو کچھ بھی آئے، ہم خوش ہوں۔ ایک مصرع یاد آیا:

من عاشق به معشوق مزاحم چه تواں کرد

(میں عاشق ہوں تو معشوق کے ساتھ مزاحمت کس طرح کر سکتا ہوں)

حریفاں بادہ ھا خوردند و رفتند

تہی خم خانہا کردند و رفتند

(ہم پیشہ لوگوں نے شراب پی اور رخصت ہوگئے۔شراب
خانوں کوخالی کیااورروانہ ہوگئے۔)

دعامانگئے ''اللہ سچی محبت عطافرمائیں''۔

مکتوب:72

میرے عزیز!

فنا فی الشیخ ہوگئے شیخ کے تصرفات کو بھی اپنے اندر محسوس کیا۔ دوسروں نے بھی یہ دیکھا۔لیکن ابھی مزید جاننا باقی ہے،وہ کہتے ہیں کہ ہم حصول مقصد میں کامیاب ہوگئے لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ نہیں ہوئے۔ جب وہ فنا فی الرّسولؐ ہوگئے تو رسول اللہ ﷺ کی ظاہری سطح تک پہنچے جیسے کہ پیشاب اور پسینہ اور خوشبو پیدا ہوگئی۔ دوسروں کو معلوم ہوگیا۔

پہلے توحید کا خیال آتا ہے۔اس کے بعد صفات کا اس کے بعد ذاتی طور پر روح کو دیکھنے کا معاملہ آتا ہے۔لوگ کہتے ہیں کہ روح نے روح کو دیکھا۔آپ کے ساتھ بھی لوگوں نے دیکھا۔لیکن ابھی مزید جاننا باقی ہے۔ میں نے خود ہی، خود کو سجدہ کیا۔ کس نے کس کو سجدہ کیا۔ درمیان میں کون تھا۔صحیح بات کیسے بیان کی جائے۔ یہ حال نہیں ہوتا ہے مقام ہو جاتا ہے۔لیکن اس مقام سے گذر جانا چاہیے۔لوگوں کو خبر ہوئی کہ منصورؒ کو پھانسی دیدی گئی،منصورؒ کو بھی اس کی خبر تھی۔ سلطان العارفینؒ کی انگلیوں کو،لوگوں نے کاٹ لیا،تمام لوگوں کی انگلیاں کٹ گئیں۔سب لوگوں کے دل نے دیکھا۔ اللہ کہتا تھا کہ لوگوں نے دیکھا، اس کو

اطلاع نہیں تھی۔ میر ابو العلا قدس سرہ کے سامنے ایک شیر آ گیا آپ نے اس کی گردن کو پکڑ کر فرمایا:

بہ ہر رنگی کہ خواہی جامہ در پوش
کہ من آن جلوۂ قدمی شناسم

(جس رنگ کے کپڑے چاہو پہن لو میں اس قد و قامت کا جلوہ پہچانتا ہوں)

ایک بار اژدہا آ گیا۔ آپ نے اس کی گردن کو پکڑ کر یہی فرمایا۔ ہمارے مرشد کے سامنے لوگوں نے سید حسن رضا کے عروج و ترقی کا احوال دریافت کیا تو آپ پر کیفیت طاری ہو گئی۔ لوگ فقیر کے سامنے آئے۔ وہی کیفیت ہو گئی۔

مکتوب:73

میرے عزیز!

محبت وعشق کے جذبات بھی خلقی ہیں جن لوگوں کو یہ حاصل نہیں ہے آج اگر وہ چاہیں گے تو بھی ان کو نہیں ملے گا۔

بہت سے لوگ جو رسول اللہ ﷺ کے پاس لائے جاتے تھے، فوراً ایمان لے آتے تھے۔ لیکن کچھ لوگ نہیں بھی لاتے تھے۔ درحقیقت یہ بہت ہی خوف اور اندیشہ کا مقام ہے۔ مجھے نہیں معلوم کہ اس کی بے نیازی کے دیار میں میری بشریت کہاں تک کامیاب ہوگی۔ اس کی مرضی کیا ہے، یہ وہی جانتا ہے اور اس نے نہیں چاہا کہ ہم کو اس سلسلے میں کچھ بتائے۔ خواہ مخواہ میں کیوں چاہوں گا کہ ہم پر الزام آئے۔

دوست اچھا کہے یا برا کہے، مجھے بہر حال خوشی ہے۔ یار دعا دے یا برا بھلا کہے دونوں اسی کے لب سے ہے۔ دوست پھول پھینکے یا پتھر مارے دونوں دوست ہی کے ہاتھ سے ہے۔

تمام لوگ جنت میں جائیں گے اور ہم جہنم میں۔ اس لیے کہ ہم نے

حضرت آدمؑ کو سجدہ نہیں کیا۔ میں اس پر نازاں ہوں کہ ہم نے غیر کو سجدہ نہیں کیا جبکہ ہونا یہ چاہیے کہ دوست جہاں بھی لے جائے، اسی میں خوش رہیں۔ دوست چاہے تو پورے عالم پر رحمت فرمائے اور مجھ پر قہر۔ یہ دونوں صفات اس کی ہیں وہ جس صفت کو جہاں چاہے استعمال کرے۔

والدعا۔

مکتوب: 74

فرمانبرداری اگر ناگوار ہے تو پھر غلامی کریں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے نبوت کے شرف کے باوجود بکریوں کو چرایا ہے۔ اور محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام نے باغ کو سیراب کیا ہے۔ انسان کے لیے کھانا پینا تو لازمی ہے۔ اب اس کے لیے تجارت کرے یا پھر گدائی کرے یا پھر چوری کرے۔ لیکن اس کا یقین ہے کہ اللہ رازق ہے۔ کسی نے کسی کی فرمانبرداری کی اس کے باوجود کہ خود اس نے منع کر دیا تھا لا تسجد لغیری (میرے (اللہ) علاوہ غیر کو سجدہ نہ کر) مردود کر دیا۔ دیوانے سے تو مطلب نہیں ہے لیکن عقل والوں کے لیے اس میں خوف ہے۔ دیوانوں کا تو یہ معاملہ ہے کہ وہ جو بھی کہے اس پر دھیان ہی نہیں دینا چاہیے۔

اے بھائی:

عجب نامی کہ یک نامی ندارد
بہر نامی کہ خوانی سربر آرد

(وہ عجیب نام ہے جو ایک بھی نام نہیں رکھتا ہے اس کو جس نام سے بھی پکارو، وہ سامنے آجاتا ہے۔)

ﷲ کی کارکردگی سمجھ میں آنے والی بات نہیں ہے۔ہم لوگ سمجھتے ہیں کہ ہم لوگ کرر ہے ہیں، لیکن یہ ﷲ تعالیٰ کرتا ہے اور وہی کراتا ہے۔اس میں ہمارا کوئی کردار نہیں ہے۔رسم و رواج اور نام و نمود سے گذر جانا چاہیے۔اس سلسلے میں شعر پسند آیا:

کردۂ جامیؔ مسکیں در عشق اسم و رسم خویش
آفرین بادا برین رسمے کہ پیدا کردۂ
(جامیؔ تم نے عشق میں اپنے خودساختہ رسم و رواج کو اختیار کرلیا۔مبارکباد اس رسم کے لئے جو تو نے پیدا کرلی ہے۔)

جب ﷲ تعالیٰ کی عنایت ہو تو سمجھیں کہ مقصود حاصل ہوجائے گا۔

مکتوب:75

میرے عزیز سلمہٗ!

بندہ اللہ کے سامنے اپنی خواہش کی درخواست کرے تو اس کا مقصد حاصل ہوگا۔ وہ جو بھی چاہے گا فوراً ہوگا۔ اللہ ہونا تو ممکن نہیں اور بندہ کو ایسی درخواست بھی نہیں کرنی چاہیے۔ چاروں عناصر کا وجود، ایک ہی طریقہ پر کیسے ہوگا۔ اللہ تعالیٰ بھی ایک حال پر نہیں ہے۔ ایک بزرگ نے خوب کہا ہے:

بیزارم ازاں کہنہ خدائی کہ تو داری
ہر لحظہ مرا تازہ خدائی دگر است

(میں اُس پرانے خدا سے بیزار ہوں جو تم رکھتے ہو، میرے
لئے تو ہر لمحہ ایک دوسرا ہی نیا خدا ہے۔)

فائدہ:

ما درون دوست ما در دوستم
مغز جانم اوست ما چوں پوستم

(ہم لوگ اپنے دوست کے باطن میں ہیں۔ میری روح کا
مغز تو وہی ہے، ہم لوگ تو صرف چھلکے کی مانند ہیں۔)

حضرت بایزید بسطامیؒ نے کہا۔

سبحانی ما اعظم شانی

(پاک ہے میری ذات، میری شان کیا ہی بلند ہے)

لوگوں نے چاہا کہ آپ کا سر قلم کر دیں۔ فرمایا کہ اگر تم لوگ میرا سر قلم کرو گے تو تمام عالم کا سر قلم ہو جائے گا۔ چنانچہ انہوں نے اپنی انگلی کاٹ لی تو تمام لوگوں کی انگلیاں کٹ گئیں۔ منصور کو لوگوں نے قتل کر دیا کچھ بھی نہیں ہوا۔ اس کا کیا سبب ہے۔ کون سچا ہے اور کون جھوٹا؟

مکتوب: 76

میرے عزیز سلمہ!

عقیدت ،ارادت اور عنایت تین چیزیں ہیں ۔اللہ نے محمد ﷺ اور ابولہب دونوں کو،ایک ہی گھر میں پیدا کیا۔ایک نبی اور دوسرا کافر۔اس کا کیا سبب ہے؟ جو کچھ وہ یہاں لاتا ہے پھر اُسے واپس لے جاتا ہے۔حضرت ابراہیم علیہ السلام آگ میں ڈالے گئے لیکن نہیں جلے۔اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام دریائے نیل میں غرق نہیں ہوئے۔اس کا کیا سبب ہے؟ محمد ﷺ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے عقیدت ابوطالب کے کچھ کام نہ آئی اور ایمان لانا ضروری ٹھہرا۔

کیوں؟

مکتوب: 77

حسن دوست ایک بات دریافت کرتے ہیں۔ علماء ومشائخ کا مسئلہ ہے کہ واجب ممکن نہیں ہوتا ہے۔ میں نے قبول کیا۔ پھر ممکن کیسے ہوگیا؟ ممکن واجب نہیں ہوتا ہے۔ ممکن ہے۔ واجب ہونا، ناممکن ہے۔

جبروتی لباس پہنا۔ پھر لاہوتی لباس پہنا۔ پھر اس کو بھی ترک کر دیا۔ لطیف، 'لطیف اللطیف' ہوگیا۔ پھر اس سے بھی آگے بڑھا۔ علم معلوم دونوں ہوگیا۔

پھر کیا ہوا؟

مجھے نہیں معلوم پھر کیا ہوا۔

سمیع، علیم بصیر اور قادر، لیکن یہ سب اس کی صفات ہیں نہ کہ ذات۔ جہاں سے ذات کا آغاز ہوتا ہے۔ تو یہ ساری چیزیں پیچھے چھوٹ جاتی ہیں۔ اس میں بھی بحث ہے۔ اہل استغراق لکھتے ہیں کہ استغراق کی علامت یہ ہے کہ آدمی کو استغراق کی بھی خبر نہ ہو۔ اہل شریعت، اس سلسلے میں یہ دلیل دیتے ہیں کہ:

علم احمد بود از تعلیم غیب

(احمد ﷺ کا علم غیب کی تعلیم سے تھا۔)

ان کا علم کتابی علم نہیں تھا۔ جب تک دین و دنیا سے قدم باہر نہیں نکالیں گے اور ہستی و نیستی سے گذر کر دوسرا راستہ اختیار نہیں کریں گے، منزل تک نہیں پہنچیں گے۔ یہ چیز عدم سے حاصل ہوتی ہے یا قدم سے۔

مکتوب:78

حسن دوست کوسلام و دعا پہنچے۔

ہر وقت عبادت گذار اور شکر گذار رہیں۔ اطاعت و فرمانبرداری میں مشغول رہیں۔ جو کچھ دوست کی طرف سے آئے، اس کو دل و جان سے قبول کریں۔ پھول ہو یا پتھر یا اچھے الفاظ ہوں یا برے الفاظ دوست کی زبان سے جو کچھ ملے اس پر خوش رہیں۔ میں عرض کرتا ہوں کہ میرا اس راستے میں کوئی گذر نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ جس کو یہ نعمت عطا کرتا ہے، وہ اس کا بندہ اور اس کا رسول ہے۔ اللہ نے یہ فرمایا تو لوگوں کی کمر ٹوٹ گئی اور دل پانی ہوگیا۔ اللہ کے ارادے کی خبر نہ تو نبی ﷺ کو ہے اور نہ ولی کو۔ ہماری کیا حیثیت ہے۔ اگر دل سے ہم غم کو باہر نکال دیں تو خدا کی قسم، دنیا تاریک ہوجائے گی اور چاند گہن میں آجائے گا:

آسماں بار امانت نتوانست کشید

قُرعہ فال بنام من دیوانہ زدند

(آسمان امانت کے اس بوجھ کونہیں اٹھاسکا۔ تو فال مجھ دیوانے کے نام نکلا)

فسجدوا (سجدہ کرو) فرمایا۔ تمام فرشتوں نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے۔ سب نے اس پر لعنت بھیجی۔ شقاوت کا کمبل وہ اپنے کاندھے پر رکھتا ہے۔

عاشق کو ایسا ہی ہونا چاہیے :

ماہ رویا عشق تو گر کافر یست
این چنین صد کافری دین منست

(اے ماہ رو! اگر تیرا عشق کافری ہے تو ایسی کافری ہی میرا دین و مذہب ہے)

اے محبت کرنے والے اور اے میرے دلدار! عشق نایاب ہے اور محبت کمیاب ہے۔ ظاہر ہے حضرت اویس قرنیؒ کی ملاقات نبی ﷺ سے نہیں ہوئی۔ لیکن ان کو فائدہ وہی ہوا جو آپ ﷺ سے ملاقات کرنے والے اصحاب کو ہوا تھا۔ لیکن یہاں فائدہ نہیں ہوتا ہے تو اس کی وجہ بھی ظاہر ہے کیا کریں۔ یہ چند حروف جو ہم کہتے ہیں یا لکھتے ہیں، قول رسول ﷺ **ما علینا الا بلاغ المبین** (ہم تو صرف کھلم کھلا احکام پہنچانے کے مکلّف ہیں) پر پہنچ کر ختم ہو جاتا ہے۔

کس کو کس کے روداد کی خبر تھی۔ ہونی تو ہو کر رہتی ہے۔ کسی کی نصیحت کون قبول کرتا ہے۔ اس کے باوجود اگر اس قسم کی ارادتِ نفس حاصل ہو جاتی ہے، ہزار شکر ہے۔ فقیر نے اپنے اور اپنے فرزندوں (مریدوں) پر ممنوع کیا تھا، آپ کو معلوم ہوا ہوگا۔ شریعت نے اجازت نہیں دی کہ میں کہوں۔ میں نے لکھا تھا کہ اس طرح نہیں رہا اور اُس طرح بھی نہیں رہے گا۔ وہی ہوا۔ آپ نے دیکھا یا نہیں۔ جیسے کہنا چاہیے ویسے کرنا چاہیے۔ لوگ کہتے ہیں لیکن کرتے نہیں۔ شرم آتی ہے۔

مکتوب:79

میرے عزیز!

عنایت اور توجہ اگر کسی سبب سے ہے تو بہتر ہے کہ نہیں رہے (رب تعالیٰ فرماتا ہے)، جس کو میں چاہتا ہوں بے سبب دیتا ہوں۔ حرام کو، حلق میں حلال سے بدل دیتا ہوں۔ اسی طرح گناہوں کو نیکیوں سے بدل دیتا ہوں۔ اس کا سبب مت پوچھو کہ اس کی بخشش بے سبب ہوتی ہے۔ مظہر نے کوئی حرام چیز منہ میں رکھ لی ہے یہ اچھا نہیں ہوا پریشانی پیدا ہوگی۔ وہ کہتا ہے کہ اس نے خود نہیں کھایا ہے۔ ابھی تک حلال وحرام میں فرق کرنا نہیں جانتا ہے اور نہ پہچانتا ہے۔ وہ اس مقام تک نہیں پہنچا ہے کہ دونوں میں امتیاز کرے۔ اس کو، اس مقام کی خبر ہی نہیں ہے۔

محبت وعشق اور ارادت، اللہ جو بھی عطا فرمائے، معلوم کریں راہِ سلوک کے راہی کو بغیر اجازت کے اسماء الٰہی نہیں پڑھنا چاہیے۔ اگر قبولیت ہوگی تو صفاتِ الٰہی اس پر کھل جائیں گی اور اس کی زبان سے جو بھی نکلے گا، وہ ہو جائے گا۔ اس لئے کہ یہ فانی ہے اور اللہ باقی ہے۔ اللہ جو بھی چاہے گا وہ ہو جائے گا۔ فقیر بیچ میں کہیں نہیں ہے۔ لیکن اس کو کچھ خبر نہیں ہے۔ اس سے بھی زیادہ ہو

جائے گا لیکن یہ صرف تخئیل میں نہ ہو۔

ایک روز شاہ محمد فاضل مرحوم (مرید ومجاز حضرت مخدوم منعم پاکؒ) وفقیر، مسجد (جامع مسجد حضرت ملا میتن کا تہ خانہ) میں مراقب تھے۔ شاہ فاضل نے فرمایا تم کو تاج العارفین کا خطاب ملا ہے۔ فقیر نے کہا کہ میں نے آپ کو دیا۔ مجھ کو اس خطاب سے کیا مطلب! میں نے حضرت سے عرض کیا کہ مریدوں کو منع فرمائیں کہ وہ شاہ محمد فاضل کے ساتھ مراقبہ نہ کریں ورنہ سب لوگ غرور میں مبتلا ہو جائیں گے۔ جو کچھ دیکھا جاتا ہے وہ خیال میں نہ آئے۔ یاد رہے، یہ تمام باتیں علم نہیں ہیں۔ علم تو ایک بلا ہے۔

مخدوم شاہ احمد (تاج) فقیہ نے اس ملک (بہار و اطراف) کو اپنے دونوں لڑکوں (شیخ اسرائیل و شیخ اسمٰعیل) کو (تبلیغ و دعوت) کی غرض سے دے دیا۔ تیسرے لڑکے سے کہا کہ تم کو دونوں ملک (جنوبی بہار) اور دریا پار (شمالی بہار) میں اختیار رہے۔

مکتوب:80

میرے فرزند! دعا پہنچے۔

وہ معاملہ جو آپ کو پیش آیا، پہلے کے اعمال کی سزا تھی۔ شکر ادا کیجئے کہ پیران کی مدد سے نجات ہوگئی۔

آپ کے اوپر قرض ہے۔ یہ ہمارے لئے تکلیف کی بات ہے۔ پیران نے بھی اپنے پیروں کی خوب خدمت کی ہے۔ اللہ تعالیٰ حیات میں برکت عطا فرمائے اور قرض سے نجات بخشے۔ مشتبہ چیز حرام کے قریب ہے۔ بعض بزرگوں کے خدام نمک قرض لے کر کھانے میں ڈال دیتے تھے۔ جب کھانا سامنے آتا تھا تو وہ لوگ ہاتھ بھی نہیں لگاتے تھے، اس وقت تک نہیں کھاتے تھے جب تک قرض سے نجات نہیں مل جاتی تھی۔ عقل والوں کے لیے اشارہ کافی ہے۔ اللہ کی جو مرضی۔

وما علینا الا البلاغ

(ہمارے اوپر تو صرف پہنچانا ہے)

مکتوب کا طریقہ دوئی چاہتا ہے

پیر یکہ نہ غائب ونہ دور است

پیر انکہ ہمیشہ در حضور است

(وہ پیرومرشد ہمیشہ حضوری میں ہوتے ہیں جو نہ غائب ہیں اور نہ دور ہیں)

اللہ تعالیٰ اس مرتبہ تک پہنچا دے گا کہ خود ہی معلوم ہو جائے گا۔ دنیا، ماضی، حال اور مستقبل کی قید میں گرفتار ہے۔ دنیا والے دین و دنیا کے طالب ہیں، اللہ تعالیٰ دونوں عالم اور ہستی و نیستی کے قید سے آزاد رکھے۔ ہر ایک پر فضل فرمائے، یاد رہے دین و دنیا سے قدم باہر رکھنا چاہیے اور دوسرا راستہ اختیار کرنا چاہیے۔ عاشق اور طالب کی شان ہی کچھ اور ہے۔ جس جگہ وہ ہے، وہاں کچھ بھی نہیں ہے۔

والدعا۔

مکتوب:81

شاہ حسن دوست کہتے ہیں۔ بزرگان سابق اور عاشقان صادق اپنی ذات سے گذر کر دنیا و دین سے نجات حاصل کر چکے تھے۔ پہاڑ اور جنگل ان کا مقام تھا۔ طالب دین سے بھی کم ملاقات کرتے تھے۔ ہم لوگ تو دنیا داروں سے ملاقات کو معراج سمجھتے ہیں۔ دین کو برباد کرنے کا نتیجہ سوائے رنج اور تکلیف کے کچھ بھی نہیں ہے۔ اللہ سے دوری ہو جاتی ہے۔ ہر شخص کو اچھا لباس، اچھا کھانا چاہیے۔ بیوی چاہیے، بیٹا چاہیے، ملک و مال چاہیے۔ یہ سب ایسے امراض ہیں۔ جس سے زندگی کمزور ہو جاتی ہے۔ اس کے باوجود اگر کمال حاصل ہو جائے تو بھی میں بندہ ہی رہوں گا۔ جو خدمت کرے گا، وہی مخدوم ہوگا۔ طالب ہیں تو مرشد سے عرض کریں۔ جو کچھ گذرتا ہے، اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔

ایک روز مولوی عبدالمغنی صاحب، روزہ کی حالت میں، تنہا پیدل پھلواری سے تشریف لائے اور یہ ظاہر کیا کہ جو خط ڈاک سے واپس آیا ہے، وہ وہاں نہیں ہے۔ بھائیوں میں سے ایک کا خط ہمراہ تھا وہ ملا لیکن اس میں مولوی نثار علی کا نام نہیں ہے۔ اس کی ماں رو رہی ہے۔

میں نے کہا خیریت ہے، دوپہر میں آپ آرہے ہیں۔ کہنے لگے حضرت مجھے سخت صدمہ ہے۔ اس کی ماں کو میں کیا جواب دوں گا۔ میں نے کہا، مولوی وہ تمہارا فرزند ہے یا ہمارا۔ کہا خدا گواہ ہے وہ فرزند آپ کا ہے۔ میں نے کہا تو پھر تم کو صدمہ کیوں ہے۔ اس کی ماں کیا پوچھتی ہے۔

دو گھڑی کے بعد مولوی نثار علی آئے اور پابوسی کی۔ انہیں تیز بخار تھا۔ انہوں نے کہا کہ میں نے ارادہ کیا تھا اور میرے دل میں تھا کہ دوپہر ہوگئی ہے، حضرت نے کھانا کھالیا ہوگا، میں حضرت کا جوٹھا کھالوں گا۔ میں نے کہا کہ گذشتہ رات میں نے کھانا کھایا تھا اس کے بعد سے اب تک کچھ نہیں کھایا ہے۔ پھر ان پر لرزہ طاری ہوگیا اور بخار مزید شدید ہوگیا۔ اس اثنا میں کریم بخش کھانا لائے۔ مُرغ اور خشکہ تھا۔ ہم نے کھایا اور مولوی بھی کھانے میں شریک ہوئے۔ ایک ساعت گذر گئی تو انہوں نے کہا کہ گھر جاؤں گا۔ پھر وہ روانہ ہوگئے۔

یہ مصیبت یہ لوگ اختیار کرتے ہیں اور دوسروں سے تصرف اور خرق عادت کی امید رکھتے ہیں۔ میں بڑھا ہوا اب آپ یہ کام کیجیے، میں اپنی جگہ پر رہوں گا۔ جوانوں کو یہ کام کرنا چاہیے۔ مجھ پر بڑھاپے کی کمزوری ہے، پاؤں میں طاقت نہیں ہے، دانت گرنے لگے ہیں اور آنکھوں کی روشنی بھی کم ہونے لگی ہے۔

والدعا۔

مکتوب:82

بابا جان!

فقیری کا مطلب خدائی کرنا ہے۔ یہ نعمت یا تو عدم میں ہے یا قدم میں۔ سعی اور کوشش سے یہ چیز حاصل نہیں ہوتی۔ آپ غور فرمائیں۔ غائب کو وہ عطا کر دیتا ہے۔ خدا حاضر ہے۔ اور عقل کم ہے۔ فقیری، خدا کے دیدار سے عبارت ہے اور یہ ناممکن ہے۔ دیدار کا مطلب، بے خود ہو جانا ہے:

ھر کہ از خود میرود واللہ مولیٰ میشود

(جو شخص خود سے گذر جاتا ہے، خدا کی قسم وہ مولا ہو جاتا ہے)

قرآن مجید میں آیا ہے کہ اللہ کا دیدار ہوگا اور تمام بزرگوں نے بھی لکھا ہے۔ یہ بات حالانکہ عقل میں نہیں آتی۔ جب بھی آفتاب طلوع ہوتا ہے، ستارے غائب ہوتے ہیں۔ جب بھی وہ جلوہ نما ہوگا، تمام چیزیں فنا ہو جائیں گی، کون دیکھے گا اور کس کو دیکھے گا۔ مگر جیسا کہ وہ ہے، وہ ہونا چاہیے۔ لباس فانی کے ساتھ یہ نہ ہوا ہے اور نہ ہوگا۔ جیسا کہ فرمایا ہے:

موتو قبل ان تموتوا

(اس کے پہلے کہ تم پر موت طاری ہو جائے خود پر موتِ اختیاری طاری کرلو)

جب تک کہ یہ ہستی باقی ہے۔

لباس ہستی خود را کسے کہ پارہ کند
سزد کہ نور جمال ترا نظارہ کند

(جو شخص اپنی ہستی کے لباس کو چاک کر دے گا، وہی اس لائق ہے کہ تیرے جمال کا نظارہ کرے)

آپ، اس کو عقل سے دریافت کرنا چاہتے ہیں یہ ممکن نہیں:

کہ کس نکشود و نکشاد بحکمت این معمّا را

(کہ کسی نے عقل و حکمت سے اس گرہ کو نہ کھولا ہے اور نہ کھولے گا)

مرد این رہ را نشان دیگر است

(اس راستے کے مرد کی علامت ہی کچھ اور ہے)

یا رب من له الدنیا و الا خره ارحم محای من لیس له الدنیا و الاخره

(اے دنیا اور آخرت کے مالک اس پر رحم فرما جو نہ دنیا کا مالک ہے اور نہ آخرت کا)

اگر اللہ کی طلب ہے تو پھر فقیر، اللہ کے علاوہ کسی اور چیز پر کیسے نگاہ کرے گا۔ علما اور فقرا دنیا کی تلاش میں اِدھر اُدھر بھٹکتے ہیں بندہ کہاں رہے۔ فقیری کی رسم صرف رہ گئی ہے:

گر ہر دو جہان دہند مارا گر وصل تو نیست بینوائیم

(اگر دونوں جہان بھی ہم کو عنایت فرما دے۔ مگر تیرا وصال میسر نہیں تو پھر میں فقیر بے نوا ہوں)

رسول اللہ ﷺ معراج میں تشریف لے گئے جنت کو اللہ ﷻ نے حکم دیا کہ خود کو سجائے سنوارے۔ اس نے سجایا سنوارا، آپ ﷺ سیدھے بائیں طرف تشریف لائے اور اس کی طرف نگاہ بھی نہیں کیا۔ جنت نے کہا، دنیا میری طلب گار ہے اور آپ میری طرف نگاہ بھی نہیں کرتے۔ حضرت ﷺ نے فرمایا میں خدا کا طلب گار ہوں، تجھ کو تو خود بقا حاصل نہیں ہے۔ جو بھی **لا الہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ** کہے گا وہ تجھ کو حاصل کر لے گا۔

والدعا۔

مکتوب:83

میرے عزیز سلمہ!

دعا کے بعد عرض ہے کہ تقریباً دو ماہ سے کوئی خط نہیں آیا۔ حالانکہ مولوی عماد الدین صاحب ملاقات کر کے آئے ہیں۔ معلوم ہوا کہ اس کو لوگوں نے ناراضگی پر قیاس کیا ہے۔ ہم نے بھی فرض کرلیا۔ بھلا آپ کے حق میں ہماری ناراضگی کیسے ہوسکتی ہے۔ کوئی اپنے فرزندوں سے ناراض ہوتا ہے۔ یہ کون سی قسم ہوئی۔ آپ کو آگاہ کرنے اور تعلیم دینے کے لیے لکھا گیا کہ آپ جس چیز کے طلبگار رہیں، اس نوعیت کا تصرف کرنا گویا خرق عادت کا طلب کرنا ہے جس سے منع کیا گیا ہے۔ غور فرمائیں۔ اگر بیوی اور شوہر ایک ساتھ نہ رہتے ہوں تو کیا حمل ٹھہرے گا اور بچہ ہوگا؟ ہرگز نہیں ہوگا۔

فقیر کو چاہیے کہ کوئی وعدہ نہ کرے اور نہ کہے کہ یہ کام میں کردوں گا۔ اس لیے کہ اگر وہ کہہ دے گا کہ میں یہ کام کردوں گا اور اگر وہ کام نہیں ہوتا ہے تو شرمندگی کے علاوہ اور کیا ہاتھ آئے گا۔

اولیاء اللہ کی تو یہ مجال ہی نہیں کہ وہ اللہ ﷻ کے جناب میں کچھ عرض کریں،

دوسروں کی بات کیا پوچھتے ہیں۔ اُس کے لیے ناز زیبا ہے اور بندہ کے لیے نیاز۔ اس کے لیے عظمت اور کبریائی ہے اور ہمارے لیے عجز و انکساری۔ یہ بہت سخت مقام ہے۔ یہاں دم مارنا، نادانی ہے۔ ہماری کیا طاقت ہے۔ میں کون ہوں کہ لب کشائی کروں۔ اگر انانیت پیدا ہوئی تو پھر کچھ باقی نہ رہے گا۔ اللہ کے فضل کے علاوہ اور کوئی جائے پناہ نہیں ہے۔ اس مقام پر پیغمبروں نے بھی خون جگر پیا ہے۔ روح تحلیل ہو جاتی ہے۔

اپنے کام سے کام رکھنا چاہیے۔ عبادت کرنا چاہیے اور عجز و انکساری کو شعار بنانا چاہیے۔

مکتوب:84

شاہ حسن دوست کو دعاء ہے۔

اس وقت ایک ہی جگہ پر رہنا بہتر ہے۔فرزندوں اور بھائیوں کی محبت سے کچھ نہیں ہوتا۔ اللہ جو چاہتا ہے وہی ہوتا ہے۔

ان دنوں کوئی نہیں ہے۔فقیر،تنہا،اپنے قدیم مکان میں قیام پذیر ہے۔ دن رات عجیب طرح سے گذر رہے ہیں۔کوئی مونس،غمگسار، دلدار یا دوست نہیں ہے۔جو بھی آتا ہے،وہ دولت کا طلب گار ہوتا ہے۔جب دنیا میں آرام ہی نہیں ہے تو پھر دنیا اور جو کچھ اس میں ہے،وہ سب حرام ہے۔اللہ کے سامنے رہوں گا تو آرام ہے۔لیکن مخلوق چھوڑتی نہیں ہے۔اگر بھائیوں اور فرزندوں کے ساتھ محبت ہے تو کل قیامت کے دن انہیں کے ساتھ اٹھوں گا۔

بظاہر ہم کہتے ہیں کہ جو، اللہ چاہتا ہے وہی جانتا ہے۔نبی اور ولی کو بھی خدا نے طاقت دی ہے اور دیتا ہے:

آنکس کہ تو نگرست نمی گر داند
او مصلحتِ تو از تو بہ میداند

(وہ شخص جو امیر ہے،کسی کو محروم واپس نہیں کرتا۔ وہ تیری

مصلحت، توبہ سے ہی سمجھتا ہے)

تمام خرابی کی بنیاد، زیادہ کھانا ہے۔ دو سال سے میں کم کھا رہا ہوں۔ لیکن اس طرح کہ لوگوں پر یہ چیز ظاہر نہ ہو۔ اللہ نے جو کچھ پہلے عطا کیا تھا اب کم کر دیا ہے۔ اللہ کا شکر ہے۔ خدا کی قسم اس سال شیخپورہ میں گھر کی گاہ پوشی (سوکھی گھاس یا پھوس کی چھپر نہیں ہوئی اور بعض مکان گر بھی گیا۔ ہم خوش ہیں، اللہ تعالیٰ خوش رکھے۔

والدعا۔

مکتوب:85

اے جان پدر!

بندہ کی نافرمانی کے باوجود اللہ تعالیٰ مہربانی فرماتا ہے۔ وہ ہر چیز بہم پہنچاتا ہے۔ جو فقیر، فانی فی اللہ ہوجاتے ہیں۔ وہ اپنے مریدوں پر شفقت کرتے ہیں اور یہ محبت و شفقت بے اختیاری ہے۔ اس لیے کہ اگر وہ خدمت اور عبادت کے سبب عطا فرمائے گا تو پھر یہ تو بدلہ ہوجائے گا۔

صاحب! دین و دنیا کی فلاح و بہبود، اپنے (اس روحانی) باپ کی دعاؤں کی بدولت تصور فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر عاشق ہے اور عشق پر اختیار نہیں ہوتا۔ یہ تو معلوم ہی ہے کہ میں جو کچھ بھی کہوں گا آپ کی دنیا و آخرت کی بھلائی کے لیے ہی کہوں گا۔

والدعا۔

مکتوب:86

شاہ حسن دوست کو دعا۔

خط ملا، حالات معلوم ہوئے۔ صاحب! اللہ مالک علم حضوری ہے۔ ہاں! اگر اللہ دوسروں کو بھی یہ علم بخش دے تو ہوسکتا ہے۔ ورنہ دوسروں کو یہ علم حاصل نہیں ہے اور عقل سے یہ بات سمجھ میں بھی نہیں آسکتی۔ دعا اور دوا کیسے فائدہ کرتی ہے، اس کو بھی سمجھنے کی کوشش کریں۔ اللہ نے کیا چاہا ہے۔ اگر تمام مریضوں کا احوال کہہ بھی دیا جائے تو آپ پوچھیں گے کہ اسرار الٰہی کیا ہے، بتائیے۔ اللہ کے بندے تو سب ہیں لیکن نبی ﷺ کو اللہ بتا دیتا ہے، دوسروں کو نہیں۔ ہم لوگ کتنے گناہ کرتے ہیں، اس کی خبر بھی نہیں ہوتی۔ معلوم ہوا کہ وہ ہم کو پسند نہیں کرتا۔ یہ ٹھیک ہے کہ تمام لوگ اللہ کے بندے ہیں۔ لیکن اللہ نے رسول کو ہی کیوں خبر دی۔ محبت و عقیدت کا فائدہ تو ہر ایک کو ہوتا ہے لیکن مرتبہ میں ہر شخص یکساں ہوجائے، یہ ممکن نہیں، آپ خود بھی جانتے ہیں۔

زیادہ کیا لکھوں۔

مکتوب:87

حسن دوست کو دعا بھیجتے ہیں۔

غیر کے مال پر قبضہ کر کے آپ مالک کو کیا جواب دیں گے۔ اللہ نے تمام ملک کا مالک بنا دیا ہے ایک کوڑی بھی نہیں لیا۔ وہ مختار ہے اور ہر عمل کی سزا اور جزا دیتا ہے۔ اللہ پر کسی کی حکومت نہیں چلتی۔ ایک شخص بندہ ہو گیا اولیاء اللہ ،خوف بندگی میں سر پیٹتے ہیں کیا کہنے اس کے جو عبدهٗ و رسولہ (اس کا بندہ اور اس کا رسول) ہو گیا۔ دوسروں کو کیا معلوم ،جس کو خالق اور مخلوق کا خوف نہ ہو، اس سے دور ہی رہیں۔ ان لوگوں کو کس نے دیا کہ شفیع بنا کر روتے ہیں۔ ان لوگوں نے جانوروں کا دل خوش کیا۔ اگر کسی اہل دل کا دل خوش کرتے تو جو چاہتے وہ مل جاتا۔ یہ سب آپ کی باتیں ہیں۔ اُس کو، اس سے کیا مطلب۔ ہمارا نام وہ زبان پر نہیں لاتا ہے۔ آدمی اپنی ہوا و ہوس کے سبب، اللہ سے دور ہو جاتا ہے۔

اختر النار بالنار (جو آگ کے لئے پیدا کیا گیا وہ آگ میں گیا)۔

حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے۔ اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ غازیوں کے درمیان مال غنیمت تقسیم کر رہے تھے۔ رات کا وقت تھا اور چراغ جل رہا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے چراغ بجھا دیا۔ اس کے بعد حضرت

جعفر رضی اللہ عنہ نے جو کچھ کہا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سنا اور جواب دیا۔ اس کے بعد دوبارہ چراغ روشن کیا۔ صحابہ نے عرض کیا کہ چراغ بجھانے سے کیا فائدہ۔ آپ نے فرمایا کہ ''چراغ اللہ کا مال ہے۔ اس کو اپنے بھائی کے ساتھ نجی گفتگو میں اگر میں خرچ کردوں تو یہ گناہ ہوگا'' اور تم لوگ تو ہر قسم کا تصرف روا رکھتے ہو، نادان!

اصحاب قطعی میں سے ایک صحابہ کو خوف محسوس ہوا۔ حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آپ کو کیا ڈر ہے، آپ تو اصحاب قطعی میں سے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ آپ اپنی مہر لگا دیجئے آپ نے مہر لگا دی۔ اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کچھ لوگوں کو (ان کے پاس) یہ کہہ کر بھیجا کہ شرم آتی ہے، ورنہ میں آپ کو سزا دیتا۔ اصحاب قطعی نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ الٰہی! مجھے بتایا جائے کہ مجھ سے کیا گناہ سرزد ہوا ہے۔ فرمایا کہ اونٹ کی رسّی میں سات گرہ دی تھی۔ ایسا نہ کرتے تو ہمارے مال کا نقصان نہیں ہوتا۔ بہرحال میں نے معاف کیا اور بخش دیا۔ افسوس ہمارے احوال پر، کتّے اور سوّر کی طرح غیر کا مال کھا رہے ہیں۔ اس کی نافرمانی بھی کرتے ہیں اور اس پر سے یہ کہتے ہیں کہ ہم اللہ کے طلبگار ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ہم لوگ جہنم کے مستحق ہیں۔ بلکہ ہم جیسے لوگوں کو رکھتے ہوئے جہنم کو بھی شرم آئے گی۔ بہرحال وہ جو چاہتا ہے وہی ہوگا۔ والدعا۔

مکتوب:88

شاہ حسن دوست کو دعا پہنچے ہیں۔

توبہ کرنا اچھی بات ہے:

بندہ ہمان بہ کہ بہ تقصیر خویش
عذر بدر گاہ خدا آورد

(بندہ وہی بہتر ہے جو اپنے گناہوں کے لیے دربار خداوندی میں مغفرت کی دعا کرے)

اللہ تعالیٰ توبہ کا دروازہ ہمیشہ کھلا رکھتا ہے اس کے لیے کسی حال یا کسی مقام کی شرط نہیں ہے۔ کہنے والے بہت ہیں، کرنے والے نہیں کے برابر ہیں۔ اللہ تعالیٰ جس کو چاہے توفیق عطا فرمائے۔ ورنہ بندہ سے کیا ہوتا ہے۔ یہاں تو عمریں گذر گئیں لیکن بندہ سے کچھ نہیں ہوسکا۔ اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ عادت تو جاتی نہیں ہے، عبادت کیا ہوگی۔ وما توفیقی الا باللّٰہ۔ (میری توفیق تو اللہ ہی کے کرم سے ہے) والدعا۔

مکتوب:89

میرے فرزند! سلام ودعا پہنچے۔

ہمارے نبی محمد ﷺ ہمیشہ اپنی امّت کے لیے دعا کرتے تھے کہ میرے امت کی مغفرت ہوجائے۔اب جو شخص ان کے سجادہ پر بیٹھ گیا وہ دعائے خیر نہ کرے تو پھر کیا کرے۔آپ کے بزرگ، اس فقیر کی برادری میں شامل ہوگئے ہیں۔آپ کے لیے میں قرض کی ادائیگی کی دعا کررہا ہوں۔ اللہ قبول کرے۔

صرف آب و دانہ کی فکر میں پڑے رہنا اچھی بات نہیں ہے۔تمام مرد عورت کی نگاہ اچھے کھانے، اچھا پہننے اور دولت جمع کرنے پر مرکوز ہے۔کیا فقیر اور کیا دنیا دار۔سب اسی میں مبتلا ہیں۔اس سے دولت تو حاصل ہوجاتی ہے۔ لیکن دین برباد ہوجاتا ہے۔

حلال وحرام کا فرق بھی مٹ گیا ہے۔میں نے کتاب میں دیکھا ہے کہ مسلمان قبر میں ہیں اور مسلمانی کتاب میں باقی رہ گئی ہے۔یہ بالکل صحیح ہے۔معلم الملکوت کا حال معلوم ہے۔برصیصاء کو بھی بالآخر استدراج ہوگیا۔

مجھے فکر لاحق ہے کہ میرا انجام کیا ہوگا۔ میرے حق میں دعاء فرمائیں کہ

اللہ تعالیٰ اپنے ساتھ رکھے اور اپنی رضا کے ساتھ ہی اٹھائے۔ اب آئندہ جو
اُس کی مرضی وہ مختار کل ہے اور اسی میں بندہ کی خوشی ہے۔

والدعا۔

مکتوب:90

میرے نورِ چشم سلمہ!

آفتاب کی روشنی تو چاروں طرف پھیلی ہوئی ہے۔ اس سے استفادہ کرنے کے لیے ظرف چاہیے۔ ظرف ارادت ہو۔ اس لیے کہ زبانی عشق ومحبت کچھ کام نہیں آتی:

عاشق کہ شد کہ یار بحالش نظر نکرد

(جو عاشق ہوگیا، پھر اس کے حال پر دوست کی نظر نہیں ہوتی)

آفتاب گھڑے میں نہیں سماتا۔ آسمان و زمین میں محبت ہے۔ بڑے ظرف کے لیے دوسری دنیا میں جانا ہوگا، یہاں کون یاد کرتا ہے:

دکھ میں سب کوئی ہر بھجے اور سکھ میں ناہیں کوئے

سکھ میں سب کوئی ہر بھجے تو دکھ کاہے کو ہوئے

رنج ومصیبت کے وقت تو سب اللہ کا نام لیتے ہیں لیکن عیش وآرام میں کوئی نہیں۔ اگر آرام وراحت میں سب اللہ کا نام لینے لگیں تو پھر کبھی پریشانی ہو ہی نہیں۔ جو کچھ وہ چاہتا ہے وہی ہوتا ہے۔ ہمارے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔

مکتوب:91

حسن دوست کو دعا پہنچے۔

ترک دنیا محال اور مشکل نہیں ہوگی اور اگر مشکل ہوگی تو اس کی وجہ یا تو غصہ ہوگا یا پھر حال جو بدلتا رہتا ہے۔اگر (سالک کو حال کے بجائے) مقام نصیب ہو جائے تو ترک دنیا مشکل و محال نہیں ہوگی۔ اب تک دل کو قرار نہیں ہے۔حضرت صاحب (پیر و مرشد) نے پچاس سال تک (دہلی میں)، ایک ہی مکان میں قیام کیا۔ مجھ سے کچھ روز بھی نہیں رہا جا سکا۔جس کے ساتھ چالیس سال تک صحبت رہی ہو، اس کو چھوڑنا، اللہ کے فضل کے بغیر ممکن نہیں۔اس نے چاہا ہے یا نہیں، یہ تو وہی جانتا ہے، لیکن مجھے یا دوسرے کو، اس کی کوئی اطلاع نہیں ہے۔

فقیر نے بچپن سے کوئی روزگار نہیں کیا۔اپنے جد اور مرشد کی وراثت کو بھی قبول نہیں کیا۔کسی کے دروازے پر نہیں گیا۔ نہ شادی کی اور نہ کسی کو اطلاع دی۔کسی سے تعلق نہیں رکھا بلکہ خود سے بھی بے تعلق رہے۔کوئی ہمارا چاہنے والا نہیں۔سب مال و دولت کی تلاش میں ہیں۔خدا کی قسم عرس کا سامان موجود

ہے۔ جب کہ کہیں سے ایک کوڑی بھی نہیں آئی۔ پیدا کرنے والے نے مجھے اس لئے پیدا ہی نہیں کیا کہ ثابت رہیں۔ اپنے نفس کا بندہ ہوں، رب اپنے ہر مربوب (مخلوق) کے لئے الگ الگ رب ہے اور ہر مخلوق اپنے رب کی حفاظت میں۔ (اور اپنا تو یہ عالم ہے کہ) ہر لمحہ انجام و خاتمہ کی فکر ہے پتہ نہیں اُس کی کیا مرضی ہے، وہی جانتا ہے۔

والدعا۔

مکتوب:92

حسن دوست کو آشیش آ گیا کارر کھ۔

اللہ کو علم حضور ہے یا جس کو اللہ دے۔ عقل سے دوا کرنا راست آوے تو خوب۔ معلوم کرنا مرض کا خوب دشوار ہے۔ دیر ہو تو کیا ہوئے۔ اللہ علم حضوری دے تو شتاب آرام ہووے۔ جو کہہ دیں تو سب کا احوال و مرض کہنا پڑے اور تم سب کا احوال اور مرض پوچھو۔ تم حکیم (ہو) ہم کیا کہیں۔ ہم بندہ یا خدا۔ بندے کو کہنا قبول کرے یا نہ کرے۔ اللہ کرے یا نہ کرے۔ تم سوال کرتے ہو (کہ) جس کو ہم دعا کریں یا دوا کریں اس کو آرام ہو یا اس کا کام ہو۔ بندگی سے دور۔ نبی، ولی آخر (انجام) کو دیکھ کر دعا کرتے تھے اور ان کو حکم تھا کہو! تم سب کو قبول کریں یا نہ کریں تم نہ آخر دیکھتے۔ حکم ہے تم کو کہ دعا کرو یا دوا کرو۔ دیکھو باطن کو کیا ہے؟ اس کو دیکھ کر عمل کرو۔

زیادہ والدعا۔

مکتوب:93

شاہ حسن دوست کو دعا۔

بصیرت بصارت پر غالب آجاتی ہے تو ظاہری آنکھوں سے بھی دیکھا جاتا ہے۔

توجیہ کی تین قسمیں ہیں: خیالی، صفاتی اور ذاتی۔ ان میں فرق کرنا چاہیے۔لیکن یہ بہت مشکل کام ہے۔

والدعا۔

مکتوب: 94

میرے عزیز سلمہ!

دعا کے بعد عرض ہے کہ لوگ بعض افراد کی سفارش کرتے ہیں، خدا کی قسم میں کوتاہی نہیں کرتا ہوں اور نہ کروں گا لیکن اگر محبت نہیں رکھتے ہوں تو پھر کوئی چارہ نہیں ہے۔ لوگ جو کچھ لے کر آتے ہیں وہی واپس لے جاتے ہیں:

حسن ز بصره بلال از حبش صهیب از روم

ز خاك مكه ابو جهل این چه بو العجبی ست

(بصرہ کی خاک سے حسن بصریؒ، حبش کی خاک سے بلال حبشیؓ اور روم کی سرزمین سے صہیب رومیؓ جیسی شخصیتیں پیدا ہوتی ہیں جبکہ مکہ کی خاک سے ابوجہل پیدا ہوتا ہے۔ یہ کس قدر حیرت کی بات ہے۔)

یہ لوگ محبت کا اظہار تو کرتے ہیں لیکن انہیں صرف اپنے کام سے محبت ہوتی ہے، فقیر سے نہیں۔ جب لوگ اس بات کو جانتے ہیں کہ اس خاکی انسان سے کچھ نہیں ہوتا جو کچھ کرتا ہے، وہی کرتا ہے۔ وہ کس کے اختیار میں ہے اور جب کبھی اختیار ہو گیا تو وہ صاحب بصیرت لوگ ہوتے ہیں لوگ جانتے ہیں کہ

بعض بزرگوں سے جو حرکات وسکنات سرزد ہوتی ہیں، وہ ان کی عادت ہوتی ہے اور انہیں، اس کی خبر بھی نہیں ہوتی۔ اور گمان غالب ہے کہ کل قیامت کے دن، اُن سے پرسش بھی نہیں ہوگی۔ شریعت کی ذمہ داری عقل والوں پر عائد ہوتی ہے۔ مغلوب العقل کو معذور سمجھنا چاہیے۔ وہ چونکہ باطن کی خبر نہیں رکھتے ہیں اس لیے لوگوں کو تکلیف دیتے ہیں۔ ان کا کیا نقصان ہے۔ کل قیامت کے دن ان کی نجات معلوم ہے۔ اگر ایسے لوگ، کسی شیر خوار بچے کو بھی تکلیف دیتے ہیں تو ان کی دیوانگی پر ہی محمول کرنا چاہیے۔ ہم لوگ کہاں تھے اور کہاں آ گئے۔

والدعا۔

مکتوب:95

عزیزم!

میں آپ کوخبر دار کرتا ہوں کہ آپ بے نیاز نہ ہوں۔اگر خدا سے میں کوئی درخواست کروں گا تو دعا کروں گا کہ ہم لوگ غفلت کا شکار نہ ہوں۔ دوسروں سے بندگی چاہتا ہوں اور خودتوکل کہاں کرتا ہوں۔ یہ تو خدا کو آزمانا ہوا۔کافروں کا کفر، معجزہ دیکھنا چاہتا ہے۔خدا کرے کہ میری تحریر پر آپ توجہ دیں۔

اگرچہ کہیں کہیں نیکیاں، خرابیوں سے بدل جاتی ہیں

حسنات الابرار سیئات المقربین

(نیکوں کی نیکیاں مقربین کے حق میں گناہ کا درجہ رکھتی ہیں)

میرا، اس راہ میں گذر نہیں ہے۔میں عرض کرتا ہوں کہ بزرگوں کے حالات اور ان کی کیفیات کے سبب ذات کا مشاہدہ ہو جاتا ہے۔ اگر ایسی کیفیات حاصل ہو جاتی ہیں تو کیا کہنا۔اگر ایسا ہو جاتا ہے تو پھر یہ خیالی یا صفاتی نہیں رہتا بلکہ ذاتی ہو جاتی ہے۔وہ تمام تصرّفات، جو اللہ کے قبضۂ قدرت میں ہیں، بندہ کو بھی حاصل ہو جاتے ہیں اور اُس کو، اِس کی اطلاع بھی نہیں

ہوتی۔ اطلاع ہونے کا مطلب یہ ہے کہ پھر دوری ہو جائے گی۔ یقین ہو گیا تو ممکن ہو گیا۔

لا توفیقی اِلا باللّٰہ

(میری توفیق تو اللہ ہی کے کرم سے ہے)

تمام لوگ کوشش کریں تو مقصد حاصل ہو جائے گا۔ ان دنوں مجھ سے سہو بہت ہو رہا ہے۔

والدعا۔

مکتوب:96

شاہ حسن دوست سلمہ!

سلام و دعا کے بعد معلوم ہو کہ اللہ نے کسی کو اس طریقہ سے عطا نہیں فرمایا ہے۔ اللہ کی سنتِ جاریہ کے مطابق اس سے درخواست کرنی چاہیے۔ اللہ نے جو فیصلہ کر دیا، کر دیا، اس میں تبدیلی نہیں ہوتی۔ سب سے پہلے لوح محفوظ میں دیکھنا چاہیے، پھر طلب کرنا چاہیے۔ اگر قسمت میں نہیں ہے تو کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ اللہ کی کیا مرضی ہے، وہی جانتا ہے۔ اللہ کی سنت، جیسی کہ کتابوں میں مرقوم ہے۔ اس کے مطابق درخواست کرنی چاہیے۔

جس نے عشق و محبت کو طلب کیا، اس نے بہتر چیز طلب کی۔ انسان سے ضبط نہیں ہوتا ہے۔ نگاہ، مقصد پر رکھنی چاہیے اور اسے زبان پر نہیں لانا چاہیے، اور یہ نہیں کہنا چاہیے کہ میں یہ کر دوں گا تو ہو جائے گا۔ آپ خود بخود فرمائیں کہ آپ کے اندر دنیا کی طلب کتنی ہے اور خدا کی طلب کتنی۔ حالانکہ اسی سے سروکار رکھنا چاہیے:

ہر کہ در دنیا خیالش آن بود
تا ابد رہ وصالش آن بود

(دنیا میں جو شخص جس کے خیال میں رہتا ہے۔ پھر ابد تک،
اس کے وصال کا راستہ وہی ہوگا۔)

جس کو، جس کے ساتھ محبت ہے وہی اس کا خدا ہے۔ کل قیامت کے
دن، اسی کے ساتھ اٹھے گا۔ خبردار رہیں۔

و ما عینا الا البلاغ

زیادہ والدعا۔

مکتوب:97

برخوردار!

تم میرے درمیان سے چلے گئے اور میں نہیں گیا۔ اندر سے اس قدر صدمہ ہے کہ میں اس کو بیان نہیں کرسکتا خدا کی قسم:

یک لحظہ اگر ترا نہ بیند چشمم
صد چشمہ کند درون چشم چشمم

(ایک لمحہ بھی تم کو میری آنکھ نہیں دیکھتی ہے تو سینکڑوں چشمے آنکھوں سے جاری ہوجاتے ہیں)

شام کے وقت پہلوان آئے، جواب آیا کہ نہیں آیا، (لیکن) کھانا پینا اور سونا دشوار ہوگیا۔ منشی صاحب نے فرمایا کہ پانی اور مٹی کے لیے نہیں آئے ہیں۔ یہاں تک کہ رات ہوگئی اور جب تک فجر نہ ہوگئی مظہر کی والدہ کی بیماری اور آپ کی جدائی، پریشانی، مزید شدید ہوگئی:

بوقت بیکسی جز سایۂ من نیست یار من
ولی آں ہم ندارد طاقت شبہائی تار من

(بے بسی کے وقت، میرے سایے کہ علاوہ کوئی میرا دوست نہیں

ہے۔لیکن وہ بھی میری تاریک راتوں کی طاقت نہیں رکھتا)

زیادہ کیا لکھوں۔آپ نے جو کچھ دھوبی سے طلب کیا ہے۔پانچ فلوس (پیسہ) دھوبی کو دیکر دریا پر بھیجا جاتا ہے۔رسید بھیجنا چاہیے۔رات میں کہاں قیام رہا۔کشتی کیسے پار لگی،رات کس طرح گزری۔

والدعا۔

مکتوب:98

میرے عزیز شاہ فرحت اللہ سلمہ!

دعا اور شوق ملاقات کے بعد عرض ہے کہ خط اور سب لوگوں کی خیریت معلوم ہوئی۔ جو کچھ آپ کے دل میں گزرتا ہے وہ میری نگاہ میں ظاہر ہو جاتا ہے۔ اور جس طرح آپ بیگانوں کے ساتھ مصروف ہیں، وہ معلوم ہے۔ یہاں تو یگانگت اور اپنائیت ہے۔ جتنا بھی کریں کم ہے۔ یہاں تشریف لانے کے بارے میں کیا ارادہ ہے۔ اضطراب تو ہے لیکن عقل ہرگز تجویز نہیں کرتی ہے اور نہ کرنا چاہیے۔

ارادت وعقیدت کے بارے میں جو کچھ آپ نے فرمایا ہے، اس کا ذرّہ برابر بھی مجھ میں نہیں ہے۔ نہ ظاہری طور پر اور نہ باطنی طور پر۔ کون تاج رکھتا ہے اور یہ کب تک رہے گا۔ مگر جو کچھ آپ کہیں، اس پر عمل کریں۔ پیرہن جاتا ہے، وہ لوگ دیدیں گے۔ پانی دم کرکے اور الوش کرکے بھیجا جا رہا ہے۔ پی لیں۔ آئندہ عقیدت وارادت سب سے رکھیں اور سب کے ساتھ رہیں۔ سینکڑوں لوگوں کو ہم نے دیکھا ہے کیا کہا جائے۔ مگر کام کرکے دینا چاہیے۔

والدعا۔

مکتوب:99

بابا جان!

میں اور تم ایک نہیں ہو گئے۔ اعتبار کو دخل نہیں ہونا چاہیے۔ قال نہیں ہوگا، حال نہیں ہوگا، صرف مقام ہوگا۔ اس کو اور اس کو دیکھنے، سننے سے دوری بڑھتی ہے۔ جس کو وصل ہے، اس کے لیے فصل میں ہے۔ بعض لوگوں نے کہا ہے کہ گم ہو گئے۔ بعض نے کہا ہے کہ گم ہونا اور گم کرنا دوری بڑھاتا ہے۔ ساجد اور مسجود کہاں ہیں۔ صرف دوری ہوتی ہے۔ اللہ کے تصرفات ہوتے ہیں اور مجھ کو اس کی اطلاع بھی نہیں ہوتی ہے۔ اللہ کی مرضی، اللہ کی سنت ہوتی ہے اور ہمیں اس کی بھی اطلاع نہیں ہوتی۔ پاک و صاف رہنے والا کبھی مشتبہ نہیں ہوتا۔ حالانکہ یہ بہت مشکل ہے۔

والدعا۔

مکتوب:100

خط ملا۔ مطالعہ کیا۔

خدا سے کس چیز کا سوال کرتا؟ سوال کرنا خدا سے خدا ہی کی درخواست کی جائے۔ شاید آپ کی رائے اس کے خلاف ہو یا نہیں ہو۔ الحمدللہ، اللہ کے سوا اور کوئی دل میں نہیں ہے۔ اللہ کی مرضی ہو، اپنی مرضی نہیں ہو۔ اب تک خودی (انانیت) ختم نہیں ہوئی ہے اور یہ خامی باقی ہے۔

اے بھائی! کوئی کچھ کہتا ہے، کوئی کچھ کہتا ہے۔ جیسا کہ لوگ تھے، وہ ظاہر ہو گئے۔ جو کچھ اس نے کہا ہے اور آیندہ جو کچھ کرے گا (وہ ظاہر ہو جائے گا۔) مریدوں کو آپ نے خلافت دیدی۔ آپ کو معلوم ہے کہ یہ آپ نے نہیں دی بلکہ آپ نے تلاوت قرآن کیا۔ نماز پڑھی۔ خبر نہیں ہوئی، اچھا ہوا۔ پہلے اولیا کی اکثر ملاقات، انبیا سے ہوتی تھی۔ اب نہیں ہوتی ہے۔

لی مع اللہ وقت لا یسعی فیہ ملک مقرب ولا نبی مرسل

(اللہ کے ساتھ میرے کچھ وقت خاص ہے جس میں نہ کسی

مقرب فرشتہ کی گنجائش ہے اور نہ کسی برگزیدہ نبی ورسول کی)

یہ یاد رہے۔ اللہ تعالیٰ مزید اضافہ فرمائے۔

بعض باتیں، افاقہ حال کے بارے میں لکھی ہیں ۔بسط حاصل ہوگا۔
مولانا تسلیم الدین کو لوگوں نے دفن کر دیا۔ یاران رفیقان حجرہ میں رہیں، باہر نہ جائیں، تاکید سمجھیں۔ تنہا نہیں گھومیں پھریں۔ جس راستہ میں انسان خود ہوتا ہے، اس کی صلاحیت رکھتا ہے۔

مکتوب:101

شاہ حسن دوست کو دعا پہنچے:

از گریہ ام فضائی زمین پُر ز آب شد
چند ان کہ رفع تشنگی آفتاب شد

(میرے رونے سے زمین کی پوری فضا پانی سے اس قدر بھر گئی
کہ آفتاب کی پیاس بھی ختم ہوئی)

کاش وہ مجھ کو پیدا نہ کرتا تو کیا ہوتا۔ کیا کہوں اور اگر کچھ کہتا ہوں تو پھر بندگی کہاں باقی رہتی ہے۔ دنیا داروں کے دل میں خدا کہاں سے سمائے گا۔ افسوس صد افسوس! ایسا پیدا کیا ایسا پیدا نہ کیا۔ افسوس، کیا فائدہ۔ باقی رہا یہ کہ خاتمہ کیسے ہوگا۔ یہ تو وہی جانتا ہے۔ وہ جو چاہے گا، وہی ہوگا، شاید خون جگر پینے کے لیے مجھے پیدا کیا ہے۔ میرا میلان کس کی طرف ہے۔ کون میرا خیال رکھتا ہے۔ وہ تمام فرقوں کو چاہتا ہے۔ نوری فرشتے یا ناری فرشتے۔ آگ کو آگ کے ساتھ دوستی ہے۔ روز ازل میں جس فرقہ کی طرف رجحان ہوگا وہ ویسا ہی ہوگا۔ جہاں تمام فرقوں کا رجحان ہوگا۔ مجھ کو اس کے ساتھ صحبت حاصل ہوگی۔

الدنیا حرام وما فیھا حرام

(دنیا اور دنیا کی تمام چیزیں حرام ہیں)

مکتوب:102

حسن دوست کو دعا کہتے ہیں۔

خود کو ہم نے اللہ کے حوالے کر دیا۔ دنیا، تعلقات دنیوی سے عبارت ہے۔ ہم نے چھوڑ دیا تو کیا برائی کیا؟ ہمیں برا نہیں کرنا چاہیے۔ اپنا کیا ہوا سامنے آ کر رہتا ہے:

صلاح بندہ ھما نست کان صلاح شماست

(بندہ کی صلاح وہی ہے جو آپ کی صلاح ہے)

اس کی مرضی کو مقدم رکھنا چاہیے۔ وہ جو چاہتا ہے وہی کرتا ہے۔ حضرت (پیر و مرشد) پچاس سال تک رہ گئے۔ اللہ تعالیٰ انہیں عظیم آباد لے آیا۔ میرے لئے بھی جانا سنت ہے۔ خدا خدا کر کے جب اپنے وطن سے دور ہوتا ہوں۔ اللہ سب سے دور رکھے لیکن خود سے قریب رکھے۔

مکتوب:103

سعید ازلی شیخ سعادت علیؒ، اللہ آپ کو اپنے حفظ اور امان میں رکھے۔

قدسیت کا دعویٰ عزت الٰہی کو زیب دیتا ہے۔ممکنات کی دنیا میں یہ چیز ممنوع ہے۔ یہ نعمت، قدم میں ہے یا عدم میں۔ جو شخص عدم ہو گیا، وہ قدم ہو گیا۔ جب تم نہیں رہو گے تو کون رہے گا۔صرف خدا رہے گا اور بس! شرف الدین قلندر کہتے ہیں:

دیدن حق شرك دانستن حجاب

(اللہ کو دیکھنا شرک اور اس کا جاننا حجاب ہے)

یوصل الحبیب الی الحبیب

(محبت کرنے والا جس سے محبت کرتا ہے اس تک پہنچتا ہے)

بعض لوگوں نے کہا کہ جب آپ غور کریں گے تو علم و معلوم ایک ہی نظر آئے گا۔حکایت میں آتا ہے ورنہ نہیں۔بعض لوگوں نے سکر کی کیفیت میں لب کشائی کی ہے۔ایسے لوگوں کے لئے رخصت ہے اور یہ بات ان کی دیوانگی پر محمول کرنا چاہیے۔مرشد اس مقام سے زوجیت کے مقام تک پہنچا دیتا ہے۔لیکن پھر بھی زبان نہیں کھولتا ہے۔منصور ہلاک ہو گئے۔سبحان اللہ۔

روا باشد انا الحق از درختی

چرا نبود روا از نیک بختی

(ایک درخت سے جب انا الحق جائز ہوسکتا ہے تو پھر ایک نیک بخت سے کیوں نہیں ہوسکتا ہے)

کم عقل والے کم ظرف کہتے ہیں حضرت نبینا علیہ السلام نے 'انا احمد' بغیر میم کے کہا۔ کچھ لوگ کہیں گے کہ میں نے نہیں کہا۔ سلطان العارفینؒ نے

سبحانی ما اعظم شانی

(پاک ہے میری ذات، کیا ہی بلند ہے میری شان)

کہا۔ دوسروں نے بھی کہا ہے۔ معدوم شخص وجود میں آ کر کہتا ہے:

وجودی ندارد کسی جز خدا

همون بود و باشد همیشه بجا

(خدا کے علاوہ اور کسی کا وجود نہیں ہمیشہ سے وہی تھا، وہی ہے اور وہی رہے گا)

در هر گه بدیدیم ندیدیم بجز دوست

معلوم چنیں شد که کسی نیست بجز اوست

(جہاں بھی ہم نے دیکھا ہے دوست کے علاوہ کسی کو نہیں دیکھا۔ معلوم یہی ہوا کہ دوست کے علاوہ اور کوئی نہیں ہے۔)

هر جا که سلطان خیمه زد غوغا نماند عام را

(بادشاہ نے جہاں خیمہ ڈال دیا، پھر وہاں عام لوگوں کا شور وغل نہیں رہا۔)

آفتاب چمکنے لگتا ہے تو ستارے بجھ جاتے ہیں۔ اس نے پردہ اٹھایا الآن کما کان (جیسا تھا ویسا اب ہے) ہوگیا۔ باقی سب کہتے ہیں کہ ابھی ہم راہِ سلوک میں ہیں۔ اس راہ میں اس وقت تک منزل مقصود تک نہیں پہنچا جا سکتا جب تک ہستی و نیستی سے قدم باہر نہ نکالا جائے۔ دین و دنیا اور وجود و عدم سے گذر جانا چاہیے اور دوسرا راستہ اختیار کرنا چاہیے۔ پوری دنیا ماضی، حال اور مستقبل کی قید میں اگر گرفتار ہے۔ کیا کہوں۔ ہر کلام سے ایک مقام تک پہنچنا چاہیے۔ صرف ہمت کرنا چاہیے۔ میں چاہتا ہوں کہ چند حرف لکھوں۔ مگر طالب کہاں ہیں:

حریفان بادھا خوردند و رفتند
تہی خم خانہا کردند و رفتند

(ہمیشہ لوگوں نے شراب پی اور رخصت ہوگئے۔ شراب خانے کو خالی کر دیا اور رخصت ہوگئے۔)

وجود ندارد کسے جز خدا
همون بدا باشد همیشه بجا

(اللہ کے علاوہ کوئی (از خود) اپنا وجود نہیں رکھتا یہی ہمیشہ کی سچائی ہے)

'وجود' کا اطلاق تو دراصل اسی پر ہوگا جو از خود ہو اور سوائے اللہ کے خود سے موجود کوئی نہیں ہے۔ اللہ کا نور حق ہے:

کنت نبیّا و آدم بین الماء و الطین

(آدم مٹی اور پانی کے درمیان تھے اور میں (محمد ﷺ) نبی تھا)

علماء کہتے ہیں کہ محمد ﷺ حضرت آدم علیہ السلام سے پہلے تھے۔ اور دلیل یہ لاتے ہیں

انا من نور اللّٰہ و الخلق کلھم من نوری

(میں اللہ کے نور سے ہوں اور ساری مخلوقات میرے نور سے)

حضرت محمد ﷺ فرماتے ہیں کہ میں اس وقت نبی تھا جب حضرت آدم علیہ السلام آب وگل میں تھے۔ یعنی تمام لوگوں کا وجود، آب وگل میں تھا۔ یعنی خدا کے اسرار میں، اس وقت میں نبی تھا۔ ظاہر بعد میں ہوا۔ اس میں کیا خوف ہے:

انا من نور اللّٰہ و الخلق کلھم من نوری

(میں اللہ کے نور سے ہوں اور ساری مخلوقات میرے نور سے)

دراصل تمام مخلوق اللہ کے نور سے ہے۔ اور کلام اللہ بھی اس کی تائید کرتا ہے۔

و ان تصبھم حسنہ یقولو ھذہ من عند اللّٰہ و ان تصبھم

سیئۃ یقولو ھذہ من عندک قل کل من عند اللّٰہ.

(سورۃ النساء -۷۸)

(اور انہیں کوئی بھلائی پہنچے، تو کہیں یہ اللہ کی طرف سے ہے اور انہیں کوئی برائی پہنچے تو کہیں یہ حضور ﷺ کی طرف سے آئی۔ تم فرما دو، سب اللہ کی طرف سے ہے۔)

یہ بات شریعت کے خلاف ہوگی۔ اس میں سکوت اختیار کرنا چاہیے:

همسایہ و ہمنشیں و ہمرہ ہمہ اوست

در دلق گداوا طلس شہ ہمہ اوست

در انجمن فرد و نہاں خانہ جمع

واللہ ہمہ اوست ثم باللہ ہمہ اوست

(پڑوسی، ساتھ بیٹھنے والا اور ساتھ چلنے والا سب وہی ہے۔ فقیر کی گدڑی میں اور شاہی لباس میں وہی ہے۔ فرد کی انجمن میں یا جماعت کے دلوں میں، خدا کی قسم وہی ہے، خدا کی قسم وہی ہے)

یہ حال ہے نہ قال یہ مقام ہے۔ پہلے روح کا احوال کسی کو معلوم نہیں ہے۔ حکما نے الٰہیات میں جو کچھ لکھا ہے، وہ اوصاف لکھا ہے نہ کہ حقیقت۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ جوہر ہے اور بعض کہتے ہیں کہ یہ عرض ہے۔ ہوگا۔ ان کے بقول جو یہ کہتے ہیں کہ عرض نہیں ہے، وہ یہ دلیل دیتے ہیں کہ چونکہ یہ ایک جگہ سے دوسری جگہ نہیں جاتا ہے۔ اس لئے یہ عرض نہیں ہے۔ وجود طول و عرض اور عمق (گہرا) رکھتا ہے۔ بہت سی چیزیں ہیں۔ لیکن وہ دیکھی نہیں جاتیں۔ پھول کی خوشبو آتی ہے لیکن اس میں لمبائی، چوڑائی اور گہرائی نہیں ہے۔ پھول کی خوشبو کی طرح پھول سے الگ ہو جانا چاہیے۔ جسم تو خود حجاب ہے:

فرو تنیست دلیل رسید گان کمال
که چون سوار بمنزل رسد پیاده شد

(کمال کے درجہ پر پہنچے ہوئے لوگوں کی نشانی عاجزی اور خاکساری ہے۔ کہ جب سوار منزل پر پہنچ جاتا ہے تو سواری سے اتر جاتا ہے)

اس کے معنی پر غور کرنا چاہیے۔ ہر آدمی کے سمجھ سے باہر ہے۔

مکتوب: 104

(مولوی عبدالمغنی صاحب والد مولوی عبدالغنی پھلواروی)

فقیر حسن علی کی جانب سے بھائی عبدالمغنی کو سلام و دعا پہنچے۔

ذات باری تعالیٰ کے ادراک و معرفت کے سلسلے میں، حضرت محی الدین ابن عربی فرماتے ہیں کہ اس کا ادراک و عرفان، نہ اس دنیا میں ہوا، نہ اُس دنیا میں ہوگا اور وہ شخص جس کو معرفت حاصل ہو جاتی ہے، پھر نہ وہ اس دنیا میں ہوتا ہے نہ اُس دنیا میں۔ وہ نہ خود ہوتا ہے، نہ خدا ہوتا ہے۔ ھُو کی حیثیت سے وہ فانی نہیں رہ جاتا۔ لہٰذا اس حالت میں نہ وہ خود ہوتا ہے اور نہ خدا ہوتا ہے۔ اس مقام میں کس کو دخل ہے؟ یہاں علم و معلوم کہاں ہے۔ چونکہ ہم لوگ اس مقام سے الگ ہیں۔ جیسا کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے۔ **انا احمد بلامیم** (میں بغیر میم کا احمد ہوں) بعض نے

سبحانی ما اعظم شانی لیس فی جبتی سوائی

(میں پاک میری شان بلند اور میرے قمیض میں صرف ہے)

اس سے بھی لوگ نیچے آئے۔

انا بشر مثلکم یوحی الّی

(ظاہری صورت بشری میں تم جیسا ہوں مجھے وحی آتی ہے

کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے)

اُس سے بھی زیادہ صحیح یہ ہے۔

جب دیکھتا اور سنتا نہیں ہے تو پھر لکھنے سے کیا فائدہ۔ بلکہ منع ہے۔ اس سلسلے میں ہوشیار رہنا چاہیے۔ ورنہ پھر وہی ہوگا جیسا کہ علماء نے منصور کے حق میں کیا۔ ایسے بزرگ کو قتل کرنا مناسب نہیں تھا۔ ان کے قول کو دیوانگی پر محمول کر کے چھوڑ دینا چاہیے تھا کل قیامت کے دن جب اس کی پُرسش ہوگی، تب معلوم ہوگا۔ والدعا۔

مکتوب:105

(مکتوبات بنام مولوی عماد الدین حسین)

عزیزم عماد الدین حسین سلمہ،

سلام و دعا کے بعد عرض ہے کہ خط ملا اور سب کی خیریت معلوم ہوئی۔ میرے عزیز، ناجنس کی صحبت اختیار کرنے سے آخرت کے کام میں سخت نقصان ہوگا۔ ہم لوگوں نے فرض کرلیا ہے کہ ہم لوگ الگ ہوگئے لیکن دل سے الگ نہیں ہوئے۔ اس سے کیفیت میں خلل پڑتا ہے۔ اب تک آپ کی صحبت اثر نہیں کرتی ہے جبکہ ان لوگوں کی صحبت ہر وقت اثر کرتی ہے۔ بہر حال اللہ جس حال میں رکھے بندہ سے شکر کا حق کہاں ادا ہوسکتا ہے۔

والدعا۔

مکتوب:106

میرے برخوردار! جان من، تن من۔

دعا کے بعد مطالعہ فرمائیں کہ سانپ کا کاٹا کم ہی زندہ رہ پاتا ہے۔ اسی طرح جس کسی کو نگاہ حق نصیب ہو جاتی ہے وہ اس (تعالےٰ) کے بغیر زندہ رہ لے یہ بہت محال ہے۔ جس کسی کو اس نے اپنی جانب متوجہ کرالیا، پھر وہ کسی دوسری طرف کیوں جانے لگا اور اگر جائے گا تو اسی کی طرف جائے گا۔ حق تعالٰی سے محبت کو (تمام محبتوں پر) غالب رکھو اور خاطر جمع رکھو۔ دنیا میں جو کچھ پیش آتا ہے، وہ اللہ کی طرف سے پیش آتا ہے۔ اللہ مددگار ہے۔ اطمینان رکھیں۔ اللہ کی محبت میں ہرگز کمی نہ ہو۔ بعد میں پھر جواب لکھوں گا۔ والدعا

مکتوب:107

عزیزم نورچشم عمادالدین حسین!

اللہ کے حفظ و امان میں رہیں۔ اتحادنامہ، جوذوق وشوق سے بھرا ہوا تھا، ملا۔ اس کو دیکھنے کے بعد عشق ومحبت کے جذبات میں اضافہ ہوا۔ اپنا احوال میں کیا لکھوں۔

دوست کہتا ہے:

ما پروریم دشمن و مامی کشیم دوست

(ہم دشمن کی پرورش کرتے ہیں اور دوست کو مارڈالتے ہیں)

سنت الٰہی یونہی جاری ہے۔ تمام پیغمبر، شرف نبوت کے باوجود اس کی شان بے نیازی کے سامنے پریشان رہے ہیں کہ کیا ہوگا۔ قبض اور بسط بشریت کے لوازمات میں سے ہے۔ خوشی اورغم دونوں فانی ہیں۔

عزیزم:

مو براندمم چوں دشمن میزند شمشیر ها

خورده ام چون ماهی از بال و پر خود تیرها

(بال، میرے جسم پر دشمن کی طرح تلوار چلاتا ہے۔ مچھلی کی
مانند میں نے اپنے بال و پر سے تیر کھایا ہے۔)

بہر حال میں شکر گزار اور احسان مند ہوں کہ دوست سے جو کچھ ملتا ہے
وہ اچھا ہوتا ہے۔

مکتوب:108

عزیزم مولوی عماد الدین حسین سلمہ!

سلام و دعا کے بعد عرض ہے:

ہر کہ تسلیم بفرمان قضا میگردد

بر سرش ابر بلا بال ہما میگردد

(جو شخص قدرت کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کر دیتا ہے اس کے سر پر مصیبت کا بادل ہُما کا پر بن جاتا ہے۔)

دوست کی طرف سے پتھر ہو یا موتی دعا ہو یا بد دعا، عاشق سب کو ایک ہی سمجھتا ہے۔ اس لئے کہ یہ سب دوست کی زبان اور ہاتھ سے ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ارنــــی (اے رب تو مجھے اپنا جلوہ دکھا) کہا تو دوست کی جانب سے لن ترانی (تم مجھے نہیں دیکھ پاؤ گے) جواب ملا کیا خوب!!

والدعا۔

مکتوب:109

فقیروں سے محبت کرنے والے مولوی عماد الدین سلمہ!

سلام اور ملاقات ظاہری کی دعاؤں کے بعد معلوم ہو کہ اتحاد نامہ ملا اور دوستی میں اضافہ کا سبب بنا۔ میرے عزیز! محمد ﷺ اور ابولہب دونوں حضرت آدم علیہ السلام کے فرزند ہیں۔ ایک ہی مکان میں ایک نبی ﷺ ہوئے اور دوسرا کافر حیرت ہے۔ لیکن اگر عقل باطنی ہو تو تعجب نہیں ہے۔ اس لیے کہ دونوں کا مقدر جس نے بنایا ہے اس میں کون تبدیلی کر سکتا ہے؟ جب محبت اور اخلاص والے لوگوں کو وہ لائے ہیں تو ویسا ہی ہوگا اور وہی ہوئے بھی ہیں۔ لکھنے سے کیا فائدہ ہے۔ جو لوگ خود ہی غافل ہیں ان کو دوسرے کیا عاقل بنائیں گے:

رقیب مژدہ' وصلت اگر نداد چہ شد
من از طپیدن دل یافتم کہ یار رسید

(دربان نے اگر تیرے وصال کی خوشخبری نہیں دی تو کیا ہوا
میں اپنے دل کی تڑپ سے سمجھ گیا کہ دوست آ گیا ہے۔)

اللہ محبت میں زیادتی عطا فرمائے۔

مکتوب:110

مولانا عمادالدین حسین،

راقم الحروف کی طرف سے دعاء پہنچے:

درد مند عشق را دارو بجز دیدار نیست

(عشق کے ماروں کا علاج سوائے دیدار کے اور کچھ نہیں ہے)

جب بھی قلب کی طرف متوجہ ہوتے ہیں، ایک قسم کی گرمی و حدّت اور تیز دھڑکن محسوس ہوتی ہے۔ یہ ذات الٰہی کا ملاحظہ ہے۔ یہاں کسی کو دخل نہیں ہے۔ مبتدی حضرات قلب صنوبری کو دیکھتے ہیں بارش کا پانی راستے سے گزر کر دریا میں جا گرتا ہے کسی کو خبر ہوتی ہے۔ دوبارہ سہ پارہ خط ملا۔ پہلے تو میں جسم سے معذور ہوں اور دوسرے آنکھ سے۔ حالانکہ مجھے آپ سے محبت ہے لیکن خط ملاقات کرتا ہے، میں نہیں۔ جیسی ملاقات میں کرتا ہوں آپ کو اس کی خبر نہیں ہے۔ اگر میں لکھ دوں تو یہ طریقت کے خلاف ہوگا۔ حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ نے ملاقات نہیں کی حج نہیں کیا۔ اُدھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اہل و عیال کو چھوڑ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر پر روانہ ہوگئے۔ ان سب باتوں کا کیا سبب ہے۔ اس سلسلے میں خاموشی ہی بہتر ہے۔

مکتوب:111

عزیزم عماد الدین حسین سلمہ!

دعا کے بعد عرض ہے کہ خط ملا اور حالات معلوم ہوئے:

چو بر گردد فلک مکحول سازد تاج شاہی را

(جب آسمان دشمن ہو جاتا ہے تو شاہانہ تاج کو بھی سیاہ رنگ بنا دیتا ہے)

ہم لوگوں کو اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ اس نے ہم لوگوں کو محمد ﷺ کا وارث بنایا اور دوسروں کو شدّاد اور نمرود کا وارث بنایا۔ الحمد للہ۔ آپ کو طاقت نہیں ہے اور زاد سفر بھی میسر نہیں ہے تو پھر حج معاف ہے۔ اور شہر میں آنا تو پہلے ہی معاف تھا:

افسر شاہی ما بی سرو سامانی ما

(میرا شاہی تاج میری بے سرو سامانی ہی ہے)

گوشہ گیر ہو کر درود پڑھیں۔ اس سے بھی دل کار آمد ہوتا ہے۔ قرآن کریم کی تلاوت کریں۔ نفس کافر تو روٹی چاہتا ہے، اس سلسلے میں دوسرا راستہ اختیار کرنا چاہیے۔ والنفس حقٌ (نفس کی کارستانی سچ مچ ہے)

والدعا۔

مکتوب:112

عمادالدین حسین! راقم کی طرف سے سلام ودعا پہنچے۔

پہلے خط ملا تھا۔ خوشی ہوئی۔ اللہ محبت میں اضافہ فرمائے۔ یاد کرنے کے سبب دوری مٹ جاتی ہے اور دوست ساتھ نظر آنے لگتا ہے۔ بعض نام سننا اچھا لگتا ہے اور بعض وقت برا لگتا ہے۔ جیسا کہ حضرت بایزید بسطامیؒ جب کسی کی زبان سے اللہ کا نام سنتے تو اس کا منہ میٹھا کر دیتے اور کبھی اسی کے منہ پر پتھر بھی مارتے تھے۔ ان دونوں مقامات کی کیفیت بیان کرنے کی میرے اندر طاقت نہیں ہے۔ آپ کو خود بخود کشف ہو جائے گا:

دوئی را نیست رہ در حضرت تو
ہمہ عالم توئی و قدرت تو

(تیری جناب میں دوئی کے لیے کوئی راستہ نہیں ہے۔ تمام
عالم آپ ہی ہیں اور آپ کی قدرت ہے)

ایک بزرگ نے کہا ہے:

ہم سایہ و ہم نشیں و ہمرہ ہمہ اوست
در دلق گدا و در اطلس شہ ہمہ اوست
در انجمن فرق و نہاں خانہ جمع

والـلـه هـمـه اوسـت ثم بـالـلـه هـمـه اوسـت

(ساتھ رہنے ساتھ بیٹھنے اور ساتھ چلنے والا سب وہی ہے۔ فقیر کی گدڑی میں اور بادشاہ کے ریشمی لباس سب میں وہی ہے۔ وہ لوگوں کی جلوت ہو یا خلوت، خدا کی قسم، سب وہی ہے)

جب محمد ﷺ معراج سے تشریف لائے تو حضرت فاطمہ رضی اللّٰہ عنہا نے پوچھا:

رأیت ربّی

(آپ نے میرے رب کو دیکھا؟)

فرمایا:

رأیت ربّی بصورة النساء

(میں نے اپنے رب کو عورتوں کی صورت میں دیکھا)

حضرت حسین علیہ السلام سے آپ ﷺ نے فرمایا:

رأیت ربّی بصورة الامرد

(میں نے اپنے رب کو امرد یعنی نابالغ کی صورت میں دیکھا)

حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ سے آپ نے فرمایا:

رأیت ربّی بصورة الشباب

(میں نے اپنے رب کو جوانوں کی صورت میں دیکھا۔)

اس کا کیا مطلب ہے۔ معلوم کرنے کی کوشش کریں۔ سب وہی ہے۔ دوسرے کی گنجائش ہی نہیں ہے۔ اے بھائی:

محمدؐ بصورتِ عرب آمده

بمعنی نگر عین رب آمده

(محمد ﷺ ایک عرب کی صورت میں تشریف لائے لیکن معنوی اعتبار سے آپ دیکھیں تو محمد ﷺ کی صورت میں رب ہی کی آمد ہوئی۔)

اللہ نے اٹھارہ ہزار عالم کو پیدا کیا مگر کسی کو نہیں کہا کہ:

اِنّی جاعلٌ فی الارض خلیفة

(میں زمین میں اپنا جانشین بنانے والا ہوں)

مگر حضرت آدم علیہ السلام کو۔

من عرف نفسه فقد عرفه ربه

(جس نے اپنے آپ کو پہچانا بیشک اس نے اپنے رب کو پہچانا)

کسی نے کیا خوب کہا ہے:

ای قوم بحج رفته کجائید کجائید

حاجت بطلب نیست شمائید شمائید

(اے حج پر جانے والے لوگو! تم کہاں جا رہے ہو۔ طلب کی حاجت نہیں ہے۔ وہ تو تم ہی ہو)

هو فی انفسکم افلا تبصرون

(وہ (رب) تمہارے اندر موجود ہے تو کیا تم نہیں دیکھتے)

اسی معنی میں آیا ہے۔

مکتوب:113

عماد الدین حسین سلمہ!

سلام و دعا کے بعد معلوم ہو کہ فیضان الٰہی، اصلی دل پر ہی نازل ہوتا ہے۔ اس کی روشنی پہلے قلب پر پڑتی ہے اس کے بعد تمام اعضاء میں جاری ہو جاتی ہے۔ روح کو بھی اس سے لذت حاصل ہوتی ہے۔ جسم سے کوئی مطلب نہیں ہے۔ مگر مخبر صادق ﷺ نے فرمایا ہے ارواحنا اجسادنا ،اجسادنا ارواحنا۔ جب جسم سے تعلق ختم ہو جاتا ہے تو پھر وہی مٹی باقی رہ جاتی ہے۔ بولنے اور سننے کے ساتھ دیگر حرکات وسکنات ویسے ہی رہتے ہیں ان میں کچھ اضافہ ہی ہو جاتا ہے۔ جیسے حیات میں ترقی ہوتی ہے، ویسے ہی موت میں بھی ترقی ہوتی ہے۔ موت جسم پر واقع ہوتی ہے۔ روح اپنی جگہ باقی رہتی ہے، اس میں کوئی خلل نہیں آتا۔ جب روح کے ساتھ مناسبت پیدا ہو گئی۔ پھر ہر طرح کا فائدہ حاصل ہوگا۔ جسم کی حرکات وسکنات، روح کی معاونت سے ہے۔ جیسا کہ ریت، بالو اور پتّے ہوا کی مدد سے ٹوٹ کر آسمان کی طرف چلے جاتے ہیں، نباتات اور سنگریزہ سے بادل برآمد ہوتا ہے۔ وہ ذکر جو آپ خود سنتے ہیں، صحیح نہیں ہے۔ الگ الگ سنیں تو بہتر

ہے۔ آپ کو بولنے کی طاقت ہے لیکن آپ نہیں سنتے ہیں۔ آلات و ہتھیار کی مدد سے حیوان اور کفار کو بھی معلوم ہو جاتا ہے:

گوش نی دارم و می شنوم همه
چشم نی دارم و می بینم همه

(میں کان نہیں رکھتا ہوں لیکن سب کچھ سنتا ہوں۔ میں آنکھ نہیں رکھتا ہوں لیکن سب کچھ دیکھتا ہوں۔)

وہ کسی بھی جگہ نہیں ہے اور ہر جگہ ہے۔

اِنّ اللّٰہ بکل شئ محیط

(بیشک اللہ ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے)

محیط اور محاط خیال میں نہیں آتا ہے۔ مجھ کو خالق سے مطلب ہے نہ کہ مخلوق سے۔ دوست جو کچھ بھی کرے محمد ﷺ کو اللہ ہی سے سروکار رہے گا:

با دوست رسیدیم و از خویش گزشتیم
از خویش گذشتن چه مبارك سفر بود

(ہم اپنی ذات سے گزر کر دوست کے پاس پہنچ گئے۔ اور اپنی ذات سے گزرنا کتنا مبارک سفر تھا۔)

مکتوب:114

نور چشم عماد الدین سلمہ!

دعا کے بعد عرض ہے کہ وہ بینوا، جس کو محبوب پہچانتا ہے، اس کے لیے سجادگی سے قدم باہر نکالنا، شرم کی بات ہے۔ عشق یہی چاہتا ہے۔ اور محبت ایسی ہی ہونی چاہیے:

رسیدہ ایم بجائی کہ کس بمانرسد
بہ اوج بیکسی ما پر ھما نرسد

(ہم وہاں پہنچ گئے ہیں جہاں کوئی ہم تک نہیں پہنچ سکتا۔ میری بیکسی کی بلندی تک ھُما کا پَر بھی نہیں پہنچ سکتا۔)

میرے عزیز:

عشق را نازم کہ یوسف را ببازار آورد
همچو صنعا زاهدی را زیر زنّار آورد
جذبۂ عشق زلیخا بین که از کنعاں کشید
ورنہ همچو یوسفی کو ببازار آورد
هر کہ صاحب عشق آمد مست شد
هر دو عالم زیر پایش پست شد

(مجھے ایسے عشق پر ناز ہے جو یوسف کو بازار میں لا کھڑا کرتا ہے اور صفا کی طرح ایک زاہد کو زنّار کے نیچے لے آتا ہے۔ زلیخا کا جذبۂ عشق دیکھئے جو یوسف کو کنعان سے کھینچ لایا ورنہ یوسف کی طرح کون کس کو بازار میں لاتا ہے۔ جو عشق والا ہو گیا وہ مست ہو گیا۔ پھر دونوں جہان اس کے قدموں کے نیچے ہوگا)

عاشقی کیا ہے۔ اپنی ذات سے گزر کر معشوق کے درجہ تک پہنچ جانا۔ بلکہ عاشق و معشوق سے بھی گزر جانا۔ میں اعتراف کرتا ہوں کہ میرا اس منزل میں گزر نہیں ہے:

زمیں آسمان کو تو آخر عدم ہے
یہ دونوں سے باہر ہمارا قدم ہے

ایک دوہا یاد آیا:

کو لکھے کس کو لکھے یہاں دوئی ذرا نہ سماوے
یہاں تو ایک ہی ایک ہے سو یہی لکھا نہ جاوے

والدعا۔

مکتوب:115

عـــاقـــلان را شـــرع تـــکـــلیف آمـــده
عـــاشـــقـــان را عشـــق تشـــریف آمـــده
(عقل والوں کے لیے شریعت باعث تکلیف ہے۔ جبکہ
عاشقوں کے لیے عشق شرف اور بزرگی کی بات ہے۔)

اس کے ساتھ ہونا اور اس کے پاس ہونا صدیق اور معصوم کا مقام ہے۔ میرا وہاں گزر نہیں ہے۔ عشق کس کو اور ہمت کہاں ہے۔

العشق جنون الصبی یحرق ماسوای اللّٰہ
(عشق حقیقی اللہ تعالیٰ کا بخشا ہوا جنون ہے جو ذوق وشوق الٰہی کے
علاوہ ہر چیز کو جلا کر ختم کر دیتا ہے)

عشق میں سوائے اس کے اور کوئی نہیں رہتا۔ اپنی انا کو راہ نہیں دینا چاہیے۔ وہ جو کچھ کرتا ہے، وہی ہوتا ہے۔ حال ہوتا ہے قال نہیں ہوتا ہے:

مـن نـمیـگـویم انـا الـحـق یـار میـگـوید بـگـو
بـــرســـرِ بـــازار میـــگـــویـــد بـــگـــو
رس بـــــردار میـــگـــویـــد بـــگـــو
(میں انا الحق نہیں کہتا دوست کہتا ہے کہ کہو۔ وہ سر بازار کہتا

ہے اور سولی کے پاس کہتا ہے کہ کہو)

دیوانہ جو کچھ کرتا ہے اس کو دیوانگی پر محمول کر کے چھوڑ دینا چاہیے۔ ان سب کے باوجود اس نے یہ نہیں کہا کہ وہ کامل ہے۔ اگر کوئی ہوتا ہے تو اُسے اس مقام سے مقام زوجیت تک پہنچا دیتا ہے کہ وہ محفوظ رہے۔ سوال حرام ہے۔ بعض مقام پر تو نفس کی مخالفت فرض وواجب کے درجہ تک پہنچ جاتی ہے:

نفس قانع گر گدائی میکند

فی الحقیقت بادشاہی میکند

(قناعت پسند نفس اگر گدائی کرتا ہے تو وہ درحقیقت بادشاہی کرتا ہے)

اگر اس مقام پر پہنچ جائیں تو کیا کہنا۔ ایک فقیر کو دونوں جہان بھی بخش دیا جائے تو وہ فقیر ہی رہے گا:

ما برون را ننگریم وقال را

ما درون را بنگریم و حال را

(ہم ظاہر کو اور قال کو نہیں دیکھتے ہیں۔ ہم باطن کو اور حال کو دیکھتے ہیں۔)

یہ عقل وفہم سے باہر کی چیز ہے:

خلق می گوید کہ خسروؔ بت پرستی میکند

آری آری میکنم با خلق و عالم کار نیست

(لوگ کہتے ہیں کہ خسرو بت پرستی کرتا ہے۔ ہاں ہاں میں کرتا ہوں، مجھ کو دنیا اور دنیا والوں کی کوئی پروا نہیں ہے۔)

عشق کی منزل تو دوسری ہے۔ مجھ کو اللہ تعالیٰ اس راستے میں استقامت عطا فرمائے۔ کرامت پر استقامت سے باطنی اطمینان مراد ہے نہ کہ ظاہری سکون۔ اگر والدین، فرزندان اور دیگر متعلقین کی پرورش کی ذمہ داری اپنے اوپر ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کہاں ہے۔ ایسا نہیں ہوتا ہے۔ ایسا یا تو عدم میں ہوگا یا پھر قِدم میں، پاؤں کو فرش کی حد تک چھپانے سے منع کیا گیا ہے۔

آنکھوں کی سیاہی ساتھ نہیں دے رہی ہے۔ کاغذ کانٹے کی طرح آنکھوں میں چبھ رہا ہے۔ چند حرف بمشکل لکھے گئے۔

والسلام۔

فائدہ: عاشق کا کام تو بس اتنا ہونا چاہیے کہ وہ دوست کی رضامندی کے ساتھ رہے اور اس سے خوش رہے۔ لیلیٰ مجنوں کے پیالے کو روزانہ توڑ دیتی تھی اور مجنوں، اس سے خوش ہوتا تھا۔ اگر وہ ننگا، بھوکا بھی رکھے اور میں اس کا اظہار کرنے لگوں تو یہ دوست کی شکایت ہو جائے گی اور اگر میں اس پر ناراضگی کا اظہار کرنے لگوں تو پھر رضا کہاں رہی۔ شیخ سعدیؒ نے کہا ہے:

تیغ برمن کشی زنی برقیب
این کرم تو کم از ستم نشود

(تم مجھ پر تلوار کھینچتے ہو اور رقیب کو مارتے ہو، تیرا یہ کرم، ستم سے کم نہیں ہے)

دوست کی نگاہ، ہر لمحہ عاشق کی طرف ہونی چاہیے خواہ نگاہ کرم کی ہو یا غصّہ کی۔ اپنی ذات کو مقصود نہیں بنانا چاہیے:

عــاشــق آں انــد کــہ در راہ خـدا سـر بـدھـنـد
ایــن نــدانــنــد کــہ مـقـصـود شـود یـا نشـود
(عاشق وہ ہیں جو خدا کے راستہ میں سر دیتے ہیں اور یہ نہیں
سوچتے ہیں کہ مقصود حاصل ہوگا یا نہیں)

معلم الملکوت سے ایک شخص نے ایک روز کہا کہ سیاہ کمبل کو ایک گھر کے عوض فروخت کر دو۔ اس نے کہا کہ میں فروخت نہیں کروں گا۔ اگر میں بیچ دوں گا تو میرا کاندھا ننگا ہو جائے گا۔ ہزاروں افراد جنت میں جائیں گے اور میں جہنم میں۔ اور مجھے اس سے خوشی ہوگی۔ اس لیے کہ میں نے اپنے دوست کے علاوہ اور کسی کو سجدہ نہیں کیا۔ بہت سے اولیاء اللہ خوف سے روتے رہے ہیں۔ کاش، مجھ کو یہ مقام حاصل ہوتا۔

والدعا۔

مکتوب:116

مولوی عماد الدین حسین کو سلام و دعا پہنچے۔

اللہ کی نگاہ، ہر وقت بندوں پر رہتی ہے، البتہ مقصد کا حصول، اللہ ہی جانتا ہے۔ یہ کہنا کفر ہے کہ ہر مخلوق کا رب الگ الگ ہے۔ یہ صحیح ہے کہ تمام عوارض، آنکھ کے تابع ہیں، لیکن خود آنکھ کو قرار ثبات نہیں ہے۔ اس لیے کہ یہ ایک طریقہ پر نہیں ہے۔ جیسے دریا کا پانی یا شمع کی آگ۔ بظاہر ایک جیسے نظر آتے ہیں، لیکن باطن میں ایک لمحہ کے لیے بھی قرار نہیں ہے۔

ہر شخص کو اپنے اندر یکسانیت کی تجدید ہوتی رہتی ہے۔ دوری اور نزدیکی نسبت سے ہے۔ دراصل دور اور نزدیک نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ محیط ہے۔ لیکن محیط ہونا محال ہے۔ یہ خیال میں بھی نہیں آتا ہے۔ (عقل و خرد کے بت خانہ سے) جنون کی مسجد میں (بہ نیت اعتکاف) ہمیشہ محزون رہیں۔ دراصل خلل نہیں ہے۔ عوارض کے سبب ایسی باتیں ہوتی رہتی ہیں۔ ورنہ ہر شخص کی شان الگ الگ ہے۔ یہ سب بشری تقاضے ہیں۔ ان سے گذر جانا چاہیے۔

والدعا۔

مکتوب: 117

اے عزیز! راقم الحروف کی جانب سے دعا پہنچے۔

زمانہ نے دوسری رفتار پکڑ لی ہے۔ دنیا میں وفا نہیں رہی۔ مروت بیمار ہو کر رہ گئی ہے۔ پہلے دوستوں سے راحت ملتی تھی اب رنج اور تکلیف ہوتی ہے تمام چیزوں کو چھوڑ دیں۔ اب تو کسی سے تعلق رکھنا بھی اچھا نہیں لگتا۔ ایسی جگہ چلنا چاہیے جہاں کسی سے ملاقات ہی نہ ہو۔ اپنی فکر میں رہیں جو کچھ پیش آئے گا وہ اپنے ہی اوپر پیش آئے گا۔ وہی ہوگا جو اللہ کی مرضی ہوگی۔ سردی، گرمی اور بارش اللہ نے پیدا کی ہے۔ تکلیف ہو یا راحت، سب اللہ کی مہربانی ہے۔ جو پیش آنے والا ہے، وہ پیش آ کر رہے گا۔ جہاں بھی ہم رہیں گے وہاں یا تو اللہ کی مہربانی ہوگی یا پھر قہر وغضب۔ جو بھی ہونا ہوگا، وہ ہوگا۔ ہر جگہ اللہ کی مدد ہوتی ہے۔ خواہ وہ خزانہ عطا فرمائے یا آزمائش میں مبتلا کردے لیکن مخلوق کا احسان اپنے اوپر نہ رہے۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ لوگ کیا کہیں گے۔ مجھ کو تو خالق سے مطلب ہے اور مخلوق سے نہیں۔ دوست جو چاہے کرے۔ تمام رموز کا تعلق، اللہ تعالیٰ کی

ذات سے ہے:

با دوست رسیدیم و از خویش گذشتیم
از خویش گذشتن چه مبارك آان سفر بود
(ہم خود سے گذر گئے اور دوست تک پہنچ گئے۔
اور خود سے گذر جانا کتنا مبارک سفر تھا)

دنیا کی مسرت و راحت بھی، اللہ ہی عطا فرماتا ہے بندوں سے درخواست کرنا، بہت بُری بات ہے۔ کیا عرض کروں بڑے سایہ میں ہونا اچھا ہے اور میرے لئے اللہ کا سایہ اچھا ہے۔ نہ آنکھوں میں قوت ہے، نہ دل میں طاقت ہے اور نہ عشق میں حوصلہ ہے پھر بھی سب کا پنجہ مل کر بھی ناتوان ہے۔

والدعا۔

مکتوب:118

مولوی عمادالدین حسین کوسلام و دعا پہنچے۔

ایں پیک نامہ بر کہ رسید از دیار دوست

آورد حرزِ جاں ز خط مشکبار دوست

(یہ قاصد جو دوست کے دیار سے آیا ہے، یہ دوست کے خوشبودار خط کی شکل میں گویا روح کے لیے تعویذ لے کر آیا ہے۔)

آنے کا ارادہ تھا لیکن حسب معمول، زادِراہ میسّر نہیں رہا۔ میرے بھائی:

فلک را چہ غیر ازین خود نیست کاری

کہ یاری را جدا سازد زیاری

(آسمان کو اس کے علاوہ اور کون کام ہے کہ وہ دوست کو دوست سے جدا کرتا رہے۔)

نبوت کے باوجود، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے چند سال بکریوں کو چرایا ہے۔ جنگل میں گئے، بادل آ گیا، چوپائے بھاگنے لگے۔ بیوی کو دردِ زہ ہوا۔ آگ کی تلاش میں گئے کوہ طور کی جانب دوڑے۔ سراب نظر آیا۔ پہاڑ پر پہنچے پھر وہاں تو ایک دوسرا ہی پھول کھل گیا۔ حکم ہوا جاؤ فرعون کو دین حق کی دعوت دو۔ حضرت موسیٰ نے دعا کی۔ حکم ہوا جاؤ اس پر فتح حاصل ہو گی۔ اس پر کچھ شک ہوا۔ آخر

غضبناک ہو کر فرمایا۔ دریائے نیل کو جوش آیا اور فرعون غرقاب ہوا۔ افسوس ہمارے حال پر:

دوستاں را حال اینست وای بربیگانۂ

(دوستوں کا یہ حال ہے تو بیگانوں پر تو مزید افسوس ہے)

اس سے زیادہ آپ خود بہتر سمجھتے ہیں، میں کیا لکھوں:

درین رہ می روی ہشیارتر رو
تو نازنیناں را چہ دانی

(جس راستے میں تم جا رہے ہو تو ہوشیاری کے ساتھ جاؤ۔ اس لئے کہ نازوالوں کا ناز تم نہیں جانتے ہو)

والدعا۔

مکتوب:119

مولوی عماد الدین حسین کو راقم الحروف کی جانب سے سلام و دعا پہنچے۔

ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پہلے ایک مرد جنت میں جائے گا، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خوش ہوگئے۔ کچھ دیر کے بعد پھر آپ ﷺ نے فرمایا پہلے ایک مرد، جہنم میں جائے گا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خوف زدہ ہوگئے۔ آپ نے سمجھا کہ وہ ایک آدمی شاید ہم ہی ہوں۔

الایمانُ بین الخوف و الرجاء

(ایمان، ڈر اور امید کے درمیان ہے)

کا یہی معنی ہے۔

یہ جو لکھا تھا کہ ہم چک مجاہد میں ہیں اور حضرت شہر میں تو جب تک اس پر نظر ہے تو علیحدگی ہوگی۔ بابا! دونوں جہاں کی دوری، صرف ایک نقطہ کی مانند ہے۔ دوری تو تب تک ہوگی جب تک کہ تیرا ''تو'' ہوگا اور جب تم ''تم'' نہ رہو گے تو کون ہوگا، سب خدا ہوگا۔ اور جب یہ عالم ہو تو دیکھنا شرک اور جاننا حجاب ہوا۔ سچے دل سے اس بھید کو پا جاؤ۔

ادب تاجیست از لطف الٰہی

(ادب اللہ تعالیٰ کا تاج ہے اپنی عنایت سے جس کو چاہے عطا فرما دے)

وہ جس کو چاہے عطا فرما دے۔ والدعا۔

مکتوب:120

میرے عزیز راقم الحروف کی جانب سے سلام ودعا پہنچے۔

خط ملا۔ دل خوش ہوا:

از عندلیب صلح کنم یا به باغبان
ائے گل بگو بخاطرعا طرچه می رسد
(اے پھول بتاؤ کہ تمہارے خوشبودار دل پر کیا گزرتی ہے
میں بلبل کے ساتھ صلح کروں یا باغبان کے ساتھ۔)

دوست ناراض ہو، یہ ممکن نہیں۔ اُس کی جفا، اُس کا کرم ہے۔ دوسروں کے ساتھ وہ جفا نہیں کرتا، وہ اپنوں کے ہی ساتھ ہی کرتا ہے:

یار اگر جفا کرے چاہیے دل وفا کرے
وہ نہ کرے تو کیا کرے یہ نہ کرے تو کیا کرے

کیا کیا جفا اے ظالم! تیری نہیں سہی
لیکن شکایتوں سے زبان آشنا نہیں

جہاں میں اور تو کا جھگڑا ہی نہیں ہوگا، وہاں شکایت کہاں ہوگی۔ عام لوگ میری باتوں کو شکایت سمجھتے ہیں۔ ہم کو اس سے مطلب۔ شکایت کس سے

کریں۔

مجرّد (تنہا) رہنا اچھی بات ہے۔لیکن مجرد کا مطلب یہ نہیں ہے کہ بیوی بچے نہ ہوں بلکہ اپنی محبت سے آزاد اور مجرّد رہیں۔

نہ روح کو کوئی غم ہوتا ہے اور نہ نور کو کوئی رنج ڈر اس بات کا ہے کہ کہیں محبت (غیر اللہ میں نہ جا پڑے)

والدعا۔

مکتوب: 121

میرے عزیز! سلامت رہیں۔

آپ کا خط ملا۔ دل کو مسرّت حاصل ہوئی۔ خدا کی قسم آپ کے جملہ حروف میرے لئے باغ و بہار کا درجہ رکھتے ہیں۔ الحمدللہ! اشعار آپ کے قال و حال کے مظہر ہیں، وہ زبان کہاں ہے جو اس کا شکر ادا کر سکے۔

وقلیلاً من عبادی الشکور

(میرے بندوں میں بہت ہی کم شکر گزار ہیں)

وہ دل کہاں ہے جو ان اشعار کے معنی کو سمجھ سکے۔ جس نے بھی دیکھا، خوش ہوا۔ اللہ تعالیٰ اس سے زیادہ عطا فرمائے۔

برسات کے بعد آپ آنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ خودی و انا کو دور کیجئے اور اپنے اندر تلاش کیجئے اپنے اندر ہی پائیگا۔

اے جانِ پدر:

آنجا کہ توئی من آمدن نتوانم
ماخود چہ کسم کہ پیش من آئی تو

(جس جگہ 'تو' ہے، وہاں 'میں' نہیں آسکتا۔ بھلا میری کیا

حیثیت کہ تو میرے سامنے آئے)

ہم اور تم نہیں ہوں گے ماضی، حال اور مستقبل نہیں ہوگا۔ الآن کما کان (جو کبھی تھا وہی ابھی ہے) چاہیے۔

بابو کی والدہ کے لیے آپ نے نقش طلب کیا تھا۔ نقش کام میں نہیں آتا ہے۔ نقاش کو بھیجا جاتا ہے، وہ دے دیگا شاید نہیں کھائے۔ لیکن ایک کمر میں ڈال دیں اور تین عدد کھائیں۔ آرام ہوجائے گا اور دوسروں کو بھی دے سکتے ہیں۔ ہم نے اجازت دی۔

مکتوب:122

میرے محبّ! راقم الحروف کی جانب سے دعا پہنچے:

دیر است کہ دلدار پیامے نہ فرستاد
ننوشت سلامی و کلامی نہ فرستاد

(کتنے دن گذر گئے لیکن محبوب نے کوئی پیغام نہیں بھیجا۔ نہ تو سلام ہی لکھا اور نہ کوئی کلام ہی بھیجا)

جس نے بھی کہا ہے، بالکل صحیح کہا ہے:

میان دوستداران رسم مکتوب
قلم از خود تراشید ست گویا

(دوستوں کے درمیان خط لکھنے کی رسم قلم نے گویا خود ایجاد کی ہے)

محبت کو یہ گوارا نہیں ہے کہ وہ دوست کا نام اپنی زبان پر لائے۔ پہلے حضرت بایزیدؒ جس کسی کی زبان سے بھی اللہ کا نام سنتے اس کے منھ میں شکر ڈال دیتے۔ جب اِس سے بلند تر مرتبہ پر وہ پہنچے تو پھر جس کسی کی زبان سے وہ اللہ کا نام سنتے، شکر کی جگہ پر اس کے منہ پر پتھر مارتے۔ ہر بات کی کوئی جگہ ہوتی ہے اور ہر نکتہ کا کوئی مقام ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ذوق وشوق میں اضافہ فرمائے۔

والدعا۔

مکتوب:123

برادر طریقت، رہبر حقیقت صوفی محمد دائم صاحب! اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی قدرت کا مشاہدہ کرائے۔ کاتب کی جانب سے سلام قبول ہو۔

مردوں کے قلب پر، کبھی لفظ اور کبھی معنی ظاہر ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ پہلے مخدوم بدر عالم وغیرہ کے ساتھ یہ معاملہ تھا۔ اب بھی ہوتا ہے۔ اور ایسا ہونے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ احباب نماز وغیرہ میں نعرہ مارتے ہیں۔ اگر اب ہو تو معانقہ کرنا چاہیے اور پانی دم کر کے پلانا چاہیے۔ سکون حاصل ہوگا۔

بھائی! اسم ذات کو عربی، فارسی عبارت کے بغیر پڑھنا چاہیے۔ ترقی حاصل ہوگی۔ صاحبان کے دل میں یہ بات نہیں آسکتی۔ اس ذات بے کیف کو بے شامل صفات کے ساتھ ملاحظہ کرنا چاہیے۔ جیسا کہ وہ ہے۔ جب کبھی کیفیت ملک (کامل) ہو جائے گی تو پھر کبھی نعرہ نہیں مارے گا۔ بھائی! جب تم نہیں رہو گے تو پھر کون رہے گا۔ صرف خدا رہے گا اور بس!

مـــا درون دوســـت و مـــا در دوستیـــم
مـغـــز جـــانـم اوســت مـــا چـون پـوستیـم
(میں دوست کے اندر ہوں اور میں ہی دوستی میں ہوں

میں تو پوست کی طرح ہو اور وہ میری جان کا مغز ہے)

شیخ عبد القادر جیلانیؒ جیسے بزرگوں نے تصرّف کیا ہے۔ اے صاحب! اس کی ذات میں سب فنا ہو گئے۔ باقی رہ گیا صرف اللہ تعالیٰ۔ اس کی ذات کے بارے میں فرمایا، بندہ سے کیا انصاف فرمائیں گے۔ جو شخص اس کی ذات میں فنا ہو گیا اگر وہ اناالحق نہ کہے تو پھر کیا کہے۔

سبحانی ما اعظم شانی

(میں ہی پاک ہوں اور میری شان بلند و اعظم ہے)

نہ کہے تو پھر کیا کہے۔ رسول ﷺ نے فرمایا

انا احمد بلامیم

(میں بغیر 'میم' کا 'احمد' ہوں)

لیکن شریعت کے بغیر چارہ نہیں۔

روا باشد انا الحق از درختے
چرا نبود روا از نیک بختے

(اگر ایک درخت کا انا الحق کہنا جائز ہوسکتا ہے تو پھر یہ ایک نیک بخت کی زبان سے کیسے جائز نہیں ہوسکتا ہے)

کسی کے ہاتھ میں خط نہ پڑے زمانہ مناسب نہیں ہے۔ فقط۔

مکتوبات دراعمال

مکتوب: 124

میرے عزیز! سلام و دعا پہنچے۔

ایک خط آپ نے لکھا تھا۔ پوس، ماگھ کے مہینوں میں خوف و اندیشہ ہے۔اس لئے میں نے دونوں مہینوں میں کچھ پڑھا۔ پھاگن کا مہینہ آگیا تو میں نے چھوڑ دیا۔آپ لکھتے ہیں کہ پھاگن اور چیت میں خوف و اندیشہ ہے جیسا کہ نظر بھی آرہا ہے تو خود یا کوئی اور شخص، رات کے دوحصّے گزرنے کے بعد سورۂ مزمّل پڑھیں۔لباس سلا ہوا نہیں ہو۔ پانچ موم بتیاں روشن ہوں۔ ہر روز ایسی شیرینی ہو جن میں اناج قسم کی کوئی چیز نہ ہو۔ انشاء اللہ مقصد حاصل ہوگا۔ اکتالیس بار سورۂ مزمّل پڑھیں نیا مہینہ ہوگا۔آخر اس مہینہ کو زوال ہو جائے گا۔حضرت مخدوم شرف منیریؒ،مخدوم بدر عالمؒ،مخدوم شاہ احمد چرمپوشؒ،مخدوم شاہ شعیبؒ اور مخدوم شمس الدین حقانیؒ کی نیاز کریں۔

مکتوب:125

میرے عزیز!

دعا کے بعد معلوم ہو کہ خط ملا اور تمام لوگوں کی خیریت معلوم ہوئی۔

صاحب! ہر بات کا تفصیلی جواب لکھ کر بھیجا گیا تھا مطالعہ کیا ہوگا۔آج دس تاریخ ہے۔محمدامین شیرینی کے ساتھ پہنچے۔جو کچھ کہا گیا تھا،سب حاضر کر دیا۔

میرے عزیز!

اگر بندہ کو لوگ صحت و عدم صحت کا ذمہ دار ٹھہرائیں تو ایسی باتوں کا جواب دینا شرعاً درست نہیں ہے۔اس قسم کی باتیں پہلے بھی لکھی گئی ہیں۔سید عبدالعلی کے لوگوں سے خط ملا ہوگا اور دوسرے معاملے میں جو کچھ پیر دستگیر نے فرمایا ہےاس پر عمل کیا بہت اچھا کیا۔آگے وہ جیسا فرمائیں ویسا ہی کیا کریں۔

لکھا گیا تھا کہ اگر صحت کی نماز مرحمت ہو جائے تو خوب۔میرے عزیز! دو رکعت نماز شفاء المرض پڑھیں۔گیارہ بار قل یاایھاالکافرون. گیارہ بار قل ھو اللّٰہ پڑھیں اس کے بعد سلام پھیریں اور کہیں کہ اِس دو رکعت نماز کا ثواب حضرت بدرالدین شمائلی کو ہدیہ کیا پھر سربسجدہ ہو کر کہیں کہ فلاں کو صحت ہو جائے۔

اس کے بعد ایک ہزار ایک سو اٹھاسی بار کہیں

ارحم بکرمک یارحیم

(اے رحیم اپنے کرم سے رحم فرما)

اس کے بعد پڑھنے والے کے ساتھ یا مریض کے ساتھ جو کچھ پیش آئے مطلع کریں۔ بہتر ہوگا۔

والدعا۔

مکتوب:126

جان من جسم من (سلطان احمد) سلامت رہیں۔

آپ کی صحت کی خبر سے خاص طور پر قلبی مسرّت ہوئی۔

خط رسید غنچۂ باغ دلم شگفت
گویا کہ خط ہائے تو باغ و بہار ماست

(خط ملا تو میرے دل کے باغ کی کلی کھل گئی کیوں کہ
تمہارے خط میرے لئے باغ و بہار کے مانند ہیں)

بہ بالید از بسکہ بر خویشتن
ز شادی نگنجید در پیرہن

(اتنی مسرّت طاری ہوئی کہ خوشی سے اپنے لباس میں نہیں سمائے)

اللہ تعالیٰ، نورِ چشم کو محمد ﷺ کے صدقہ اور طفیل میں دوستوں کی آنکھوں کے لئے روشنی کا باعث بنائے۔ آپ نے لکھا تھا کہ سعادت مند قمر الدین حسین زاد عمرہٗ کو آشوب چشم ہے۔ الحمدللہ (سورۂ فاتحہ) سات بار پڑھ کر دم کریں اور پانی پر پڑھ کر بھی اس سے آنکھوں کو دھوئیں صحت ہوگی۔

والدعا۔

مکتوب درباب شفا:127

عزیزم!

فقیر کی جانب سے دعا پہنچے۔

خط ملا۔ احمد کی والدہ کی ناسازیِ طبع کی خبر سے سخت تشویش ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ جو کچھ ہم نے لکھا تھا، اس پر عمل نہیں کیا گیا۔ لہٰذا ایک بار پھر لکھا جاتا ہے کہ روزانہ ایک وقت مقرر کر کے اکیس بار گھر میں یا مریض کے کان میں اذان دیں۔ مرض دفع ہوگا۔

والدعا۔

مکتوب:128
(رافضیوں کے بارے میں)

میرے عزیز!

دعا کے بعد معلوم ہو کہ روافض کو، بزرگوں سے سخت عداوت ہے۔ اور بزرگوں کو گالی دینا ان کی عادت ہے جس سے وہ باز نہیں آتے۔ سترہ تاریخ کو عصر کے اخیر وقت کفرت الفجرہ (فاجر کافر) سید شاہ عبداللہ کو راستہ میں گالی دے رہا تھا۔ وہ خاموش ہو کر چلے گئے۔ دوبارہ آئے تو وہ پھر عداوت سے گالی دینے لگا۔ انہوں نے شاگردوں سے پوچھا کہ یہ کیا کہہ رہا ہے۔ ساتھیوں نے انہیں حقیقت حال سے باخبر کیا۔ وہ خود ان دو بدبختوں کے مکان تشریف لے گئے۔ سب بھاگ نکلے لیکن آٹھ افراد پکڑائے۔ لوگوں نے انہیں طمانچہ مارنا شروع کیا۔ اگرچہ وہ لوگ تلوار کھینچ کر آئے تھے، لیکن اللہ کے فضل سے کسی کو کوئی نقصان نہیں پہنچا۔ پھر آپ نے اپنے مکان پر واپس آکر مغرب کی نماز ادا کی۔ اس کے بعد وہ پھر ان بد کرداروں کے گھر پر گئے۔ اور دروازے پر دستک دی۔ عورتیں فریاد کرتی ہوئی نکلیں کہ بدکردار، اپنے کیفر کردار کو پہنچے لیکن ہم لوگوں نے تو کوئی قصور نہیں کیا ہے۔ پھر آپ اپنے مکان پر تشریف لے آئے۔ اُدھر روسیاہ دشمن گھر میں جمع

ہونے لگے اور جوابی کاروائی کی تیاری کرنے لگے۔ اِدھر بھی دوست اور مریدوں نے تیاری شروع کردی۔ لیکن خیر، پھر کسی کو مقابلے کی ہمت نہیں ہوئی ورنہ کافر اور بدکردار، جہنم رسید ہوجاتے۔ مالک نے دوزخ کا دروازہ ان لوگوں کے لئے کھول رکھا تھا۔ انشاء اللہ! عنقریب وہ داخل دوزخ ہوں گے۔ اس لیے کہ جو آدمی جو کرتا ہے وہی بھرتا ہے۔

یہ لوگ جو روّیہ، نبی ﷺ اور آل نبی ﷺ کے ساتھ رکھتے ہیں، وہ ظاہر ہے۔ لیکن ازواج مطہرات کے ساتھ یہ لوگ عداوت رکھتے ہیں۔ جبرئیل امین کے بارے میں کہتے ہیں کہ (نعوذ باللہ) وہ غلطی سے حضرت محمد ﷺ کے پاس وحی لے کر چلے گئے جبکہ وحی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نام سے تھی۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر یہ لوگ قرآن پاک کی چوری کا الزام لگاتے ہیں کہتے ہیں کہ دس پارہ قرآن جس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مدح تھی، انہوں نے چُرالیا۔ اس کے باوجود کہ اللہ نے خود کہا کہ قرآن پاک کی حفاظت کرنے والا میں خود ہوں۔ تمام باتیں جھوٹ ہیں۔ یہ لوگ شیطان لعین کی تعلیم پر عمل کرتے ہیں اور اسی کو یہ لوگ سچ سمجھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے۔ اِن بدکرداروں سے تو بہت اچھے منکرین ہیں کہ ان سب چیزوں کے بارے میں کوئی گفتگو ہی نہیں کرتے۔ دلّی کو غارت کرکے یہ یہاں کے لئے مصیبت لے آئے ہیں۔ اللہ فضل فرمائے۔

والدعا۔

اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغولی کا طریقہ

ساتوں لطیفے میں جس بات سے حرکت ذکر پیدا ہوتی ہے، وہ یہ ہے کہ پہلے ۲۵ بار استغفار کرے، پھر بزرگوں کے ارواح طیبہ پر فاتحہ پڑھے پھر ان کے وسیلے سے بارگاہ الٰہی میں طلب فیض و محبت و مغفرت کرے اور اس شخص کی صورت کو تصوّر میں رکھے جس سے ذکر کی تلقین حاصل ہوئی ہے۔ اوّل قلب کے لطیفہ سے، جو بائیں سینہ سے دو انگشت نیچے پہلو کی طرف ہے، اس طرح ذکر کرے اور اسم ذات اللہ کے معنی پر توجہ مرکوز رکھے کہ وہ ذات بے مثال قادر مطلق اور سبحان ہے۔ قلب کی جانب متوجہ رہے اور دل کی توجہ، اسی مقدس مفہوم پر رہے اور زباں کو تالو سے چپکا کر اسم مبارک اللہ، اللہ، اللہ کہے، تب دل میں حرکت پیدا ہو جائے گی۔ پھر روح کا لطیفہ جس کی جگہ دائیں سینے کے دو انگشت کے نیچے ہے۔ بے آواز ذکر کرے، پھر سر کے لطیفہ سے کہ جس کی جگہ بائیں سینہ کے برابر میں وسط سینہ کی طرف دو انگشت آگے بڑھ کر ہے۔ پھر قالب کے لطیفہ سے پورے قالب پر توجہ رکھ کر بے آواز اس طرح اللہ، اللہ کہے تا کہ قالب میں حرکت ظاہر ہو جائے۔ پھر خفی کے لطیفہ سے، کہ اس کا مقام بائیں سینہ کے برابر

وسط سینہ کی طرف دو انگشت بڑھ کر ہے۔ پھر اخفیٰ کے لطیفہ سے کہ اس کی جگہ بیچ سینہ میں ہے۔ پھر نفس کے لطیفہ سے کہ اس کی جگہ پیشانی پر ہے، ذکر کرے۔ یہ طریقہ بزرگان احمدی کا ہے۔ ان کے مراقبات کی یہی شان ہے۔ والسلام

توجہ: اوّل توجہ کو سمجھ لیجئے جو اس فقیر کے بزرگوں کا خاص طریقہ ہے۔ اس کی تشریح کی جاتی ہے۔ پہلے توجہ کو حاصل کیجیے کہ توجہ کا مطلب، روبرو لے آنا ہے یعنی ارادت وعقیدت کے چہرے کو، ہر طرف سے الگ کریں۔ یعنی شرکت سے وحدت کی طرف آجانا ہی حقیقی توجہ ہے۔ توجہ حقیقی ہی پیرومرشد کے چہرے کا آئینہ ہے۔ بلکہ وہی حقیقی چہرہ ہے۔ درحقیقت وہ سامنے ہوجاتا ہے اور **فاینما تولّوا فثمّ وجه الله** (تم جس طرف بھی رخ کرو وہیں اللہ موجود ہے) کے معنی ومفہوم کو سمجھتے ہوئے پورے یقین کے ساتھ، ادھر متوجہ رہے۔ یہاں تک کہ دیدار کے وقت اپنی نگاہ کو اسی معنی پر مرکوز رکھے۔ **ان اللّٰہ لا ینظر الیٰ صورکم ولا اِلیٰ اعمالکم بل ینظر الیٰ قلوبکم واِلیٰ نیاتکم** (اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں کو اور کاموں کو نہیں دیکھتا ہے بلکہ وہ تمہارے دلوں اور نیتوں کو دیکھتا ہے) قلب اور نیت کو تمام چیزوں سے پاک کریں۔ وہی نگاہ اور چہرہ جو حقیقی نگاہ ہے اور جان و دل پر آتا ہے۔ اس کی طرف متوجہ رہیں۔ اپنے جان و دل میں جگہ دیں اس کے بعد اس نظر کے اشارے سے، جو فنا کا غمزہ وعشوہ ہے اپنی نگاہ کو بند کر کے قلب صنوبری کی طرف، جو روح حیوانی کا مخزن اور اسم

مبارک **یا حیّ** کا معدن ومنبع ہےاور **قلوب المومنین عرش اللّٰہ**‘ کا مورد و مقام ہے، متوجہ اور ناظر رہیں یعنی جیسے ظاہر میں توجہ رکھا ہے، ویسے ہی باطن میں بھی رکھیں۔ لیکن ظاہر، تشبیہ وصفات کے مرتبہ میں ہے اور باطن، تنزیہ و ذات کے مرتبہ میں ہے اور اپنی علمی نسبت کو اُس وجہ حقیقی سے مضبوط اور مستحکم بنائے اوران تمام چیزوں سے جونظرآتی ہیں قطع تعلق کرکے اللہ کے جمال لایزال کو، باطن میں مشاہدہ کریں تا کہ اس سے مضبوط نسبت پیدا ہو جائے اور جلوت وخلوت میں، جان و دل پر، اس نسبت کا غلبہ رہے۔ اللہ تعالیٰ نے عرش کو متحرّک پیدا کیا ہےاور تمام حرکات وارادات کا مرکز بنایا ہے۔ چنانچہ اسی کی مثال قلب ہے۔ یعنی اس حرکت سےاسم ذات **جل ذکرہ**‘ جوتمام چیزوں کا پیدا کرنے والا ہے، گویا ہوجائے۔اسی طرح اس میں مشغول رہا کریں۔

☆☆☆

ملفوظات

(جامع :اعلیٰ حضرت سید شاہ قمر الدین حسین منعمی قدس سرہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جمعہ کے دن صبح کی نماز کے بعد ارشاد فرمایا کہ بازار میں کھانا پینا مناسب نہیں اور گلی کوچہ میں استنجا نہ کریں۔ ایسا شخص 'مردود الشہادۃ' (جس کی گواہی کا اعتبار نہیں) ہو جائے گا۔

پھر ارشاد فرمایا کہ اس کو ہمیشہ پڑھا کریں اور اگر عصر کے بعد پڑھیں تو بھی بہتر ہے اور اگر کسی مقصد کے حصول کی نیت سے پڑھیں تو بھی اچھا ہے۔

''الحمدلمن وجد وجد بکل ماسجد''

ایک دن ارشاد فرمایا کہ چہار شنبہ (بدھ) کے دن ناخن نہ کاٹیں اور جنابت و احتلام (ناپاکی) کی حالت میں حجامت نہ بنوائیں ورنہ آدمی کو برص کا مرض لاحق ہو جائے گا۔ ایک دن ارشاد فرمایا کہ مجاہدہ تین قسم کا ہوتا ہے۔ ایک تو یہ کہ پرندے کی طرح اڑنے لگے اور راہ چلنے میں دوست کا وصل یہ ہے کہ اپنے محبوب کا دیدار ہو جائے۔ دوسرا یہ کہ دوڑتے ہوئے، جلد از جلد منزل مقصود تک پہنچ جائے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ سماعت سے سننا اور اس پر مداومت کرنا۔

تیسرا یہ کہ چرخہ چلانے والی کی طرح مجاہدہ میں مشغول رہے اس میں دوسروں کی باتوں کو سننا لازم ہے۔ کہ جو کچھ اس کو میسر آیا ہے، وہ اس پر غالب ہو جائے۔ اور اپنے مقصود کو آنکھوں سے دیکھ لے۔ اور مشغولی کی کیفیت میں اس حال کو پہنچ جائے کہ اس پر شوق و ذوق کا غلبہ ہو جائے۔ یا اس طرح ہو کہ اگر تین دن اور رات فاقہ میں گذر گئی ہے اور اس کے بعد کھانا سامنے ہو اور سماع کا نظم بھی ہو تو دیکھنا چاہیئے کہ اس کی طبیعت کس طرف مائل ہے۔ اگر کھانے کی طرف مائل ہے تو اللہ کی پناہ۔ یہ نفس کافر کی خواہش ہے۔ ایسے شخص کے لیے ضروری نہیں کہ سنانے والے کی سماعت کرے اور اگر اس کی طبیعت سماعت کی طرف مائل ہوتی ہے تو اس کے لیے سننا مناسب ہے۔

پھر ارشاد فرمایا کہ جن لوگوں کو ذوق وشوق حاصل ہوتا ہے۔ معلوم نہیں کہ اس ذوق سے، ان کی روح کو لذت ملتی ہے یا نفس کو۔

حاضرین میں سے کسی نے عرض کیا کہ میرے خیال میں اس کی یہ علامت کہ جب بھی ذوق وشوق حاصل ہوتا ہے تو وہ ہاتھ پیر مارتا ہے اور اس کو زخمی ہونے کا یا ہلاک ہونے کا کوئی خوف نہیں ہوتا۔ یہ کام روح کا ہے۔ جس کو لذت ملتی ہے اور وہ چاہتی ہے کہ اِس کثیف دنیا سے لطیف دنیا میں چلی جائے جو اس کی اپنی دنیا ہے اور اسی وجہ سے وہ بے چین ہو جاتی ہے۔

اس کے جواب میں ارشاد ہوا کہ کیا یہ بات اپنی عقل سے کہہ رہے ہو یا

بزرگوں کے ملفوظات میں ایسی باتیں پڑھی ہیں؟

تو انہوں نے عرض کیا کہ حضرت! میں نے اپنی عقل سے یہ بات عرض کی ہے۔

فرمایا کہ ہر چند کہ یہ سب باتیں صحیح ہیں لیکن جب آپ کوئی بات اپنی عقل سے کہتے ہیں تو پھر کتاب دیکھے بغیر ان پر اعتماد کرنا مناسب نہیں۔

۲۶/ذی الحجہ اتوار کے دن ظہر کی نماز کے بعد شاہ رندؔ جناب اقدس کی قدمبوسی کے لیے حاضر ہوئے تھے۔ اس وقت مولوی عبدالغنی صاحب پھلواروی، شاہ حفیظ اللہ بہاری اور ہمارے امام جناب حسن دوست حکیم شاہ فرحت اللہ کریم چکی قدس سرہٗ مجلس شریف میں حاضر تھے۔ بات چیت کے دوران آپ نے شاہ رندؔ سے فرمایا کہ پیر چار ہوتے ہیں اور چاروں پیروں کا مرتبہ برابر ہوتا ہے اور مریدوں کے سر پر قینچی چلانا اور خرقہ جو یہ لوگ دیتے ہیں تو اس کی سند کہاں سے ہے۔

شاہ رندؔ موصوف نے فرمایا کہ ابراہیم ادھم سے۔ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ حضرت ابراہیم ادھم کے پہلے سے ہے اس کی اصل حضرت محمد ﷺ اور ان کے اصحاب سے ہے۔ ایک دن حضرت جبریل امین علیہ السلام تشریف لائے اور اپنے ساتھ چار تاج اور قینچی لائے۔ آنحضور ﷺ نے ایک ایک تاج چاروں کو عطا فرمایا۔ قینچی چار چیزوں کے دور کرنے کے لیے ہے۔ اس کی تفصیل آپ نے

بیان نہیں کی۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ مرد بنو یا پھر مردِ خدا کے پاؤں کی خاک بنو۔ اللہ تعالٰی نے ہم لوگوں کو مرد کامل نہیں بنایا سوائے پیغمبر ﷺ کے۔لہٰذا ہم لوگوں کو چاہیئے کہ ان کی پیروی کریں۔ اور آنجناب ﷺ کی رسّی کو مضبوطی سے پکڑے رہیں چھوڑیں نہیں۔

اس کے بعد، شاہ رندؔ نے عرض کیا کہ اہل خدمت تو مرید نہیں فقیر ہوتے ہیں، کس فقیر کی خدمت میں جائیں۔

حضرت قدس سرہ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے ان سے کہا ہے۔(اشارہ حضرت شاہ حسن دوست قدس سرہ کی طرف تھا) کہ آپ دو چار افراد کو فقرو خدمت سکھائیں اور ان کو خدمت پر معمور کریں۔

پھر شاہ رندؔ نے عرض کیا کہ حضور پُرنور کے مریدوں میں اور ہم فقیروں کے نزدیک ان ہی کو میں جانتا ہوں۔خود آپ کا اس بارے میں کیا ارشاد ہے۔

کمال مہربانی سے ارشاد فرمایا۔باطن میں تو ان ہی کو دوست سمجھتا ہوں یہی میرے خلیل اور انہی کو میں نے خلیفہ بنایا ہے۔ اب جو بھی طالب میرے پاس آتے ہیں، ان ہی کے پاس بھیج دیتا ہوں۔

حضرت شاہ فرحت اللہ ملقب بہ حسن دوست قدس سرہ یہ سنتے ہی بے اختیار رونے لگے اور عرض کیا کہ غلام کو اپنے اندر جناب اقدس کا ہلکا سا پرتو بھی

نظر نہیں آتا اور بیٹھنے کو دل گوارا نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ جناب اقدس کو ایک سو بیس سال کی عمر عطا فرمائے۔ اس غلام کی طبیعت بالکل گوارا نہیں کرتی ہے کہ وہ سجادگی پر بیٹھے اور شیخی کرے۔ حق تعالیٰ حضرت اقدس کو سلامت رکھے۔ پھر یہ شفقت آمیز کلمات کون کہے گا اور میں کس سے سنوں گا۔ تمام چیزیں حضور کی ملکیت ہیں اور غلام بھی اس میں شامل ہے۔

شاہ رند نے عرض کیا کہ اگر یہ بیٹھیں گے تو پھر دیگر متعلقان کا گزر بسر کیسے ہوگا۔

ارشاد ہوا کہ ہمارے یاران طریقت میں سے جو بھی بیٹھے گا وہ بادشاہ کی طرح ہوگا اور کسی بھی قسم کی محتاجی اس کو نہیں ہوگی اور سب اس سے رجوع کریں گے۔

پھر حضرت شاہ حسن دوست قدس سرہ نے عرض کیا کہ غلام کو اس کی فکر نہیں ہے۔ انیس سال ہوئے کہ غلام نے لباس ترک کر دیا ہے اور آج تک کسی کے سامنے دست سوال دراز نہیں کیا ہے۔ اور جناب پاک کے واسطے ایسے ہی چل رہا ہے۔ اور ایسی ہی شیخی مجھے گوارا ہے۔

ارشاد ہوا یہ سب بھی خیر و خوبی سے انجام دیں۔

☆☆☆

وفات نامہ

حضرت مخدوم شاہ حسن علیؒ

(مرتبہ اعلیٰ حضرت میر سید شاہ قمر الدین حسین منعمی قدس سرہٗ)

۲۸/ربیع الاول کو ۱۲۲۴ھ میں نماز عصر کے وقت آپ کا وصال ہوا اور ۲۹/ربیع الاول کو صبح میں آپ کی تجہیز و تکفین عمل میں آئی۔

وقت انتقال مخدوم حسن علیؒ نے نماز ظہر تیمّم سے ادا کی۔ اپنی تسبیح مانگی اور تحریمہ باندھا (یعنی لیٹے ہوئے تحریمہ باندھ لیا اور تسبیح ہاتھ میں لے کر پڑھنے لگے) عصر کا وقت ہو ہی رہا تھا، نماز ہونے ہی والی تھی کہ روح مبارک پرواز کر گئی۔ اس حالت میں کہ حضرت تسبیح لئے ہوئے ہیں اور لیٹے ہوئے ہیں۔ جب روح مبارک پرواز کر گئی تو چشم مبارک کھلی ہوئی تھی۔ مولانا عبدالمغنی صاحب پھلواروی جو اس وقت وہاں موجود تھے، نے عرض کیا کہ ”اے اللہ کے ولی! آنکھیں بند کر لیجئے۔“ دو بار عرض کیا لیکن آنکھیں کھلی رہیں بند نہیں ہوئیں۔ تیسری بار کہنے پر حضرت نے چہرہ گھمایا اور انہیں (حضرت مولانا عبدالمغنی صاحب پھلواروی) دیکھا تو مولوی عبدالمغنی صاحب نے (گھبرا کر) پوچھا کہ

اگر آپ قرآن میں سے کچھ سننا چاہتے ہیں تو حکم کریں کہ قرآن کی کون سے سورۂ سنائیں۔ حضرت نے فرمایا "**ورتّل القرآن ترتیلا**" مولوی صاحب نے **سورۃ المزّمّل** پڑھنا شروع کیا اور تب جا کر حضرت کا وصال ہوا۔ اس بار منہ کھلا ہوا تھا۔ میر صفدر حسین (جو حضرت کے مریدوں میں سے تھے) نے عرض کیا کہ حضرت کے پڑکا یا رومال سے "تحت الحنک" (ریش مبارک کے نیچے سے رومال لگا کر دہن مبارک بند) کر دیا جائے تو میرے شیخ (حکیم شاہ فرحت اللہؒ)، حضرت (حضرت مخدوم شاہ حسن علیؒ) کے قریب گئے اور آداب بجا لائے جیسے زندگی میں آداب بجا لاتے تھے اور کہا کہ "یا حضرت! منہ بند کر لیجئے۔" حضرت نے اپنا منہ بند کر لیا اور کچھ باندھنے کی ضرورت نہیں پڑی۔ اور کیا لکھوں۔

انا لِلّٰه و انا الیه راجعون۔

اشاریہ